الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون

نقیب الاولیاء

جلد دوم

دفتر دوم

وحدت وجود سے مولوی نور محمد سوتری کا انکار اور آئمہ دین و اصحاب کشف و یقین
قائلان مسئلہ وحدت وجود پر مولوی نور محمد کا اعتراض اور شاہ محمد رمضان سے
مناظرہ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی قدس سرہ کا قول فیصل و دیگر علماء وقت کے
فتاوے برد مولوی نور محمد اور مولوی نور محمد کی سوانح عمری

مصنفہ

علامہ فہامہ جناب خانصاحب ابو سلیمان پیرزادہ مظفر احمد صاحب
نقشبندی قادری صدیقی سجادہ نشین شاہ محمد عظیم گیلانی قدس سرہ ڈپٹی کلکٹر
نہر و ویژن دہلی ابن مولانا شاہ محمد غوث بن مولانا شاہ محمد اسمعیل برادر حقیقی
شاہ محمد رمضان صاحب شہید رئیس قصبہ مہم مد فیوضہم

بسعی تمام و تصحیح مالا کلام جناب مولوی محمد ... صاحب ... بہاری مدظلہ العالی

[illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بشر ہوں میں بشر کیا اصل میری کیا سخن میرا
نہیں ہو لائق حمد جناب حق دہن میرا

ہم فیضان باری ہر رگ و ریشہ میں ساری ہے
زبان آسا ہے شکر حق میں ہر عضو بدن میرا

کہا تھا میں نے ہی قالوا بلیٰ ہاں ابھی کہتا ہوں
ہوں شیدائی فنا کا مرد بود اہے سخن میرا

نہ بھولونگا ابد تک لطف اس گرم اختلاطی کا
ازل میں کون تھا یارب ندیم انجمن میرا

مرا نام و نشان کیا پوچھتے ہو کوئی کیا ہونا
غریب بیوا ہوں قبر ہے اصلی وطن میرا

کھلیگا تمکو آتا ہے کہوں کیا جور اخوان سے
پڑا ہوں چاہ میں یوسف ہوں کنعان ہے وطن میرا

میں یاکو بان جنون میں آگیا ہوں خیل طفلان سے
اہا ہا ہا عجب جوبن پہ ہے دیوانہ پن میرا

کسی کے کاکل و رخسار و لب پر بسکہ شیدا ہوں
ختن میں میرا اسکہ ہے حلب میرا یمن میرا

چراغ دیر و قندیل حرم ہوں فی المثل فضلی
عقیدت سے ادب کرتے ہیں شیخ و برہمن میرا

حمد جناب باری تعالےٰ

اول حمد جناب باری
جسنے بنائی خلقت ساری

کیا پر تھی کیا امبر تارے
سورج چاند سبھی پیارے

نار نور جنات ملک سب
لیکے سماے تا بہ سمک سب

پات پات پھل پھول چمن میں
سمان شہانا صبح وطن میں

سفر میں رنگ شام غریبان
حضر میں سنگ کام غریبان

مے میں نشہ اور نشہ میں مستی
چرخ و زمین میں اوج و پستی

خاک سب عرض یا نور جوہر
کرکٹ کوڑا موتی پتھر

تاک میں مل مل میں بیہوشی
لب و زبان میں نطق و خموشی

قطرہ قطرہ دریا دریا
ذرہ ذرہ صحرا صحرا

برنگ رنگ قدرت ہیں
اسکی ہستی کی حجت ہیں

وہ خالق سب بندے اسکے
سب کے گلے میں پھندے اسکے

سب سے نرالا سب سے انوکھا
عقل کو کیونکر ہووے اچنبھا

تحت ثریٰ سے تا بہ ثریا
خالی اس سے ہے نہ کوئی جا

حاضر ناظر جہان تہان وہ
کہیں نہیں پر نہیں کہان وہ

سب سے الگ وہ سبکا ساتھی
سوئی کے ناکے سے نکلا ہاتھی

شاہ کے محلوں میں بھول بھلیاں
دیکھ کے جیسے ہو دہقان حیران

اسکی ذات و صفات کے اندر
داناؤں کی عقل ہے ششدر

کیا کوئی جانے کیسا ہے وہ
وہ ہی جانے جیسا ہے وہ

گنگ بیان ہو اسکے بیان میں
لال زبان ہے اسکے بیان میں

گم ہو جسنے اسکو جانا
آپ شا جس نے پہچانا

عقل و خرد فرہنگ و دانا
ہوش و ذکا ہے ہر فرزانا

ڈھونڈھیں ہمکو لاکھ جتن سے — چترائی سے علم و فن سے
ہو وہ شل کچھ ہاتھ نہ آئے — ناحق چوٹ جولا ہے کھائے
عقل کا ہے یاں وہ ہی نقشا — ناچ نہ جانوں آنگن ٹیڑھا
ہوش سے یاں بیہوشی بہتر — نطق سے یاں خاموشی بہتر
چپ ہو فضلی بند زبان کر — دل ہی دل میں آہ و فغان کر
تا فقر یاں گم نطق و بیان کر — کام نہیں یاں لب و زبان کا
گویائی یاں صم و بکم ہے + — چترائی کی ستی گم ہے +

دست دعا درگاہ میں وا کر
ستم کے آ دامن پھیلا کر

مناجات بدرگاہ قاضی الحاجات

ہم آغوش اثر ہے عشق میں دست دعا میرا — حصول کام کی خود آرزو ہے مدعا میرا
میں اس کا بندۂ ناکس ہوں جو ہے پادشا میرا — تعالےٰ شانہٗ احمد اکبر مرتبہ میرا
نجات جاودان پائی ہو مرکر موت سے پہلے — ہے راہ عشق میں افتادگی گویا عصا میرا
جہان ہوں جسطرح جو ہوں بحقّے خمیں راضی ہوں — کہاں ہوں کون ہوں کیا ہوں نہ پوچھو ماجرا میرا
فضائے اوج وحدت سے گرا قید مراتب میں — گری ہستی بہم تنزل اور کیا میرا
گلستان مدینہ میں اگر تیرا گزر ہووے — سلام اس نو گل رعنا سے کہنا اے صبا میرا
دل پر درد آہ ہو ہوں اشک ریختہ ہوں — مصیبت مبتلا ہوں کچھ نہ پوچھو ماجرا میرا
نہ ہو حور و غلمان ہو یاد اس نکو کاری — فرجام — نہیں وہ آزماتے تو نہیں ہیں اتقا میرا
کسی کے عیب سے مطلب نہیں خوبی کا شیدا ہوں — عمل ہو فضلیا دع ما کدر خذ ما صفا میرا

مناجات

اے مولا اے میرے والی — تو اعلیٰ تری قدرت عالی
تو حی قیوم توانا + + — سنتا جاگتا بینا دانا +
چلتی کیڑی رات کو دیکھے + — رنگ کو جانے بھانت کو دیکھے
دل کی باتیں جاننے والا + — نیت کا پہچاننے والا +
اونچی ذات صفاتوں والے + — پاک منزہ باتوں والے +
عقل سے باہر حکمت تیری + — سبحان اللہ قدرت تیری +
قدر و قضا پر سکہ تیرا — ہر غالب پر غلبہ تیرا +
ہے عالی سب سے اعلےٰ — ذات صفات میں سب سے بالا
ماہ و مہر میں نور ہے تیرا — ریزہ ریزہ طور ہے تیرا
بزم میں شمع کو تیری لو ہے + — ہر ذرے میں تیری ضو ہے
رند خراباتی گلیوں میں + + — شیخ مناجاتی ولیوں میں +
کبک دری کہسار کے اندر + — مرغ چمن گلزار کے اندر + +
زاغ میں گل پائل میں بو ہے + — سب کا زمزمہ تو ہی تو ہے +
ہر گھٹ میں ہے کھٹکا تیرا — نفس نفس میں جھٹکا تیرا
نامعلوم تری ماہیت + — نامفہوم ہے تیری حکمت
کنہ میں تیری دانا نادان + — درک میں تیری عاقل حیران
میں ہوں تیرا گندہ بندہ — شرم گنہ سے سر افگندہ
بدیوں میں مشہور زمانہ — گھر گھر ہے میرا افسانہ

میرے معاصی میری خطائیں
حد سے بڑھی ہیں میرے مولا
کار میں آشفتہ پریشان
ار تو نسازی دگر کہ سازد
سن مری فریاد کو مولا
درد مرا درمان سے گذرا
بیکسیوں میں کس تو ہی ہے
ناکاموں کا کام تو ہی ہے
تیرے در پر سیس نواؤں
حسبی ربی جل اللہ
لا الہ الا اللہ

تو اپنے پر اپنی جفائیں
فضل سے رکھے میرا پردا
درد میں واماندہ حیران
ور تو نہ بازی دگر کہ بازد
پہونچ مری امداد کو مولا
درد میں میں خود جان سے گذرا
بے بسیوں میں بس تو ہی ہے
دکھ کی آلام تو ہی ہے
توبہ کے در کو کھٹکاؤں
ما فی قلبی غیر اللہ
محمد رسول اللہ

توبہ

گئی جوانی پیری آئی یارب توبہ یارب توبہ
گنہ دریا چوری سرزوری ننگ کے سارے روا گوری
بچپن بیچ میں آگ بگولا شعلۂ آتش میرا غصہ
باپ کا نافرمان ہا میں ماں سے خفا آزار میں
کر کے احسان منہ پر لایا اپنے کیے پر خود پچتایا
بیجا بول بڑے سچ بولے جھوٹ و سچ مروت کھولے
اپنی عادت کو کیا روؤں سر کو جھوٹ و جان کو کھوؤں

برے کام میں عمر گنوائی یارب توبہ یارب توبہ
بچی نہ مجھ سے کوئی برائی یارب توبہ یارب توبہ
اسی چلن میں مر گئی مائی یارب توبہ یارب توبہ
راضی مجھ سے ہو نہ بھائی یارب توبہ یارب توبہ
نمک اکل کھیر کھائی یارب توبہ یارب توبہ
بات بات میں منہ کی کھائی یارب توبہ یارب توبہ
بات بگاڑوں نہ بنائی یارب توبہ یارب توبہ

میری عادت میری خو سے میری طبیعت میری رگ رگ
ماں سے بالا پھر کر دکھڑا کچھ بھی دیکھا سے بگڑا
سیکڑوں آگو پہنچت گیانی پیچ کیسی ایک نہ مانی

جوڑ کے کلیجی روئی مائی یارب توبہ یارب توبہ
ہائے تو آئی ہائے تو آئی یارب توبہ یارب توبہ
حد سے بڑھی میری خود رائی یارب توبہ یارب توبہ

فضلی تراگندہ و بندہ مجرم خطائے سرافگندہ
سب گن چور جھوٹ بھلائی یارب توبہ یارب توبہ

نعت جناب خواجۂ کائنات خلاصۂ موجودات صلی اللہ علیہ وسلم

اللھم صل علی سیدنا ومولانا محمد وعلی آل سیدنا ومولانا محمد وبارک وسلم

دل میں ہے خار غم خار مغیلان عرب
ہے تری ذات گرامی شرف و شان عرب
رخ پرنور ترا شمع شبستان عرب
عجم و شام کی گردن پہ ہے احسان عرب
بات ہی کیا ہی بھلا ہے بیابان عرب
آپ جیسے ہوئے ستون دیوان عرب
پھر کیا وہ تو نے شوق سے بجو دیکھو
تیری نسبت کی قسم تیری فطانت کی قسم
فر شاہی ہے جدا شان رسالت ہے جدا
شب معراج نہ کہ پہنچی فرشتوں ہیں یہ وہم
ہو تری ذات صفاتی شرف نسل خلیل

تلوے کھجلاتا ہے پھر شوق بیابان عرب
تو ہو مولا ترے پردے میں سب اعیان عرب
یوسفستان ہو ترے حسن سے کنعان عرب
پردہ پوش عجم و شام ہو دامان عرب
اشتر مست ہوں میں مست حدی خوان عرب
عجم و شام ہیں سر بر خط فرمان عرب
پھر میں بھولا ہوں رہ دشت بیابان عرب
ہوئے افلاطوں کو سبق طفل دبستان عرب
آپ سے پہلے بہت گزرے ہیں شاہان عرب
الحمد للہ کہ آتا ہے سلیمان عرب
مرحبا صل علی اے گہر کان عرب

مال کیا چیز ہے ہر جان بھی قربان تجھ کو
من و یزدان من و جان تو اے جان عرب

دگرم ولولۂ شوق تو بیخود فرمود
یاوہ گردم بدگرہ بیابان عرب

نعت

نبیوں کا سالار محمد +
ختم رسل سرتاج رسالت
رحمت عالم خیر مجسم
سب کا مولا سب کا والی +
جلوۂ اول ہوش نخستین +
نور الٰہی برزخ کبریٰ +
سب سے پہلا سب سے پچھلا
ایک طرف تو حق سے واصل
سب سے اعلیٰ سب سے عالی
اپنے پرائے سب کا اپنا
مہر و کرم میں مان سے بڑھ کر
مشکل میں کام آنے والا +
بیتا میں دکھیا کا حامی +
یاس میں ہر بیدل کا سہارا
بیواؤں کا وارث والی +

عالم کا سردار محمد + +
جسکے ہیں سب محتاج رسالت
صلے اللہ علیہ وسلم +
بعد خدا کے سب سے عالی
بحر قدم میں موج نخستین
اصل حقائق ظاہر وسنے +
خلق و خدا دونوں میں پہلا
دوسری جانب خلق میں شامل
حق کا ولی امت کا والی + +
خلق کا اپنا رب کا اپنا +
درد میں ہر درمان سے بڑھ کر
بگڑی بات بنانے والا +
درمان درد ناکامی + +
ماندے کو منزل کا سہارا
حق کے نخل کرم کی ڈالی +

غربت میں غمخوار غریبان
آیۂ رحمت مایۂ رحمت
کان سخاوت جان مروت
کربت میں غمخوار یتیمان +
دکھیاؤں کے درد کا درمان
ہر اک کو ماں باپ سے پیارا
ہر سر میں ہے سودا اس کا
سب کو اہل و عیال سے اچھا
صل علی وہ قامت زیبا
عرش سے اونچا اس کا پایہ +
چاند نہ ہو کیوں شرم سے پانی
صلی علی وہ گورا مکھڑا
سورج میں یہ تاب کہاں ہے
بدن معطر گل سے بڑھ کر
پھول میں ایسی رنگت کب ہے
شان تری لولاک لما ہے
بندہ فضلی تیرے در پر +
خواب میں صورت اپنی دکھاؤ
دعا کو جب تک لطف اثر ہو

رحمت میں تیمار غریبان
سایۂ یزدان پایۂ رفعت
شان خدا شایان نبوت
چارہ گر آزار یتیمان +
مشتاقوں کے دل کا ارمان
اپنے سے پیارا آپ سے پیارا
ہر کوئی ہے شیدا اس کا
جان سے اچھا مال سے اچھا
سر سے قدم تک نور کا پتلا
عرش کے اوپر اس کا سایہ
دیکھو تو اس کی پیشانی
چوتھا چکلا نور کا ٹکڑا + +
موتی میں یہ آب کہاں ہے
رنگ روپ میں پھول سے بڑھ کر
گل میں ایسی نکہت کب ہے
آن تری خود آن خدا ہے
آن پڑا ہے غم سے مضطر
درد فراق کے غم سے چھڑاؤ
فضلی ہو اور تیرا در ہو

در منقبت حضرت قبلہ عالم شاہ محمد عظیم گیلانی لاہوری رح صاحب ولایت پانی پت

شاہ عظیم سپہر ولایت
فخر نسب سید گیلانی
موج دل عمان سیادت
زبدۂ بحر خلاصۂ عمان
نسب تری نسبت سے نازان
تیرے نسب سے شرف مباہی
دھن دھن اُس مائی کا مایہ
ناز ترے اجداد کو تجھ سے
شاہ حفیظ کے گھر کا مالک
مالک شاہ حبیب کے گھر کا
روح عرفان جان حقیقت
ہادی عالم میر شریعت
گمراہوں کا راہ نما ہے
تیرے عمل پر علم مباہی
منصب جب ارشاد کا پایا
عجب حکایت طرفہ بیان ہو
ہے حیرت انگیز تماشا

مہر منیر اوج ہدایت
بڑے پیر کی خاص نشانی
آب گوہر کان سیادت
آب رخ سرچشمۂ گیلان
حسب تری خلقت پر نازان
جدھر ہے تو وہ طرف مباہی
نعل ہے جس نے تجھ سا پایا
فخر ترے اوستاد کو تجھ سے
گنج وصل و گہر کا مالک
مالک طاق کا مالک در کا
عین ایمان آن حقیقت
خضر سعادت پیر طریقت
ظلمت شب میں صبح صفا ہو
نقر میں تیرا سکۂ شاہی
پایا ہے افراد کا پایا
واقف جس سے خلق جہان ہو
نیرنگ قدرت کا جلوہ

بادل اک لاہور سے اوٹھا
حق نے یمن ہدایت پاکر +
کفر کے تھے جو سوکھے جنگل
ہریانہ کی سوکھی کھیتی
بن کے عظیم محمد رمضان
ملکوں ملکوں گشت لگایا +
پیر نے چیلے کا چولا بدلا
در در پھر کر الکھ جگائی +
ذکر سکھایا فکر سمجھایا +
سروں سے خواب غفلت بھگایا
کرامات کا قصہ سنئے

پانی پت پر آ کر گرجا
ہریانہ میں برسا جاکر +
فیض نظر سے ہو گئے منگل
ہری بھری اک پل میں کردی
رشد و ہدے کا کر کے سامان
دلوں پہ اپنا نقش بٹھایا
بھیس میں سادھوؤں کے راجہ ٹھگا
خلق جہان میں پھیری لگائی
کایا کلپ کا عمل بتایا
ہریانے کی قسمت جاگی
پانی پت کا حصہ سنئے

کرامت

پانی پت پر مرہٹہ آیا
قہر آلہی غضب خدا کا
غیض و غضب میں رعد سا کڑکا
لشکر مور و ملخ سے زیادہ
بے تعداد جلو میں ہاتھی
نیلی پیلی کرتی وارے +
پانی پت میں ڈیرے ڈالے

شہر پہ ابر مصیبت چھایا
یکسر پتلہ جور و جفا کا
غصہ میں شعلہ سا بھڑکا
فوج فوج اسوار پیادہ
فوج فوج پہلو میں ساتھی
بجلی کی سی پھرتی والے
ظلم و ستم کے پاؤں نکالے

دار و گیر کا جھنڈا گاڑا
بسا بسایا شہر اجاڑا

بستی سب ویران ہوئی تھی
گلی گلی سنسان پڑی تھی

بند تھا ہر گھر کا دروازہ
خلق میں خشک ہوا آوازہ

نئے نئے سکے ڈھلائے
اگلوں کے آثار مٹائے +

ضبط کئے فرمان معافی
ثبت کئے احکام خلافی

ملکیوں کا دفتر الٹا +
طرز قدیم کو یکسر الٹا

چھینی سب اسناد معافی
ملکی بھولے یاد معافی

ملکیوں کے چھوٹے چھکے
رہ گئے سارے ہکے بکے

شدت غم سے نبضیں چھوٹیں
سنگ جفا سے امیدیں ٹوٹیں

ملکی ہو کر غم کے مارے +
آئے شاہ صاحب کے دوارے

درد کا اپنے رونا رویا +
آب سرشک سے منہ کو دھویا

رو رو کر فریاد سنائی
درد بھری روداد سنائی

عرض یہ کی اے میر مکرم
پیر طریقت شیخ معظم

ناک میں دم ہے شدت غم سے
لبوں پہ جان ہے فرط الم سے

سر پہ پڑا ہے کوہ مصیبت
آہ ہوا انبوہ مصیبت

پست ہوئے سب بیچ گھرانے
سہم ستم کے بنے نشانے

شہر کو سب تاراج کیا ہے +
ہر اک کو محتاج کیا ہے

ناؤ ہماری ہے طوفان میں
ڈوبی ہے غم کے عمان میں

بچنے کی کوئی راہ نہیں ہے
کھیون ہار آہ نہیں ہے

دعا کرو جو پار ہو بیڑا +
دور ہو سر سے غم کا بکھیڑا

شہر میں جتنے شیخ زمان ہیں
پیر و جوان مقبول جہان ہیں

سب کی نظر ہے آپ کے اوپر
آپ سوا کوئی نہیں یاور

آپ کے سر پہ سہرا باندھا
آپ کی خدمت میں ہے بھیجا

اب ہے لاج تمہارے ہاتھوں
بنے گا کاج تمہارے ہاتھوں

کرم کرو اے مولا ہم پر
آئے ہیں ہم غم سے مضطر

جوش میں آیا بحر حمایت
بجلی سا چمکا مہر ولایت

دست دعا کا علم اٹھایا
جذب بطون کا زور لگایا

آیا مرہٹہ دوڑا مضطر
سر رکھا حضرت کے قدم پر

عذر کیا فرمان دئے سب
حضرت پر قربان گئے سب

دیکر ملک و معافی کافی
ملکیوں کی کرے تلافی +

ملکی برنگ بوئے گل تر +
ہوئے خوشی میں جامے سے باہر

شکر گزار دعائیں دیتے +
گھر کو آئے بلائیں لیتے +

کسی نے کیا ہی خوب کہا ہے
ہمت مردان مدد خدا ہے۔

خطاب بحضرات پانی پت

اے مخدوم سواد انصارہ
اوج نجابت کے سیارہ

عین عرب ہے ذات تمہاری
فخر نسب ہے ذات تمہاری

شہر میں ہو تم باشندے اونچے
صفت کے اونچے ذات کے اونچے

شہرۂ خلق ہے ساکھ تمہاری
عالم میں ہے دھاک تمہاری

پانی پت کی شان تمہیں ہو | آن تمہیں ہو جان تمہیں ہو
کہتا گیا ہون ادھر تو دیکھو | پھر خدا اک نظر تو دیکھو
ادھر تو دیکھو ویران کدھر ہیں | سنتے بھی ہو کان کدھر ہیں
مرقد محسن کھنڈر ہوا ہے | خون احسان بہا ہوا ہے
اینٹیں گل کر خاک ہوئی ہیں | شکل میں وحشت ناک ہوئی ہیں
راکھ ہوا ہے چونہ گل کر + | گرنے کو ہیں تھم بھی ہل کر +
دیواروں کا حال نہ پوچھو + | بیماروں کا حال نہ پوچھو +
سکتے میں بحران ہوا ہے | خشکی میں طوفان ہوا ہے
ہوگئیں سب محراب سی ٹیڑھی | شکل میں موج آب سے ٹیڑھی
گرنے کو سب جھکی ہوئی ہیں + | کسی آس پر رکی ہوئی ہیں
ڈاٹیں کھل کر چور ہوئی ہیں | مرکز سے سب دور ہوئی ہیں
سر کے بل پر گرنے کو ہیں + | رخ ثبات سے پھرنے کو ہیں
گنبد کا کیا حال سناؤن | زمین سے کیسے فلک پہ جاؤن
شکست ریخت کا طور عجب ہے | ٹوٹ پھوٹ کا دور عجب ہے
قطرہ بارش دریا ہو کر + | گنبد کی ہر تہ کو دھو کر +
ٹپکا ہو کر چھت سے برسے | جیسے آنسو دیدہ تر سے +
چھلنی ہوئی چھت چھیدنے سے | بری ہوئی ہے گت چھیدون سے
چھید نہیں گنبد میں پڑا ہے | چشم امید مرمت وا ہے
شور پھوٹ کر زمین سے نکلا | گویا دشمن کمین سے نکلا +

کہاں گئی انصار کی نصرت | کدھر ہے خون عرب کی حمیت
کہاں ہے وہ نصرت کا جھنڈا | جوش مروت کیون ہے ٹھنڈا
عرب کی غیرت کہاں گئی وہ | بڑون کی ہمت کہاں گئی وہ
کہاں ہیں وہ افغان بہادر | پٹھے سورما خان بہادر
کہاں ہیں وہ تلواروں والے | میدانون میں وارون والے
رجپوتون کا ٹول کہاں ہے | ساونتون کا غول کہاں ہے
برچھے بالے کھانڈے والے | ٹڈی دل سے ٹانڈے والے
مرقد پر یہ بپتا پڑی ہے + | شکل میں اجاڑ اڑی ہے +
دوڑو دوڑو وقت مدد ہے | غفلت کی آخر کچھ حد ہے
شاہ صاحب کا حق نہ بھولو | اپنے بڑون کا سبق نہ بھولو
بھولو اپنی یاد کی باتین + | یاد کرو اجداد کی باتین +
داناؤن کا قول سناؤن | ہے یہ مثل انمول سناؤن
بات پوت پتا پر گھوڑے | اصل کو اپنے ہر کوئی دوڑے
ہے یہ مثل مشہور زمانہ + | مثل فسون تمثال فسانہ
تم نے کیون منہ بڑون سے موڑا | بڑون کی سنت کو کیون چھوڑا
اب بھی نہیں کچھ بگڑا آؤ | قدم بڑھاؤ ہاتھ بٹاؤ +
آب رفتہ در جو آریم + | تخم سعادت دیر کاریم +
آب بہ کشت بزرگان پاشیم | برخوردار سعادت باشیم
ہان لے چار دن پی ڈالو + | جام ریاست کے متوالو +

اے پنجیب کے انصارو
اے رجپوت پوار چوہانو
آنکھ چراتے ہو محسن سے
بات بات میں عذر و حیلہ
یہی ہے کیا احسان کا بدلہ
گر یہی ہی فرجام تمہارا
پاؤں گدا کا لنگ نہیں ہے
کافی ہے دروازہ رب کا

اے مخدومو اے سردارو
اے افغانون اے افغانو
مونہہ چھپاتے ہو محسن سے
ناچ نچاؤن آنگن ٹیڑھا
درد ہے کیا درمان کا بدلہ
تم جانو اور کام تمہارا
ملک خدا کا تنگ نہیں ہے
کارساز ہے مولا سب کا

ہان اے فضلی بس کر بس کر
بند زبان کر ضبطِ نفس کر

حمدیکہ بہل نور یقین بیفزاید
حمدیکہ زرو رسولِ حق بنماید

ابواب نعم بر رخِ جان بکشاید
حقا حقا جنابِ حق را شاید

امابعد بندۂ درگاہ درویشان بلکہ خاک راہ ایشان ابو سلیمان منظفر احمد فضلی ابن شاہ محمد غوث بن شاہ محمد اسمعیل ہمی قریشی صدیقی گزارش گر مدعا ہے کہ یہ دوسرا دفتر ہے کتاب نقیب الاولیا کا - اس میں بیان ہے مولوی نور محمد سوتری کے انکار کا مسئلہ وحدت وجود سے اور نیز اُن اعتراضون کی تفصیل جو اس انکار کے ضمن مین مولوی نور محمد نے ایمہ دین اور اصحاب کشف و یقین قایلان وحدت وجود پر اپنی تصنیفات میں کئے ہیں - یہ اعتراض صرف اعتراض ہی نہیں ہیں بلکہ در اصل متقدمین اور متاخرین اولیا اللہ کے فتاوائے تکفیر ہیں - ان میں قایلان وحدت وجود کو عموماً

اور شیخ فرید الدین عطار مولانا روم محی الدین عربی مولانا عبد الرحمن جامی شاہ محمد رمضان ہمی شاہ عبد العزیز محدث دہلوی اور دیگر ہمچون قسم صدہا اکابران دین کو خصوصاً نام بنام کافر بتلایا گیا ہے اور ان قدسی نفوس کی تکفیر میں اس شدت ضد سے کام لیا ہے کہ جو شخص ان حضرات کے تکفیر میں تامل کرتا تھا اُس کو بھی کفر میں اُن ہی کے ساتھ شامل کر دیا ہے یہ مانی ہوئی بات ہے کہ بعض دعوے اپنے راستبازی اور سچائی کی وجہ سے اپنی صداقت پر خود دلیل صداقت ہوتے ہیں اسی طرح دنیا میں ایسے دعوے بھی پائے جاتے ہیں کہ وہ خود اپنی ابطال اور تکذیب کے حجت قاطعہ ہونے میں حکم ید بیضا رکھتے ہیں جیسے مولوی نور محمد سوتری کا ان حضرات قدسی نفوس کو کافر بتلا دینا - کیونکہ جن حضرات کو کافر بتلایا گیا ہے اُنکے روحانی فیض کے سوتین سلسلہ بسلسلہ اب تک خدا کے بندون کے دلون میں جاری ہیں جو اسی طرح ابدالآباد تک گم گشتگان وادیہ گمراہی کو خضر ہدایت بنکر رہنمائی کا کام دیتی رہیں گی - پس کسی عامی کے نکتہ چینیون سے ایسی برگزیدہ بزرگون کی صلابت اسلام و دین میں کچھ کمی نہیں آتی اور ایسے دو راز کار تہمتون سے اہل علم و صاحب نسبت بزرگون پر کچھ برا اثر نہیں پڑتا لیکن عام مسلمان جو علم سے محض عاری ہیں جب مذہبی نسبت سے کسی شخص کو اپنے قومی علماء کے لباس میں دیکھتے ہیں تو فطرتاً اُس کے ساتھ محبت کرتے ہیں اور اُس کے اقوال اور افعال کو معتبر جانتے ہیں چنانچہ سوتر میں عام جہلا پر مولوی نور محمد کی تقریرات اور تصنیفات کا یہی اثر ہوا اکثر بیعلم لوگ گمراہ ہو گئے - اور اُن کے دیکھا دیکھی اولیا اللہ کو کافر کہنے لگے تقریباً سنہ ۱۲۳۰ ہجری میں یہ فتنہ مولوی نور محمد کے پہلوئے دل سے ہنگامۂ محشر ہو کر اوٹھا اور جب تک مولوی نور محمد زندہ رہے فرو نہیں ہوا مرنے کے وقت اپنے اکلوتے بیٹے عبد الرحمن کو اپنا جانشین چھوڑ گئے

بقول شخصے وسہ

پدر اگر نتواند پسر تمام کند

وہی میدان میں اترتے ہی باپ سے زیادہ بڑھ چڑھ کر ہاتھ دکھلائے اور اپنے بعد اپنے معتقدین کی جماعت اپنے عقاید کی یادگار چھوڑی جو ابتک اوسی نشہ میں چور ہے۔

خاک گردیدیم و می رقصد ہنوز افغان ما — خم شکست اما نمی ریزد مے جوشان ما

بحر العلوم مولانا روم عارف ربانی شیخ فرید الدین عطار شیخ اکبر محی الدین ابن عربی عارف باللہ جامی علیہ الرحمۃ شاہ محمد رمضان شہید فی سبیل الرحمٰن شاہ عبد العزیز محدث دہلوی قدس سرہ جیسے قدسی صفات اکابران دین کو کافر کہنا اور تہمت و عیب عارفانہ در اصل عالم اسلام میں قرب قیامت کے نشانوں سے ایک آسمانی نشان ہے۔ نعوذ باللہ من ذلک۔

لمولفہ

اب صور کو پھونکنے یہ سرافیل سے کہدو — قرآن کے ورق چاٹ جبریل سے کہدو
کعبہ کو گراتے ہیں ابابیل سے کہدو — ہو وقت مدد صاحب انجیل سے کہدو

عالم میں نمودار ہیں آثار قیامت — گرمی پہ ہے ہنگامہ بازار قیامت

عالمان وقت نے وجوہات مذکورہ کو پیش نظر رکھ کر عقاید باطلہ کے روک تھام اور کلمہ گویوں کی تکفیر کے روکنے اور عام جہلا کو گمراہی سے بچانے کے واسطے مولوی نور محمد کی تصنیفات کے جواب میں فتووں کی صورت میں کتاب و سنت سے بہت کچھ لکھا ہے جو مولوی نور محمد کے زہریلے مضامین کے مقابل میں فی الواقع تریاق عراق کا حکم رکھتا ہے۔ اگرچہ وہ تحریرین صرف فتووں کی صورت میں متفرق تھیں مرور زمانہ سے

نایاب ہو گئی ہیں اور ان کے جاننے والے بھی نابود ہو گئے۔ نئے نسلوں کے ہاتھ بدن ہتھیار کے خالی رہ گئے حریفوں کے ہاتھوں میں مولوی نور محمد کی تصنیفات کا پورا نا میگزین بدستور ہے اس کمزوری کو رفع کرنے کے واسطے اور اس کمی کو پورا کرنے کے لئے میں نے دنیا کے ہر گوشہ سے جوں توں کر کے اسی وقت کے علما کے اصلی مہری فتوے جمع کئے اور مولوی نور محمد کی تصنیفات اور اعتراضات کے مقابل میں انکو بھی اس دفتر میں قلم بند کر دیا گویا نقیب الاولیا کا یہ دوسرا دفتر فریقین کے واقعات کا تاریخی کارنامہ ہے جس میں اصول تاریخ کو مد نظر رکھ کر فریقین کے گفتار و کردار کو بلا کم و کاست بیان کیا ہے ہاں یہ ضرور ہے کہ بعض مسائل کے ذیل میں حسب موقعہ مناسب علماء وقت کے فتوون کے سوا حضرت امام ابو المواہب شعرانی کی تصنیفات اور شاہ عبد الحق محدث دہلوی کی تالیفات اور اسی طرح دیگر مستند ائمہ دین کے اقوال سے جا بجا بطور حاشیہ و فوائد ازاد کئے ہیں۔ جیسا کہ بعض بعض جگہ میں لکھا ہے۔

نظم

جبذا ابی بو المواہب کی کتاب — حسن و خوبی میں ہے آپ اپنا جواب
جبذا فہرست اخیار جہان — دفتر احوال ابرار جہان
مخزن اسرار عرفان و بطون — مطلع انوار ربانی شیون
خطبۂ علم و عمل فصل الخطاب — فی المثل دیباچۂ ام الکتاب
نور ماہ معرفت ہے فی المثل — خضر راہ معرفت ہے فی المثل
یہ صحیفہ ہے کہ فرمان سلوک — یا کہ ہے تخت سلیمان سلوک
ہے ادب میں بسکہ مذکور ادب — ہے مگر طغرائے منشور ادب

سرخط علم وعمل ہے یہ کتاب
اپنے فن میں بے بدل ہے یہ کتاب
اسمین ذکر تقوی واحسان ہے
سنت وقرآن کا فرمان ہے
یہ صحیفہ ہے کہ اوستاد سلوک
ہیں مضامیں پاکہ اسناد سلوک
اسکی ہراک سطر موج نور ہے
ہر نقطہ خال جمال حور ہے +
صفحہ پہ ہے جلوہ بین السطور
یا روان ہے عرش پر دریائی نور
ہے مصنف اس کا مرد کاردان
مرد کار افتادہ بسیار دان +
ہے مصنف یا لطیفہ نور کا
سر سے پاؤن تک ہے جلوہ طور کا
اسکی ہراک بات سے چھڑتا ہے نور
یہ فرشتہ ہے مقرر بالضرور
اسکی ہراک بات سے ہے حق عیان
اس کا ہر فقرہ ہے قدسی داستان
مترجم ہیں اسکے صدیق الحسن
عالم فرزانہ دانائے فن +
زبدۂ اصلاب اعیان علوم
خاصہ مستوفی دیوان علوم
نور شمع دودمان مصطفٰے +
برگزین خاندان مصطفٰے
وہ صفا وصدق میں صدر اجل
صاحب دل مجمع علم وعمل
چونکہ تھی تازی زبان میں یہ کتاب
اس سبب سے عام تھی کم بہرہ یاب
اسکو نواب خرد فرگاہ نے
بلکہ اقلیم ادب کے شاہ نے
ترجمہ تازی سے اردو میں کیا
واہ ہے کیا ترجمہ حل سے علے
ترجمان نور ہے یہ ترجمہ
نور شمع طور ہے یہ ترجمہ
ترجمہ اردو کا تو اسکو نہ کہہ
نور پر ہے نور کی اک اودتہ
متن ہے گویا کہ عارض حور کا
حاشیہ اسپر چڑھا ہے نور کا

مرحبا اے ترجمان معرفت
خوب فرمایا بیان معرفت
تجھ سے کار کو آسان کیا
مشکل دشوار کو آسان کیا
دین میں کوشش تری مشکور ہے
عرش پر اس خیر کا مذکور ہے +
خوانده و ناخوانده سب ہیں بہرہ ور
ہے صلائے عام ترے خوان پر
تو ہمارا میزبان ہم میہمان
ہم ترے ممنون ہیں اے میزبان
نعمتوں سے تو نے پالا ہے ہمیں
عسرت غم سے نکالا ہے ہمیں
تو ہمارا منعم ذیجاہ ہے
ہم زمین تو آسمان فرگاہ ہے
علم میں ہے تو کریم ابن کریم
قدر کیا جانے تری کوئی لئیم
ہے دعا میری خدائے عز وجل
تجھکو دے اس خیر کا اچھا بدل
تیرا مرقد نور سے ہو تابناک
پہونچے علیین میں تیری جان پاک
سربسر حق ہے تری گفتار حق
یا الٰہی تجھکو ہو دیدار حق +
اصل نسخہ گو کہ ہے نقصان درد
شافی و کافی ہے درمان درد
تو نے توضیح بیان کے واسطے
رفع رنج درد جان کے واسطے
یعنی حفظ ما تقدم کے لئے +
اوس میں کچھ جز علاوہ بھی افزون کئے
جزو اپنی رائے کا افزون کیا
اصل مفرد کو نیا معجون کیا
ایہا الاحرار ہان اے ناظرین
اے ہمایون فر مبارک سامعین
میرے سیمرغ بیان کا کوہ قاف
ہے یہی قدسی صحیفہ بے خلاف
بو المواہب کی کتاب مستطاب
بلکہ ہے ہر باب میں فصل الخطاب
ہے مری پرکار کا مرکز وہی +
ماخذ گفتار کا مرکز وہی + +

بازکی تکذیب میں تردید میں — اصفیا کے حال کی تائید میں
سلکوں کو میں نے اُسی سے چن لیا — نثر کو پہنایا خلعت نظم کا
اور پہ صدیق الحسن کا حاشیہ — حسب موقع جابجا افزون کیا
اور بھی نامی ثقات معتبر — ہیں میرے سیمرغ کے بازو کے پر
جس جگہ سے جو لکھا ہے مسئلہ — وان مفصل نام اُس کا لکھ دیا

اس دفتر کے مضامین کی فہرست بخوف طوالت ہم اس موقع پر قلم انداز کرتے ہیں لیکن وعدہ کرتے ہیں کہ ان شاءاللہ اپنے معزز ناظرین کی سہولیت کے واسطے بطور ضمیمہ فہرست مرتب کرکے شامل کتاب کرین گے۔ لیکن اس موقعہ پر نہایت ضروری امر یہ ہے کہ ہم اپنے اُن مخدوم محسنون کا شکریہ نام بنام سچے دل سے ادا کرین جنھون نے ہمکو اس کتاب کے مضامین کے فراہم کرنے میں مدد دی ہے۔

شکر سے بڑھتی ہے نعمت لاکلام — شکر ہے فرجام دولت لاکلام
شکر منعم بسکہ ہے شکر خدا — شکر منعم چاہیے کرنا ادا
شکر جو کرتا نہیں انسان کا — گویا وہ ناشکر ہے رحمٰن کا۔

اوّل شکریہ کے مستحق حافظ سید محمد عرف حافظ سادہ ابن عبداللہ ساکن رانیہ ہیں جنھون نے اپنی مہربانی سے مولوی نور محمد کی تصنیفات سے خاص مسائل خود مولوی نور محمد کے قلم خاص کے لکھے ہوئے ہمکو دئے جو ہماری تالیفات اور اضافہ معلومات میں نہایت کارآمد ثابت ہوئے ہیں۔ یہ بزرگ خاص مولوی نور محمد کے حواریون میں سے ہیں مولوی نور محمد کی زندگی میں ہر معرکہ اور ہر ہنگامہ میں اُنکے مددگار اور معاون رہے اب تک زندہ ہیں اور بدستور مولوی نور محمد کے عقیدے پر ہیں۔ یہ شخص پابند صوم و

وہ مولوی نور محمد کے عقائد اور ٹولی کے خاص یادون میں سے یادگار خاص ہیں۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ ہماری طرف سے انکو نیک بدلہ دیوے اور عقائد باطلہ سے توبہ کی توفیق دے۔

دوسرے پیر احمد شاہ جو مولوی نور محمد کے حقیقی نواسے ہیں ہم اُنکا شکریہ بھی نہایت دل پاک سے ہمہ تن ارمان بنکر ادا کرتے ہیں یہ بزرگ نہایت خلیق اور بامروت ہیں ہمارے ساتھ نہایت حسن سلوک سے پیش آئے اور باوجود اختلاف عقائد کے ہمارے ساتھ یکجہتی کے ساتھ برتاؤ کیا اور مولوی نور محمد کی کتاب تیغ تشنہ جیسی حالت میں اُنکے پاس تھی دینے میں دریغ نہیں کیا گو یہ کتاب نہایت شکستہ اور دیمک خوردہ ہے اور کچھ کام اس سے نہیں نکلا تاہم پیر احمد شاہ اپنی مہربانیون سے شکریہ کے مستحق ہیں۔

این کار از تو آید و مردان چنین کنند۔

تیسرے مولوی محمد صدیق ساکن رانیہ یہ ہونہار سعادت مند نوجوان سراپا حسن اخلاق ہے اِنکے بزرگ باپ مولوی نور محمد کی جماعت کے گویا ایک سرگروہ ممبر تھے مگر چونکہ یہ محسن اپنی علمی آزادخیالی سے عملی طور پر بھی خاص پابندیون کی قید سے آزاد ہے ہم خاص طور پر اپنے مکرم محسن کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ فراہمی ذخیرہ معلومات میں ہمکو ہر طرح سے مدد دی ہے یا رب خانۂ احسان آباد۔ مولوی نور محمد صاحب کے عام معتقدین سکنائے فیروزآباد اور کنگاگڈہ بھی ہماری طرف سے شکریہ کے مستحق ہیں کہ وہ سب کے سب ہمارے ساتھ نہایت اخلاق اور محبت سے پیش آتے رہے ہیں اور جو کچھ ہم نے پوچھا اُس کے بتلانے میں دریغ نہیں کیا۔

عالم باعمل فضیلت دستگاہ مولوی سعداللہ صاحب بن حافظ عبدالکریم عرف حافظ ڈھڈھار ساکن رانیہ کا شکریہ جتنا ادا کرین وہ اُنکے احسان کے مقابلہ میں بہت تھوڑا

ہے۔ دوران تحقیقات اور تجسس حالات مولوی نور محمد میں جب میں رانیہ گیا تو یہ حضرت جلال دین دار کے مکان پر میرے ملنے کے واسطے خود تشریف لائے اور نہایت اخلاق سے پیش آئے اور مولوی نور محمد کے چشم دید حالات قلمبند کرائے جنکو میں نے اس کتاب میں بروایت مولوی صاحب ممدوح جا بجا لکھا ہے۔ یہ حضرت مولوی نور محمد کے داماد ہیں ان کے بزرگ باپ اور یہ خود ابتدائی وقت میں مولوی نور محمد کے خاص معتقدین سے تھے علم پڑھکر ان عقائد سے تائب ہوئے میں نے ان کے حالات اور انکے باپ کے واقعات بہت وضاحت سے اس کتاب میں لکھی ہے میں انکی مہربانیوں کا شکر گزار اور ممنون ہوں۔

پانچویں مولوی محمد ابراہیم صاحب منگالوی۔ یہ بزرگ خاص طور پر خاص شکر کے مستحق ہیں اور مولوی نور محمد کے واقعات سے خاص تعلق رکھتے ہیں اور اس میدان کے خاص بہادر ہیں۔ ان کے باپ عبدالحکیم مولوی نور محمد کے ابتدائی وقتوں میں معتقد خاص تھے مولوی ابراہیم صاحب کو مولوی نور محمد کا شاگرد کرایا اور مولوی نور محمد کی کتاب شہباز حرف بحرف اپنے بیٹے کو سبقاً خود مولوی نور محمد سے پڑھوائی اور پھر تحصیل علم عربی کے واسطے اسی دھن میں دہلی بھیجا مولوی محمد ابراہیم صاحب بعد تکمیل علوم متعارفہ خود بھی مولوی نور محمد کے عقاید سے تائب ہوئے اور اپنے باپ سے بھی توبہ کرائی اور مولوی نور محمد کی تصنیفات کے رد میں عربی فارسی پنجابی زبان میں متعدد کتابیں تالیف کیں اور مدت العمر مولوی عبدالرحمن ابن مولوی نور محمد سے معرکہ آرا رہے اور اپنی تالیفات کی روشنی سے سوتروں میں ہدایت کا نور پھیلایا۔ یہ حضرت ہمارے محسنوں میں سے بڑے پرانے کرم فرما ہیں ۱۹۰۹ء میں جب میں خوانیہ علاقہ پانی پت میں ضلع دار تھا یہ میرے پاس آئے تھے از بسکہ درویش سیرت ہیں کچھ مذاق کیمیاگری کا بھی رکھتے ہیں اب بروقت

دورہ سوترہ میں خاص اخلاص سے پیش آئے اپنی تالیفات کا ذخیرہ اور بہت سے علماء پنجاب و دہلی لکھنو مراد آباد کے اصلی مہری فتاوے برد عقائد مولوی نور محمد میری کتاب کے واسطے مجھے دئے جن سے کتاب کی تکمیل میں اچھی مدد ملی۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ خدائے توانا ان امور کی مولوی صاحب کو جزائے خیر دے۔ آمین۔

چھٹے مولوی محمد اسمعیل یہ بزرگ عالم باعمل صوفی مشرب ہیں نہایت باوقار اور حلیم الطبع ہیں موضع کنگن پور میں جو سرسے ملا ہوا ایک چھوٹا سا گاؤں ہے رہتے ہیں۔ میں آپ کی مبارک خدمت میں اپنے مکرم دوست شیخ غلام احمد صاحب سب جج ٹرسر سے کے ذریعے سے حاضر ہوا کریمانہ اخلاق سے پیش آئے اور ایک فتوی مولوی نور محمد کے عقائد کے تردید میں مولوی غلام رسول قدس سرہ قلعہ والوں کے قلم کا لکھا ہوا جسپر دیگر علمائے لاہور کی مواہیر بھی ثبت ہیں مجھے میری کتاب کے واسطے دیا۔ اللہ تعالے مولوی صاحب کو جزائے خیر دیوے۔

ساتویں خان دیجاہ ارجمند خان صاحب ابن شمس العلما مولوی عبدالرحمن عرف دوندی خانصاحب بہادر وزیر ریاست اودے پور رئیس چار کلیانہ وپٹی دار ھانسی کا شکریہ کس زبان سے ادا کیا جاوے اس کتاب کے تالیف کے در اصل محرک یہی ہیں بڑا گران بہا ذخیرہ پرانی کتابوں کا اپنے مرحوم باپ کے کتب خانہ سے اور نیز اپنے دوستوں سے لیکر مجھے دیا اور اپنی کریمانہ فیاضی کا مجھے شکر گزار کیا۔ ہم اپنے اس کریم الطبع فیاض محسن کو نقیب الاولیا کے دربار میں صدارت کی کرسی پر بٹھلا کر دعاؤں کے تازہ تازہ پھولوں کا ہار گلے میں ڈالتے ہیں مبارک ہو۔

آٹھویں شیخ غلام احمد صاحب رئیس ہانسی اس معاملہ میں ہمارے محسن معنوی

ہیں ہمارے محسنوں میں اِن کی شان اور اِن کی سج دھج سب سے نرالی ہے۔ ہمارا دل سچائی
کے ساتھ یہ شہادت تو ضرور دیتا ہے کہ یہ ہمارے حقیقی محسن ہیں مگر ہمکو یہ معلوم نہیں کہ
انھوں نے ہمپر احسان کیا کیا ہے۔ ہمارے اچھی طرح یاد ہے کہ انھوں نے ہم کو کوئی
کتاب نہیں دی بلکہ ہماری ہی ایک کتاب تفسیر حسینی حضرت نے دبالی۔ اب ہم حیران
ہیں کہ ہمارے پہلو میں ہمارا دل کس بنیاد پر چلا رہا ہے کہ ہم اُن کے احسان کا شکریہ ادا کریں

دل وارفتہ کے ہاتھوں سے ہیں تو فضلی لاچار	بے وفائی کا مزہ ورنہ چکھاتا اون کو

پس بنا برین ہم بھی اپنے سچے محسن کے احسانوں کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ ہمارے مکرم محسن کی خلی
خولی باتیں بھی تالیف کتاب میں ہمارے سمند شوق کو تازیانے کا کام دیتی ہیں ہمارے
خوب یاد ہے کہ ہماری غفلت شعاری سے جب ہمارے تالیفات کی رفتار سست
ہو جاتی تھی تو ہمارے مخدوم کے بے باکانہ سخت تقاضوں کی چٹکیاں جو آستاد سے کم
نہ تھیں اگر بنظر غور دیکھا جاوے تو یہ بہت بڑا احسان ہے۔
(۸) اگر میں اپنے کتاب کے محسنوں کے ذیل میں محمد مستقیم مرحوم ابن جلا ذیلدار رانیہ کا
ذکر نہ کروں تو اسمیں کچھ شک نہیں کہ انصاف کا خون ناحق میرے قلم بیان کی گردن
پر ابدالآباد تک رہے گا جسوقت ہم تجسس حالات اور تحقیقات واقعات میں سوتر کا دورہ
کر رہے تھے۔ یہ شخص ہمارے خیالات سے واقف ہو کر خود ہم سے آکر ملا۔ اور فراہمی
ذخیر معلومات میں قابل تحسین حصہ لیا اس کو مولوی نور محمد کے حالات اور اون کے
ہم اعتقاد فرقہ کے عقائد پر خاص نظر نگرانی تھی۔ نہایت دلچسپی کے ساتھ مولوی
نور محمد کے ابتدائی حالات اسنے اپنے قلم سے لکھ کر ہمکو دئے ہمنے اپنی کتاب میں اکثر
اس نوجوان مرحوم کی یادداشتوں کا حوالہ اپنی کتاب میں دیا ابھی ہم سوتر ہی میں تھے

کہ اس کا انتقال ہو گیا انا للہ وانا الیہ راجعون خدا مرحوم کی مغفرت کرے اور اس کی کوششوں
کی جزاء خیر دیوے ہمارے محسنوں کے ذیل میں حکیم علیم الدین ابن محمد بخش چشتی سکنہ اجھروان
اور مولوی عبدالعزیز صاحب خلف مولوی عبداللہ مرحوم سکنہ بیگھڑ اور حکیم محمد منیر ابن غوث
بودلہ بھی شکریہ کے مستحق ہیں حکیم علیم الدین نے ہماری ملاقات مولوی عبدالعزیز سے
کرائی اور مولوی عبدالعزیز صاحب نے ہمکو بہت سے واقعات زبانی اور بعض تحریریں
مولوی محمد سکنہ لکھوکی ان ہی واقعات سے متعلق دیں جو نہایت کارآمد ثابت ہوئیں
ہم اپنے محسنوں کی شکرگزاری کے وقت عارف باللہ صوفی باصفا برگزیدہ انفس وآفاق
شیخ انور علی صاحب صدیقی رہتکی کو ہرگز فراموش نہیں کر سکتے بلکہ نقیب الاولیا کے ثواب
تالیف میں اپنا شریک کرتے ہیں۔ نقیب الاولیا تالیف ہو چکی تھی لیکن بانتظار مزید معلومات
اسکی اشاعت معرض تعویق میں تھی۔ ہمارے مکرم محسن نے از راہ ہمدردی سمجھایا کہ کار امروز
بہ فردا بنا یمگذاشت جو کچھ ہو گیا ہے غنیمت ہے مبادا کہ مزید معلومات آئندہ کی امید پر جو موجود
سرمایہ بھی اشاعت سے رہجائے۔ اپنے محسن کے ہمدردانہ نصائح کو ہم نے غور سے سوچا اور
بلا توقف چھاپہ خانہ میں دیدیا۔ اور اپنے مکرم کی نصیحت پر عمل کیا۔
پیر جی اشرف علی صاحب نبیرہ شاہ رمضان علی متبنہ شاہ محمد عظیم صاحب گیلانی
ہمارے تمام خاندانی بزرگوں کے قدیمی محسن ہیں لیکن انکی جناب میں ہم کو بے تکلفانہ شرف باریابی
حاصل نہ تھا۔ تالیف نقیب الاولیا کے بعد غیب سے اچانک ظاہر ہوئے اور شاہ محمد عظیم
کے مزار مقدس پر مجھے لیجا کر دستار سجادہ نشینی حضرت شاہ محمد عظیم رح کی میرے سر پر اپنے
دست مبارک سے باندھی میرے سر کو جو خاک زمین افتادگی تھا آسمان شرف پر پہونچا
اور نقیب الاولیا کا دفتر اپنے اہتمام میں لے لیا اب ہم اپنے محسنوں کو دعا خیر دے کر

رخصت ہوتے ہیں اور اصل کتاب کو شروع کرتے ہیں۔

ہریانہ میں اسلام کی نازک حالت

اور شاہ محمد رمضان علیہ الرحمۃ کے روحانی فیض کے برکات

(۱) تمہید اس بیان کی یہ ہے کہ جب حضرت اقدس شاہ محمد رمضان علیہ الرحمۃ کے تعلیم وتلقین اور خرق عادات سے جہالت کے مذموم رسوم ہریانہ میوات نواح دہلی کے مقامات سے معدوم ہوگئیں راجپوتوں کے گاؤں کیا مرد کیا عورت جو صدیوں سے تمام ہی نام کے مسلمان کہلاتے تھے آپ کے ہاتھ پر شرک وبدعات کفر ونفاق سے تائب ہوئے قبولیت عام نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی شہرت نے شریعت کے نقارے ہدایت کے بام بیان پر بجائے جیسا کہ ہمنے سیمرغ میں لکھا ہے۔

شرک وکفر سے ہریانہ کی نازک حالت

سیمرغ

۱ ہے جو ہریانہ میں قوم راجپوت — سر بسر ہیں میرے دعوی کا ثبوت

۲ انکا یہ آئین ورہ دستور تھا — ہر کوئی اس رسم پر مجبور تھا

۳ لڑکی جب ہوتی تھی پیدا لاکلام — زندہ درگور اسکو کرتے تھے تمام

۴ یا معا اس بے زبان معصوم کا — باپ یا ماں گھونٹ دیتے تھے گلا

۵ جانتے تھے لڑکیوں کو عار ننگ — انکے جینے سے بہت رہتے تھے تنگ

۶ لڑکا گر ہوتا تو اوس کو پالتے — لڑکیوں کا بوجھ سر سے ٹالتے

۷ لڑکیوں سے ہر کوئی بیزار تھا — تا نہ دیکھے منہ کبھی داماد کا

۸ جانتے تھے کسر شان داماد کو — قتل کرتے دختر ناشاد کو

۹ ہر کوئی بے امتیاز خاص وعام — اس بلا میں مبتلا تھا لاکلام

۱۰ ہوتی تھی لڑکی کہیں پیدا اگر — بس ادھر پیدا ہوئی ماری ادہر

۱۱ ہر قبیلہ میں یہ رسم عام تھی — زندگانی موت کا پیغام تھی

۱۲ لڑکیوں ہی کی نہ تھی کچھ گت بری — شرک سے تھی ملک کی حالت بری

۱۳ سیتلا کو پوجتے تھے جابجا — یہ مرض گویا کہ اک معبود تھا

۱۴ تھی پرستش ہر جگہ اشجار کی — مانتے تھے منتیں احجار کی

۱۵ نور تھا ابر جہالت میں نہاں — شرک کی ظلمت نے گھیرا تھا جہاں

۱۶ ہولی دیوالی مناتے تھے تمام — کافروں کی رسم پر تھے خاص عام

۱۷ مانتے تھے بھوت پریوں کی نیاز — جانتے تھے انکو اپنا کارساز

۱۸ کیا جوان کیا پیر سب مثل زنان — رکھتے تھے اپنے سروں پر چوٹیاں

۱۹ زین خان کی منتوں کا زور تھا — شرک میں کفار کا سب طور تھا

۲۰ ہر گلی کوچہ میں با شور وفغان — تھا علم گوگا کی چھڑیوں کا نشان

۲۱ تھا کوئی لونا چماری کا غلام — ٹونکوں میں جانتا تھا اپنا کام

۲۲ تھا کہیں مریں کا متوالا کوئی — پی رہا تھا دیو کا پیالہ کوئی

۲۳ دل سے تھا پریوں کا دیوانہ کوئی — تھا دم وافسوں میں افسانہ کوئی

۲۴ شیخ سدو کی نیازوں کا تھا زور — مول تھا بکروں کا بس کچھ سے کچھ اور

۲۵ ہر قبر کو شرک سے لیل ونہار — تھا زبان پر نعرہ یا دم مدار

۲۶ تھا کرون کی بھینٹ چڑھتی تھیں کنیز / غیر کے سجدہ میں گھستے تھے جبین
۲۷ جہل کی تازہ تھی ہر رسم کہن / دیس میں تھا سکہ رو کا چلن
۲۸ گودتے تھے نیل سے اپنا بدن / اک نئی تصویر تھا ہر عضو تن
۲۹ میتوں پر سوگ رکھتے سال بھر / بین کرتے انکے حال و قال پر
۳۰ شرک و بدعت کا رواج عام تھا / برخلاف شرع ہر اک کام تھا
۳۱ ظاہر و باطن نہان و آشکار / ہر ادا میں شرک تھا بر روی کار
۳۲ خون تھا شریان میں فسق و فجور / گھل گیا تھا سب کی جان میں کفر و زور
۳۳ جانتے تھے دست بردی کو کمال / شیر مادر تھا انہیں غیرون کا مال
۳۴ جانتا کوئی نہ تھا روزہ نماز / محو تھا نام خدائے بے نیاز
۳۵ سنت و قرآن سے جاہل تھے سب / بدعت و عصیان پر مائل تھے سب
۳۶ الغرض ہر پا نہ بے چون و چرا / جاہلیت میں عرب تھا دوسرا
۳۷ تھا عرب کی جاہلیت کا نشان / فرط شرک و شر سے بے وہم و گمان

شاہ محمد رمضان کے روحانی فیض و برکات

۳۸ ناگہان دریائے رحمت ناگہان / جوش میں آیا بموج فرشان
۳۹ غیب سے ظاہر ہوا ابر کرم + / جسکا سر مرکز تھا نیسان ہم
۴۰ وہ تھم نیسان ابر چشمہ کار + / جوش میں تھا رو کش صد رود بار
۴۱ جھوم کر سارے جہان پر چھا گیا / سر زمین و آسمان پر چھا گیا
۴۲ آب منداس سے ہر اک انبار تھا / اس سے ہر اک قطرہ دریا بار تھا
۴۳ خلق پر برسائے وہ باران فیض / سر بسر عالم ہوا عمان فیض

۴۴ تھا مگر وہ ابر طوفانی ظہور / شرک و بدعت کے لئے فار التنور
۴۵ پردہ اسرار کب تک فضلیا / رمز میں گفتار کب تک فضلیا
۴۶ تا بکے بانگ دہل زیر گلیم + / کھول کر کہہ بات اے مرد سلیم
۴۷ ہیں مخاطب عام اے فرجام فہم / بات کہہ ایسی کہ جو ہو عام فہم
۴۸ شاہ رمضان کو ہوا فرمان حق / یہ کہ اے مستوفی دیوان حق +
۴۹ دے شریعت کا سبق اس قوم کو / ورنہ کھو دیگا حق اس قوم کو
۵۰ یہ عرب ہیں جاہلیت میں تمام / لے با عجاز محمد ان سے کام
۵۱ ہیں یہ مشرک بسکہ کافر ماجرا / مصطفٰے کا معجزہ ان کو دکھا
۵۲ حضرت رمضان نے با عزم درست / وعظ پر باندھی کمر ہمت کی چست
۵۳ قوم کو تعلیم کی تلقین کی + / قوم کو باتیں سکھائیں دین کی
۵۴ قوم کی تھی روزمرہ جو زبان + / مسئلے اس میں کئے سارے بیان
۵۵ سنت و قرآن کا لب لباب / خطبۂ علم عقائد کے خطاب
۵۶ انکو سمجھائے مفصل کھول کر / ٹھیٹھ سوتی انکی بولی بول کر
۵۷ ہو گئی اک آن میں کایا پلٹ / شرک و بدعت کا گیا دفتر الٹ
۵۸ ڈوبتی کشتی کنارے پر لگی + + / ناخداؤں کے اشارے پر لگی
۵۹ قوم کا تھا جو تباہی میں جہاز / چرخ زن تھا جو تباہی میں جہاز
۶۰ حکم سے چلنے لگا بے خوف و بیم / دھار کے بل پر بخط مستقیم
۶۱ ناخدا جب یار ہووے قوم کا / کیوں نہ بیڑا پار ہووے قوم کا
۶۱ واہ کیا تعلیم کیا تلقین ہے + / صاحب تقوی ہر اک بیدین ہے

ہے اثر یہ شیخ کی تعلیم کا	۶۲	یا محمد مصطفےٰ کا معجزہ
قوم نے چھوڑا بری عادات کو	۶۳	شرک کو بدعات کو طامات کو
لب پہ استغفار دل میں خوف حق	۶۴	سنت و قرآن ہوا سب کا سبق
گل ہوا رسم جہالت کا چراغ	۶۵	ہوگیا سرسبز پیغمبر کا باغ
کچھ ہوا ایسی چلی گلزار میں	۶۶	گل کھلے ہیں شاخ نخل خار میں
لڑکیاں لڑکون سے پیاری ہوگئیں	۶۷	باغ مین پھولون کی کیاری ہوگئیں
دین کا سرسبز تھا باغ مراد	۶۸	یاسمن پھولا سر شاخ قتاد
کفر میں بندے تھے جو اصنام کے	۶۹	سربسر تابع ہوئے اسلام کے
یا صنم گو یا صمد خوان ہوگئے	۷۰	یعنی سب مشرک مسلمان ہوگئے
شرک میں ڈنکا بجا اسلام کا	۷۱	راجپوتون کا فلک پر غل ہوا
شرک و شر تھا جن کا میدان مراد	۷۲	کر رہے ہیں نفس کافر سے جہاد
شرک پر سکہ جما توحید کا	۷۳	بول بالا ہوگیا تمجید کا
ہوگیا بازار کھوٹا شرک کا	۷۴	رد ہوا دینار کھوٹا شرک کا
اوندھے چولھے دیوتاؤنکے ہوئے	۷۵	ڈھیر پونے ماسواؤن کے ہوئے
زین خان نے لی رہ ملک فرار	۷۶	لب کو بھولا نعرۂ یادم مدار
کفر پر غالب ہوا حق کا چلن	۷۷	شیخ سدو کا ہوا بکرا ہرن
گل ہوا دیبی کے منت کا چراغ	۷۸	ہے دل شیطان میں حسرت کا داغ
	۷۹	سرنگون گوگا کا جھنڈا ہوگیا
		جوش نار جہل ٹھنڈا ہوگیا

مولوی نور محمد کا شاہ محمد رمضان کے درویشون کی جماعت مین داخل ہونا اور مولوی نور محمد کی خوش اعتقادیان

دنیا میں عام قاعدہ ہے کہ جہان فضل وکمال کی شمع دل افروز روشن ہوتی ہے جہاں کے لوگ پروانہ بنکر جمع ہو جاتے ہیں - اور جس جگہ حسن وجمال کے جلوہ نمائیوں کا بازار لگتا ہے - سودازدگان عشق بھی جان بکف وہیں آموجود ہوتے ہیں - چنانچہ جب آپکے فیض برکات اور فضل وکمال اور تعلیم و تلقین کے نور سے بدعت کی عالمگیر تاریکی کافور ہوگئی - آپ کے روحانی فیض کی روشنی آسمان شہرت پر آفتاب بنکر چمکنے لگی رہروان طریقت کے گروہ کا گروہ تصفیہ[1] باطن وتزکیہ[2] نفس کے شوق میں اطراف عالم سے آپ کے شرف ملازمت میں ذرون کی طرح سمٹے ہوئے آنے لگے آپ کے آستان فیض پر طالبان حق کی آمدورفت کا رات دن تانتا بندھا ہوا تھا دور دراز مقامات سے ٹھٹھ کے ٹھٹھ منزلیں طے کر کے آتے - اور فیضیاب ہو کر قافلہ در قافلہ بانیل مرام[3] واپس جاتے - ان میں سے بہت سے طالبان دید آپ کے ہمرکاب رہتے یہ لوگ درویشون کے نام سے مشہور تھے اسی گروہ میں اسی جماعت کا ایک ممبر باشندہ نواح سونتر کا رہنے والا نور محمد المعروف بہ جوڑا بھی رہتا سہتا تھا - اس شخص کے طور و انداز اپنی زبان حال سے بتلا رہے تھے کہ یہ درویش اپنی جماعت میں کوئی خاص امتیاز حاصل کرنا چاہتا ہے - خوش اعتقادی اور درویشون کی خدمت گزاری میں یہ شخص ضرب المثل تھا اس نے درویشون کے پانی پلانے کا اہتمام خاص طور پر

[1] تصفیہ باطن - قلب کا صاف کرنا ۱۲ [2] تزکیہ نفس - نفس کا پاک وصاف کرنا -
[3] نیل و مرام - اپنے مقصد کو پہونچنا ۱۲

اپنے ذمہ لیا تھا حضرت اقدس کے ساتھ بہت ہی ادب سے پیش آتا - یوں تو تمام درویش آپ کے شمع جمال پر پروانہ تھے لیکن نور محمد جوڑے کا معتقدانہ سوز وگداز بہت ہی پرتپاک تھا عام جلسوں میں خاص طور پر بے باکانہ آپ کے کمالات اور فضائل کے بیان میں ایسی مبالغہ آمیز الفاظ استعمال کرتا جنکا ہونا شریعت کی زبان میں قابل گرفت ہوتا - منع کرنے پر براہین حکم سے صحیح ثابت کرتا - سوہر کے دیرینہ سال اور مسن آدمی جنھوں نے نور محمد جوڑے کو دیکھا ہے - اور ابھی بقید حیات ہیں یہی بیان کرتے ہیں کہ ہمنے نور محمد جوڑے کی خوش اعتقادی کے ترانے بھی اپنے کانوں سنے ہیں اور اسکے انکار کی نقاروں کی آواز بھی ہمارے کانوں کے پردوں میں گونج رہی ہے - اگر دونوں کو ایک ترازو میں تولا جاوے تو عقل سنجیدہ کو یہ اندازہ لگانا مشکل ہوگا کہ اسکے اعتقاد کا پلہ بھاری تھا - یا کفہ[1] انکار جھکا ہوا ہے اسکا مقولہ تھا کہ جس شخص پر شاہ محمد رمضان کی رتھ کی گرد اوڑکر پڑ جائے وہ قطعاً جنتی ہے - جس نے اصحاب رسول کو نہ دیکھا ہو - وہ شاہ محمد رمضان کو دیکھے -

فضلی - ہم کہتے ہیں کہ شیخ الاسلام ذکریا انصاری رحمۃ اللہ نے فرمایا ہے کہ کثیر الاعتقاد صعۃ ولا انتقاد حرمان یعنی بیجا اعتقاد بربادی ہے اور نکتہ چینی بدنصیبی ہے - ابو المواہب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس فقرہ کی شرح اپنی تالیفات میں اس طور کی ہے کہ حد سے زیادہ پیر پرستی مشرک بنا دیتی ہے - اور انکار مطلق برکات اخلاص سے محروم کر دیتا ہے پس اس میں کچھ شک نہیں کہ جوڑے کا حد سے بڑھکر اعتقاد عین گمراہی تھا - اور انکار مطلق حرمان وتباہی ہے - چنانچہ حضرت اقدس شاہ محمد رمضان اسکے اعتقاد کی شدت دیکھ کر فرمایا کرتے تھے - کہ خدا خیر کرے کہ حد سے بڑھنے والے اشخاص کا انجام

[1] کفہ - ترازو کا پلہ ۔

اندیشہ سے خالی نہیں - کیا تعجب ہو کہ کسی وقت یہ شخص اولیاء حق کے حال وقال سے انکار کرے اور ان لوگوں کا امام بنے جو اولیاء حق کی عیب جوئی اور بدگوئی کو عبادت اور عین ایمان سمجھتے ہیں - آخر میں ایسا ہی ہوا - اور کیوں نہ ہوتا حضرت اویس قرنی کا قول ہے - من عرف اللہ لا تخفی علیہ شئ آپ عارف باللہ تھے - خدا نے آپکو کشف باطن عطا فرمایا تھا - من عرف ربہ عرف کل شئ - مشہور مقولہ ہے - للمولفہ

بادہ نوشان خبر تیزی وجوش صہبا	از سر ناصیہ[1] شیشہ ہویدا بینید
دانہ اگر بتدریج[2] شجر خواہد شد	جلوہ گر سرو صفت بر سر غبرا[3] بینید

جوڑے کو اپنی نسبت حضرت اقدس کے یہ سب خیالات معلوم تھے - لیکن بااین ہمہ یہ گندم نما جو فروش اپنی باطنی نفاق کی طرح ظاہری اعتقاد میں مستقل وقائم تھا - جسنے شرف ملازمت کو سعادت سمجھتا - ادب سے پیش آتا - بات بات میں خوش اعتقادی جتلاتا آپ کے حرکات وسکنات کو خرق عادت بتلاتا - ہر ادا میں نیازمندی کا نیا انداز دکھلاتا - اسی طرح مدت مدید تک درویشوں کی جماعت میں حاضر باش حضور اقدس رہا جب کبھی اتفاقیہ آپ سے جدا ہوکر اپنے گھر یا وعظ ونصیحت کے دورہ پر جاتا جس جگہ پہونچتا جہاں قیام کرتا دوران وعظ میں نقارہ کی چوٹ آپکے فضل وکمال کے دمامے بجاتا - جب تک دور رہتا جدائی پر پچتاتا - افسوس کرتا - اپنی غیر حاضری کو محرومی اور بدقسمتی سے تعبیر کرتا - اور جلد حاضر درگاہ ہوتا - اور جب کبھی عرض حال کا موقع پاتا خلافت کی درخواست کرتا اور حاضر باشی سے اسکا اصلی مطلب یہی تھا - جوڑے کی حصول خلافت کے جوڑ توڑ اور اسکے شدت اعتقاد پر یہ فتوی دینا کہ حصول دنیا

[1] ناصیہ - پیشانی - ماتھا ۔ [2] تدریج - درجہ بدرجہ ہونا - تھوڑا تھوڑا ہونا - [3] غبرا زمین گرد آلودہ اور وہ زمین جس میں بہت سے درخت ہوں ۔

کے واسطے خلافت چاہتا ہے یا اُسکا اعتقاد بناوٹی کسی خاص غرض پر مبنی ہے اگرچہ بادیٔ النظر[1]
میں ابھی کسی قدر قبل از وقت ہے لیکن ہمارے امتیاز ناظرین کو مدنظر رکھنا چاہیے کہ پہلے دلی خیالات
جو اسوقت حسن اعتقاد کی خوشنما صورت میں جلوہ نمایاں کر رہی ہیں آئندہ اپنے منہ سے خود
بول اُٹھیں گے کہ ہم تو مرگھٹ کے چھلاؤں کے طلسمات ہیں یا بناوٹی کٹ پتلیاں ہیں جنکو ایک
نیرنگ ساز بازیگر پردوں کی اوٹ میں اپنے دستی کلوں کے بل نچا رہا تھا در اصل یہ فیلسوف[2]
دین کی ٹٹی کی آڑ میں دنیا کو شکار کرنا چاہتا تھا لیکن یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے ۔ کہ جوڑا ایک گاؤں
کا رہنے والا سیدھا سادھا کورا اَنّان تھا اُسکے دل میں یہ خیال کہاں سے پیدا ہوا اور اُسکے دیو بات
گیا ہیں ۔ غیب کا علم تو خدا ہی کو ہے لیکن اُسکے ظاہری اسباب یہ ہیں کہ اس شخص نے اپنے عہد
کے مقبول مشائخ اور معزز علماء و فضلاء مثلاً خواجہ عالم نواز شاہ سلیمان سنگھڑی شاہ نیاز احمد
بریلوی ۔ شاہ غلام علی صاحب نقشبندی شاہ محمد رمضان مہی ۔ مولانا عبد العزیز ۔ شاہ
عبد القادر دہلوی جیسے اکابران دین کو دیکھا تھا ۔ اُنکی دربار داریاں کی تھیں ۔ اُنکا ترک[3] و احتشام
اُنکا اعزاز و اکرام جو غایت شہرت سے محتاج بیان نہیں ۔ سب اس کے آنکھوں کے دیکھے ہوئے
واقعات تھے ۔ اس میں کیا شک ہے کہ یہ حضرات فقیری میں بادشاہت کرتے تھے زمانہ کے
ادنے سے اعلیٰ تک سب اُنکے سلامی تھے بادشاہ و وزراء اسلام کو ترستے تھے دنیا اُنکے
قدموں سے لگی ہوئی تھی جوڑا خوب سمجھتا تھا ۔ کہ یہ سب مذہبی عظمت کے کرشمے ہیں ۔ ورنہ
صورت و شکل آنکھ ناک ہاتھ پاؤں سب انسانوں کو قدرت نے یکساں دی ہیں ۔ اصلی
ترکیب توائم[4] اور قدرتی نسبت میں ایک کو دوسرے پر ترجیح[5] کا حق حاصل نہیں ہے چونکہ

[1] بادی ظاہر ۔ دکھلا ہوا ۔ [2] فیلسوف بمعنی عقلمند [3] ترک بمعنے شان و شوکت [4] توائم ۔ کسی چیز کے پائے جسکی وجہ سے وہ چیز قائم رہے [5] ترجیح غلبہ دینا سا فزوں کرنا ۔

فکر ہر کس بقدر ہمت اوست ۔ ساتھ ہی جوڑے کا ذاتی کمینہ خیال ان حضرات کی نسبت یہ
تھا کہ یہ سب بناوٹی ڈھکوسلے اور ظاہری ہوا بندیاں دنیا کمانے کی ہیں جو کسی بزرگ کو تو اپنی
ذاتی رسوخ سے اتفاقیہ اور کسی کو اپنے آبا و اجداد سے خاندانی ورثہ میں حاصل ہوگئی ہیں اور
کسی کو بحیثیت خلافت کسی نامی بزرگ کی نسبت سے یہ اعزاز ملگیا ہے ۔ اُسکی سوداوی
نظروں میں ان حضرات کے اعزاز و اکرام کی وقعت دنیاوی دوکانداری سے زیادہ نہ تھی
آدمی جہاں دیدہ اور چالاک تھا دنیا داری کی گھاتوں میں صاحب ادراک تھا ۔ چاہتا تھا کہ
میں بھی اسی طرح آرام کی زندگی بسر کروں اور معزز ہو کر رہوں ۔ ایک گروہ کا پیشوا کہلاؤں دنیا
کو اُلو بنا کر اپنا اُلو سیدھا کروں لیکن اپنے خاندان کو ٹٹولا تو صاف جواب ملا کہ اُدھر نہ آنا راستہ
بند ہے ۔ ذاتی رسوخ کو آزمایا تو ہواؤں کے وعدے سے بھی بودا ثابت ہوا ۔ لاچار یہ سمجھ میں
آیا کہ کسی بزرگ کا دامن پکڑ کر منزل مقصود کو پہونچ جاؤں ۔ اسی دھن میں پہلے شاہ سلیمان
سنگھڑی کی بارگاہ عز و جلال میں جا کر آلکھ جگائی ۔ آپکا معتقد ہوا ۔ لیکن گر خداوند ہو سلیمان
کے دو ۔ جب آپ کے دربار میں جگہ نہ پائی نا امید ہوا ۔ اپنا بوریا بدھنا باندھکر شاہ رمضان
کے دروازہ پر دھونی آرمائی آپ خود شاہ سلیمان سنگھڑی کے فیض یافتہ تھے ۔ پیر مرشد کی سنت
کو کیسے ہاتھ سے دیتے بس مدتوں آپ کے درویشوں کی جماعت میں رہا ۔ اور جب موقع
خلافت کی درخواست کرتا تھا ۔ لیکن حضرت اقدس نے اُسکی درخواست کو کبھی وقعت کی نظر
سے نہیں دیکھا اور ہر موقعہ پر یہی جواب پایا کہ ۔ تیرا ظرف خلافت کے قابل نہیں ۔

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش — من انداز قدت را می شناسم

لیکن جوڑے کی ٹکٹکی تو اپنے پیش طاق وصول یعنی حصول خلافت کے دلفریب منظر پر لگی

ہوئی تھی ۔ اُسکے دل خوش کن موہوم امیدون نے اُسے ایسا سبز باغ دکھلایا تھا کہ باوجود حضرت اقدس کی کم التفاتی کے اُسکو بہر نمط اپنی امیدون کا سرسبزی کا پورا یقین تھا ۔ وہ ہر رنگ میں یہ بات ثابت کرتا تھا کہ باغبان قدرت نے میرے خیالات کے باغ میں گل نافرمان کا بوٹا ہی نہیں لگایا ۔ خواہ مجھے کانٹا سمجھو یا پھول ۔ میں ہمہ تن سوسن کی طرح زبان شکر ہون ۔

بدم گفتی و خرسندم عفاک اللہ نکو گفتی
جواب تلخ مے زیبد لب لعل شکر خا را

وہ حضرت اقدس کے اظہار کمالات میں رنگا رنگ تعریفون کے گلدستے سجاتا اور بلبل کی طرح آپکے فضائل کے گیت گاتا ۔ اور بدستور حصول خلافت کی دھن میں لگاتار کوششون میں منہمک رہتا تھا ۔ اسی اثنار میں ایک مرتبہ بعض علمار سوتر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔ جوڑا بھی اُن کے ہمرکاب تھا ۔ حکیم محمد منیر بن محمد غوث پیر اولیا رئیس بیگھڑ نے وثوق کے ساتھ بیان کیا کہ علمار سوتر جو آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جنکی درخواست پر آپنے سوتر میں قدم رنجہ فرمایا انمین شاہ محمد یوولہ میرا دادا بھی شریک تھا ۔ اُسکا بیان ہے کہ علمار سوتر کے ساتھ میں بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا ۔ اور شروع سفر سے آخر تک حضرت اقدس کے ہمرکاب شرف اندوز سعادت رہا ہون یہ تمام واقعات میری آنکھون کے دیکھے ہوئے ہیں جنکی تفصیل یہ ہے ۔ میں بیگھڑ میں رہتا تھا ۔ مجھے اہل اللہ کی تلاش تھی اس دھن میں ایسا محو تھا کہ میرے تختہ دل سے دوسرے سب نقش خیال مٹ گئے تھے ۔ جستجو تھی تو اہل اللہ کی یاد تھی تو اہل ذکر کی ۔ اور سب کچھ فراموش تھا جو سیاح کسی طرف سے بیگھڑ میں آتا میں اُسکے پاس جاتا اور اطراف عالم کے باکمال صاحب نسبت بزرگون کے حالات پتہ سکونت دریافت کرتا ۔ سیاحون کی زبانی اخیار عالم کے

مقدس اخیار اور حیرت انگیز خرق عادات سُنکر میرے دل میں شوق طلب تو ایک سے دہ چند ہوگیا ۔ لیکن ابھی میرے دل نے یہ فیصلہ نہیں کیا تھا کہ کہان اور کدھر جاؤن ۔ اور کس بزرگ کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دون ۔

دامان نگہ تنگ گل حسن تو بسیار
گلچین بہار تو ز داماں گلہ دارد

اسی اثنار میں ناگہان نور محمد جوڑا خدائی فوجدار کی وردی پہنے ہوئے بیگھڑ میں نازل ہوا اور یہین مدرسے ڈالدئیے ۔ تازہ تازہ علم پڑھا تھا طبیعت زور پر تھی ۔ نوجوانی کی ترنگون کا بھوت سر پر سوار تھا ۔ اسپر طرہ یہ کہ کریلا اور نیم چڑھا یعنی آپ اپنے خاندان میں ملّان بھی نئے ہی تھے ۔ مثل مشہور ہے کہ نیا ملا اللہ ہی اللہ کرے پس شریعت کا ظاہری جوش بہت بڑھا ہوا تھا ۔ بیگھڑ میں نہایت شد ومد کے ساتھ امر معروف و نہی عن المنکر کی منادی شروع کردی ۔ اپنی علم کی روشنی سے جہالت کی پرانی تاریک رسمون کو مٹانا چاہا ہر چند جد وجہد کے ساتھ بجلی کی طرح چمکتا تھا ۔ لیکن دین کے اندھون کی آنکھ نہ جھپکی وعظ کے غیض وغضب میں رعد کی طرح کڑکتا تھا ۔ مگر اسلام کی آواز سے لوگون کے کانون ایسے بے بہرے تھے کہ کسی کے کان پر جون نہ چلی ۔ جوڑے کے وعظ وتذکیر کے ہنگامون میں مین بھی شریک ہوتا تھا ۔ جوڑے کی عادت تھی کہ دوران وعظ میں شاہ محمد رمضان کے فضل و کمال کے فسانے اتقا و پرہیزگاری کی داستانیں بیان کرتا ۔ کرامات خرق عادات کے حیرت انگیز کارنامے عوام الناس کو سناتا جوڑے کا بیان تھا کہ جس کسی کو صحاب پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام کے دیکھنے کا شوق ہو وہ چشم بددور شاہ محمد رمضان کو دیکھے ۔ آپ فی زمانہ نہ صرف صورت میں بلکہ سیرت میں بھی ہو بہو مانا باصحاب پیغمبر علیہ السلام ہیں ۔

رباعی

جو چاہے کہ شاہِ مرسلان کو دیکھے — اصحاب پیغمبر زمان کو دیکھے
ہو شوق صحابی پیمبر کا جسے — وہ شاہ محمد رمضان کو دیکھے

دیگر

مقبول زمان زمن میں لاکھوں دیکھے — زیبندہ مکین مکان میں لاکھوں دیکھے
شاہ رمضان سا نہ دیکھا کوئی — یوں دیکھنے کو جہاں میں لاکھوں دیکھے

زبان بزبان شاہ محمد بودلے روایت ہے کہ میں جوڑے سے حضرت اقدس شاہ محمد رمضان کے فضل وکمال اور حقائق معارف کی باتیں سنکر حصول شرف ملازمت کے شوق میں آپ کی قدمبوسی کا ولولہ شوق جذبہ بے اختیار ہو کر دل میں چٹکیاں لینے لگا بیتابی دل نے مجبور کرکے سفر پر برانگیختہ کیا آخر میں نے شوق دیدار میں ہمہ تن ارمان بنکر سفر کا تہیہ کردیا ۔ نور محمد جوڑا کو بدرقہ راہ بنایا حسن اتفاق کہو یا خدا کی رحمت حافظ رحمت موسی کھیڑہ کے رہنے والے اور قاضی غلام محمد فتح آبادی بھی اسی درد میں مبتلا اور اسی شوق میں لبریز دونوں ہاتھوں سے کلیجہ پکڑے ہوئے ہمارے حلقہ رفاقت میں داخل ہوئے ۔ ہم بالاتفاق الحمد للہ کہکر حسن عقیدت کے ساتھ احرام ادب وارادت باندھے ہوئے بیگھڑ سے اپنے کعبہ مقصود یعنی ہم آپ کے وطن مالوفہ کی طرف راہی ہوئے راہ میں قدم قدم پر نور محمد جوڑا حضرت اقدس کی فضائل بیان کرتا تازہ بتازہ آپ کے خرق عادات کے روح افزا لطائف سنا سنا کر ہمارے اعتقاد کو تازہ اور ہمارے شوق کے کالبد میں نئی روح پھونکتا تھا ہم اس کی مہربانیوں کے شکر گزار اور آپ کی محبت کے نشہ میں چور اور سرور شوق میں مست دراوار و شبگیر کرتے ہوئے بانسی پہونچے معلوم ہوا کہ حضرت اقدس شاہ محمد رمضان

بتقریب عرس حضرت قطب صاحب یہیں رونق افروز ہیں ۔ حافظ رحمت ۔ چندو ۔ قاضی غلام محمد نور محمد جوڑا تو فوراً خبر پاکر آپ کی خدمت میں شوق کے پروں سے اڑ کر پہونچ گئے ۔ اور میں اپنی قیام گاہ پر طائر پربستہ کی طرح سواریوں کے دانہ چارہ کے اہتمام میں مصروف رہا مجھے اپنی اس مجبوری پر نہ صرف تاسف تھا بلکہ کبھی تو اپنے رفیقوں کے سبقت پر رشک کرتا تھا اور ان کی خوش قسمتی پر غبطہ ۔ کبھی اپنی دنیاوی تعلقات پر افسوس لیکن زیادہ مجبوری یہ تھی کہ بے زبان سواریاں جن پر میں اور میرے مذکور السبق رفیق بیگھڑ سے سوار ہو کر آئے تھے وہ سب میری ملکیت تھیں انکی خبرگیری اور خدمت گزاری میرا ذاتی فرض تھا ۔ بزرگوں نے سچ کہا ہے کہ تعلقات کی کثرت سالک کے واسطے سدِ راہ منزل مقصود ہے ؎

تو رہ از کثرت اسباب برِ خود تنگ مساز — ادا فہمان چو بوئے گل رہا کردند محملہا

میں اس وقت دست بکار و دل بے یار عجیب کشمکش میں مبتلا تھا ۔ ایک طرف تو سواریوں کے دانہ چارہ کی فکر دوسری طرف آپکی خدمت میں جانے کی بیکلی غرض جوں توں کرکے جلد جلد حوائج ضروری سے فارغ ہوا اور آپ کی قیامگاہ کا راستہ لیا میرے رفیقوں نے میرے پہونچنے سے پہلے ہی میرا ذکر اور میری عدم حاضری کا سبب بندگان حضرت اقدس سے عرض کر دیا تھا ۔ چنانچہ میرے پہونچنے سے پہلے کئی مرتبہ حضرت اقدس نے مجھے یاد فرمایا اور دریافت کیا کہ ابھی شاہ محمد نہیں آیا ۔ رابطہ پیر و مرید اسی نسبت کا نام ہے کہ ادھر تو شوق قدمبوسی میں میں بیتاب تھا اور ادھر حضرت اقدس غائبانہ مجھے بار بار یاد فرماتے تھے ۔

چاہت کا جب مزہ ہے کہ وہ بھی بیقرار — دونوں طرف ہو آگ برابر لگی ہوئی

میرے رفیق جواب میں عرض کرتے تھے کہ ابھی حاضر ہونے والا ہے اتنے میں میں بھی

پہونچ گیا۔ میں ابھی کسی قدر فاصلہ پر تھا کہ میرے رفیقوں نے آتا دیکھ کر حضرت اقدس سے عرض کیا کہ شاہ محمد حاضر ہوگیا ہے۔ آپ نے نظر بھر کر میری طرف دیکھا میں اتنے میں قریب پہونچ گیا۔ حضرت اقدس کھڑے ہوگئے۔ مصافحہ کو ہاتھ بڑھائے اور مجھے اپنے سینۂ فیض گنجینہ سے لگا کر دبایا اور وہ توجہ فرمائی کہ میں بے ہوش ہوگیا زمین پہ گر پڑا خاک اکسیر ہوگئی لوہا پارس سے مس ہوکر کندن بنگیا۔ **لمولفہ**

خاک اکسیر ہوئی فیض اثر کے قربان	اس توجہ پر فدا ایسی نظر کے قربان
للہ الحمد نشان چشمہ حیوان کا ملا +	کامران مجھکو کیا اپنے خضر کے قربان
مرحبا نخلِ طلب میں لگے اثمار مراد	اے میرے نخلِ طلب تیرے ثمر کے قربان

اوسوقت حضرت اقدس کا دربار عالی علماء و فضلاء سے بھرا ہوا تھا دیس دیس کے مشائخ عظام مرید طالب علماء کرام حاضر تھے میری حالت دیکھ کر سب حیران رہ گئے دربار پر ایک سناٹا سا چھا گیا۔ میرے رفیقوں نے گھبرا کر مجھے سنبھالنا چاہا لیکن حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ کوئی فکر کی بات نہیں اسکو بحالِ خود چھوڑ دو۔ اور مجھے اسی حالت بیہوشی میں دربار سے اوٹھوا کر ایک متصلہ حجرہ میں ڈلوا دیا اور اوپر سے چادر اوڑھا دی میں بحالت بے ہوشی از خود رفتہ بیخبری کے نشہ میں چور دنیا اور مافیہا سے مدہوش وہیں پڑا رہا جب ہوش نے بیخودی کی نیند سے جگایا تو کچھ اور ہی کیفیت معلوم ہوئی **لمولفہ**

بیخودم از خودی بروں شدہ ام	عشق از خویشتن برید مرا +

میں کیا کہوں کہ اسوقت میری حالت کیا تھی لطیفہ غیبی کا ایک حیرت انگیز کرشمہ تھا یا اسرار قدرت کے عجائبات کا نمونہ جس کے بیان سے زبانِ گفتگو لال ہے جو لوگ حقیقت کے مزے سے کامیاب ہیں وہ جانتے ہیں کہ جس طرح الفاظ و عبارت

ذائقہ کی کیفیت کا بیان محال ہے اسی طرح بیان حال بھی زبان قال کے بل کی بات نہیں ہے۔ آنزا کہ خبر شد خبرش باز

اے مرغ سحر عشق ز پروانہ بیاموز	کان سوختہ را جان شد و آواز نیامد

لیکن چونکہ خدا کی دی ہوئی نعمتوں پر شکر کرنا خود خدا کا فرمان ہے اور محسنوں کے احسان کی شکر گزاری مومنوں کی شان ہے۔ پس میں اس قدر ضرور کہوں گا کہ حضرت کی نگاہ توجہ پڑتی ہی میرا دل ذاکر اور لطایف جاری ہوگئے۔

منت ایزد را کہ خضر آمد دلیل راہ من	بلی یاران نشان آب حیوان یافتم

خریطہ چہارم

جب عرس ختم ہوا اور میلہ بچھڑ گیا میں اور میرے رفیق اور نیز سوتر کے سربرآوردہ اہلِ دین جمع ہوکر حضرت اقدس شاہ محمد رمضان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ سوتر میں اسلام کی حالت ضعیف ہے شرک و بدعت کا زور ہے لوگ جہالت کے دائرہ میں نقطہ کی طرح مرکز فسق و فجور ہیں قوم آپ کی تلقین اور تعلیم کی محتاج ہے جیسا ہم نے سیمرغ میں لکھا ہے۔

سیمرغ

اک گروہ صالحان بالیقین	آیا سوتر سے حضور شیخ دین
با ہزاران عجز و الحاح کمال	کے سب کرنے لگے یوں عرض حال
الغیاث اے رہنمائے گمرہان +	الغیاث اے ہادی اہل جہان
آئے ہیں سوتر سے ہم فریاد ہے	ہاں مدد کیجے دم امداد ہے
دین کی حالت ہے سوتر میں یوں	زور پر ہے شرک و بدعت کا جنون

سب بڑے چھوٹے غرض خاص و عوام
ہیں خلافِ سنتِ خیر الانام

برخلافِ سنت و احکام اب
کافروں کی راہ پر چلتے ہیں سب

دیوتاؤن کو مناتے ہیں تمام
دیبیون کو پوجتے ہیں خاص و عام

ملک پر چھائی ہے بدعت کی گھٹا
شرک کا طوفان ہے ہر سو بپا

کفر کا ہر گھر میں ہے ڈیرا جما
ہر بشر کا ہی آہ فرماں بھرا

موج زن ہے الامان دریائے شرک
جوش پر ہے سیلِ طوفان ہائے شرک

کیا کہیں سوتر کی حالت بعد ازین
کیا کہیں شرحِ جہالت بعد ازین

مختصر یہ ہے کہ سوتر میں تمام
اس سبب سے اُس کے لا کلام

جہل کا رونق پہ گو بازار ہے
خاص پر یہ قابلِ اظہار ہے

ایک لنجا آدمی سارنگ نام
دشمنِ اسلام و مردودِ انام

موضع بیگھڑ میں نمبردار ہے
قوم کا سرخیل ہے سردار ہے

دیکھنے میں ایک مضغہ گوشت کا
پاؤں سے لنجا ہے پر چلتا ہوا

آدمی کی پیٹھ پر ہو کر سوار
آتا جاتا ہے ہر اک جا بد شعار

بسکہ ہے گاؤں کا مکھیا وہ شریر
حکم میں اسکے ہیں سب برنا و پیر

شرک و بدعت میں ہے وہ ظالم امام
ہیں مقلد اسکے سب خاص و عوام

بسکہ وہ بدکیش و ناہنجار ہے
رات دن اوس کا فقط یہ کار ہے

ہوتی ہے پیدا اگر لڑکی کہیں
یہ لعین فوراً پہونچتا ہے وہیں

فی المثل زاری سے زر سے زور سے
بات بن آوے غرض جس طور سے

لڑکیون کے وارثون کو نابکار
کرکے اپنے ساتھ آخر سازگار

لڑکیوں کو قتل کرتا ہے مدام
تنگ ہیں منجر کے ہاتھوں سے تمام

ہے بجان تیغ کے ہاتھوں سے جہان
الامان صد الامان صد الامان

اپنی کی ہیں شرع میں وہ خواریان
روک دیں آپس کی رشتے داریان

بھائی سے بھائی کا رشتہ بند ہے
ہندؤں کی رسم کا پابند ہے

بھائیوں میں گوت کے کوئی بشر
رشتہ کر لیتا ہے آپس میں اگر

اپنی ہٹ دھرمی سے اونچی بات سے
ڈالتا ہے اسکو نیچی ذات سے

الغرض اس شوم ناہنجار نے
نا سزا مردک خدائی خوار نے

سارے سوتر میں مچایا ہے فتور
زور پر شیطان کا ہے مکر و غرور

ملک میں شیطان کا پھیلا راج ہے
آپ کی تلقین کا محتاج ہے

آپ کا چلنا ضروری ہے وہان
تا رہے اسلام کا باقی نشان

شیخ دانا دل نے سنکر یہ بیان
اہل سوتر سے یہ فرمایا کہ ہان

ایہا الناس اے گروہ نیک پے
ہے ہدایت ہاتھ میں اللہ کے

بندۂ ناچیز کی طاقت کہان
ہان مگر قادر ہے ہر شئی پر خدا

پاک ہے وہ پاک اوس کی ذات ہے
آبرو امت کی اسکے ہاتھ ہے

تم کہو آمین میں کرتا ہوں دعا
قوم کو دکھلائے حق راہ خدا

الغرض حضرت اقدس نے نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ سوز و گداز کے لہجہ میں قوم کے حق میں دعائے خیر فرمائی علماء سوتر و دیگر حاشیہ نشین بساط حضور آمین آمین کہتے تھے دعا کا دردناک لہجہ اور دعا میں آپ کے زار و نالے اور عجز و انکسار کے بے تکلفانہ

حالت کسی اندرونی چوٹ کا پتا بتلا رہی تھی جسکی سنگین ٹیس نے آپ کے آبگینۂ دل کو چور چور
کر دیا تھا اللہ اللہ بزرگان سلف کا اخلاص بھی کیا اخلاص تھا اسلام اور اہل اسلام کے
ساتھ انکی خلوص نیت کا عالم اور امت محمدی کے ساتھ انکا کریمانہ اخلاق جو بعینہ محمدی
اخلاق کا نمونہ تھا اس مخلصانہ ہمدردی اور اسلامی دل سوزی کو تو دیکھو کہ اہل سوتر کا
حال سنکر آپ کس قدر بے چین ہوئے جنکے آثار کے انداز عاے ظاہر ہو رہی ہیں کانٹا کے
پاؤں میں چبھا درد کیلئے محسوس ہوا۔ آگ کہاں لگی جی کس کا جلا اصل بات یہ ہے کہ خواہ کوئی
عالم ظاہر ہو یا اہل باطن جس کسی کو جس قدر قرب جناب رسالت مآب سے ہوتا ہے اسی
قدر وہ شخص اشاعت سنت نبوی میں مستقیم و مستعد اور امت محمدی کا نگران حال ہوتا ہے
جناب رسالت مآب کو اپنی مرحومہ امت کے ساتھ جو محبت تھی وہ محتاج بیان نہیں پس
اولیاء الٰہی جنکو ولایت کا بیش طاق وصول خود بارگاہ نبوت سے یا یون کہو کہ ولایت
آفتاب نبوت کا پرتو ہے اپنے پیارے نبی کی نسبت اور امت کے حال سے کیسے بے پروائی
ہو سکتی ہے یہی سبب تھا کہ حضرت اقدس نے اپنی زندگی کو اشاعت سنت میں وقف
کیا تھا جیسا کہ ہم نے ہر زمانہ کے حالات میں مفصل بیان کیا ہے الغرض جب آپ دعاے
فارغ ہوئے علماء سوتر نے مکرر عرض کیا کہ سوتر میں جہالت کی تاریکیاں آپ کے نور
تلقین کے محتاج ہیں سوتر میں بنفس نفیس آپ کا تشریف فرما ہونا از بس ضروری ہے
نور محمد جوڑا بھی اس جلسہ میں حاضر تھا جو ہر وقت حصول خلافت کے جوڑ توڑ اور وصول
مدعاے ادھیڑ بن میں لگا ہوا تھا وہ ہر پہلو میں اپنی کامیابی کی راہ ٹٹولتا رہتا تھا علماء
سوتر کی تائید میں کھڑا ہوا اور بیان کیا کہ فی الواقع سوتر کا حال اس سے بھی بدتر ہے جہاں ابتر
ہے جیسا کہ ان حضرات نے بیان کیا سارنگ تنبا بنگھڑ کا نمبردار میرا دیکھا ہوا ہے وہ شدت

جہالت اور وفور شرک و کفر میں اپنے زمانے کا ابوجہل ہے اسی طرح فتح آباد میں لدھو
نامی نمبردار کبر و غرور میں فرعون بے سامان ہے سوتر میں دختر کشی کی رسم ان ہی مردکوں
کی پامردی سے زندہ ہے ملک میں بدعت کا سکہ اگر سارنگ کے نام سے رائج ہے تو ضلالت
کا خطبہ ہر گاؤں میں لدھو کے نام پڑھا جاتا ہے۔

آپ کے فیض برکات سے ہریانہ اور تمام ملک ریں سوئے حصار رسوم قبیحہ کے
نجاست سے پاک ہو چکا ہے لوگ فسق و فجور سے تائب ہو چکے ہیں دختر کشی کے دیرینہ رسم
مذموم مفقود ہو چکی ہے۔ لیکن سوتر اور بھٹانہ میں ہنوز خاص و عام اسی بلا میں مبتلا ہیں
سوتر میں آپ کا تشریف فرما ہونا نہ صرف ضروری ہے بلکہ اسلام کی اشد ضرورتوں میں
داخل ہے نور محمد جوڑا بار بار اصرار کے ساتھ اپنی گذشتہ تقریر کو دہراتا تھا اور بیان کی تائید
میں آیات اور شرعی وجوہات پیش کرتا تھا اور زور دیتا تھا کہ آپ سوتر کو تشریف لے چلیں
حضرت اقدس تو اپنی صدی کے مجدد اور بارگاہ نبوت سے اسی خدمت پر مامور تھے کہ گم
گشتگان وادیٔ ضلالت کو راہ راست پر لادیں اور سنت نبوی کی اشاعت اور دین محمدی
کی تجدید فرمائیں ایسے معاملات میں کسی کے اصرار اور سفارش کی چنداں ضرورت نہ تھی اللہ
کا نام لیکر سفر کا تہیہ کر دیا لیکن اس موقعہ پر یہ امر ضرور یاد رکھنے کے قابل ہے کہ نور محمد جوڑے
کا اصرار اس معاملہ میں ایک معنی خیز امر ہے جسکو ہم کسی موقعہ پر آئندہ مفصل بیان کرینگے

حضرت اقدس کا سوتر میں پہونچنا اور بنگھڑ میں وعظ فرمانا آپکے وعظ کی تاثیر سے رسوم قبیحہ سے لوگوں کا تائب ہونا

سارنگ نمبردار بنگھڑ کا آپکی مخالفت کرنا اور لوگونکو بہکانا اشاعت اسلام مین مخل ہونا

باسنادِ معتبر شاہ محمد بودلہ سے روایت ہے کہ حضرت اقدس اپنے درویشوں کی جماعت کے ساتھ ہانسی سے کوچ در کوچ ہر گاؤں اور قریہ میں وعظ فرماتے ہوئے بخطِ مستقیم پکھڑ میں رونق افروز ہوئے جہاں سارنگ تنجار رہتا تھا۔

سیمرغ

حضرت اقدس جنابِ دین پناہ
شمعِ پرور شیخ عرفان دستگاہ

حامیِ دینِ نبی غمخوارِ خلق
رہنمائی میں دلیلِ کارِ خلق

حق کا پیارا مصطفٰے کا لاڈلا
نورِ چشمِ اتقیا و اولیا

وہ سلیمان جاہ درگاہِ بطون
خسروِ معنی شہنشاہِ بطون

حضرتِ صدیق کے گھر کا چراغ
معرفت کے پھول پھل کا تازہ باغ

شاہ رمضان ماحیِ شرک و فتور
برگزینِ حضرتِ ربِ غفور

پہونچے سوتر میں بہ فرگاہِ کمال
اللہ اللہ جلوۂ حسن و جمال

ہمچل درویشان جلو میں ہمرکاب
جسطرح تارے ہوں گردِ آفتاب

تھا عجب فرسواری کا سماں
پیش و پس خیر و سعادت ہمعنان

خیر مقدم کے لئے خود مرحبا
مرحبا کہتا ہوا آگے بڑھا

غیب سے آتی تھی آواز نقیب
حبذا صلِ علیٰ فتح قریب

دوڑی استقبال کو تائید غیب
بڑھ کے خود اقبال نے تھامی رکیب

سایہ گستر سر پہ چترِ فضلِ رب
تھا چنور تھامے ہوئے ہیبت ادب

تھا علم پر پرچمِ فتحِ مبین
پیش و پس تھا لشکرِ علم الیقین

اس تجمل سے وہ سلطانِ زمن
جب ہوئے سوتر میں آکر خیمہ زن

غیب سے آتی تھی یوں آوازِ غیب
ایہا الناس ہاں وہاں بے شک و ریب

انکے صحابوں سے ملتے ہیں عمل
زہد میں ہیں یہ معاذ ابن جبل

حسبۃً للہ ہیں سب انکے کام
انکو ہے ضرار ازور کا مقام

ایسے ہی اخلاق پیغمبر کے تھے
ایسے ہی اوصاف سب عمر کے تھے

حسن صورت وہ کہ گویا چاند ہے
نورِ انجم جس کے آگے ماند ہے

سوتر میں اس وقت جہالت کا آفتاب نصف النہار پر تھا فسق و فجور کی کالی کالی ہولناک گھٹائیں وہاں پر چھائی ہوئی تھیں۔ کفر و نفاق کے بادل آسمان بنکر زمین کو گھیرے ہوئے تھے تمام ملک میں اس سرے سے اس سرے تک شرک و بدعت کا تسلط تھا دختر کشی کا قانون سکہ کی طرح عام طور پر رائج تھا عرب جاہلیت میں جیسا کہ قبیلہ قبیلہ کا بت جدا جدا تھا اسی طرح سوتر میں ہر ایک کام کے واسطے نئی بدعت اور نیا شرک قوم کا مسلمہ آئین ہو رہا تھا کیا مرد کیا عورت کھلے بند کفار کے رسوم کے پابند تھے۔ دھڑلے سے مسلمان دیبی کو پوجتے تھے۔ پیپل۔ جنڈ۔ کیکر کی پرستش کرتے تھے آگ کو دیبی چراغ کو دیوتا جانتے تھے گوگا کو مانتے تھے۔ دودھ۔ اناج۔ مال۔ دھن۔ بیل۔ گائے بھینس پیر استاد ماں باپ کی قسم کھاتے تھے۔

ان کا عقیدہ تھا کہ جس گھر میں آٹھوں پہر آگ موجود رکھی جاویگی وہ گھر نہ صرف افلاس کی تاریکیوں سے محفوظ رہے گا بلکہ آگ کی جوت سے نعمتوں کی برکات کا نور اس گھر کے در و دیوار پر سورج بنکر چمکتا رہے گا۔ جس گھر میں شریہ کا درخت دیکھتے اسکو منحوس سمجھتے۔ عورتوں نے دودھ کا نام برہمن رکھا تھا۔ جاگ لگانے کے بعد کیا مقدور کہ کوئی چھو جائے یا ہاتھ لگا دے نئی بیائی ہوئی گائے یا بھینس کا دودھ جب تک جاگ کے لاگ سے صورت کا نیا چولہ

نہ بدلتا عقیدتاً کسی کو دینا بُرا شگون سمجھا جاتا تھا۔ بھینس یا گائے اگر اتفاقیہ ساتھ بیاہیں سات روز تک انکا دودھ احتیاط سے جدا جدا برتنوں میں رکھا جاتا سات روز کے اندر ایسے دودھ کو اکٹھا کرنا نہ صرف بدفالی بلکہ مال دھن کی تباہی اور خاندان کی بربادی کا سبب مانا جاتا تھا۔

بیمرغ

مرد و زن سب کیا خواص و کیا عوام	مبتلا شرکِ خفی میں تھے تمام
تھا ہر اک دل میں نہاں شرکِ خفی	آشکارا تھا عیاں شرکِ خفی
ہر کسی کو ہر نفس ہر صبح و شام	تھا مقدم دین پر دنیا کا کام
کوئی اچھا کام کرتا تھا اگر	تھی بڑائی نام کی مد نظر
نیتِ انسان مدارِ فعل ہے	نیتوں پر اعتبارِ فعل ہے
نیتوں سے نیکیاں کرتے خراب	گھولتے تھے انگبیں میں زہر ناب
بسکہ کرتے تھے کھلا شرکِ خفی	دیوتا کہتے تھے دیوی کو کبھی
لکڑی یا پتھر کی گڑھ کر مورتیں	جانور کی آدمی کی صورتیں +
اپنے ہاتھوں سے بناتے تھے تمام	خود ہی انکو پوجتے تھے صبح و شام
بیل کی صورت بنا کر خوش نمود	پوجتے تھے انکو سب مثلِ ہنود
گنگا جمنا کی قسم کھاتے تمام	لیتے ازبس ہی ادب سے انکا نام
دھوک دیتے تھے دھکتی آگ کو	دیوتا کہتے تھے کالے ناگ کو
سیتلا کو دھوکتے تھے مرد و زن	پوجتے تھے اس طرح صدہا وثن
کھاتے تھے ہر بات میں سب دمبدم	دودھ کی گائیں کی بیلوں کی قسم

ہو تو انکا کچھ نہ پوچھو ماجرا	تھے جہان میں سیکڑوں انکے خدا
شرک تھا ہر بات میں انکا شعار	تھیں سراسر بدعتیں بر روئے کار

الغرض شرک و بدعات کے ایمان سوز شعلوں سے سوتر اسوقت دوزخ کی بھٹی کا نمونہ بنا ہوا تھا کفر و نفاق کا بازار گرم تھا۔ دین و اسلام کی دوکان تختہ بند تھی۔ لوگوں کی غفلت حد درجہ کو پہونچ گئی تھی احکام شریعت و راہ سنت و کتاب کو کوئی بھول کر بھی یاد نکرتا تھا حافظ رحمت رحمۃ اللہ علیہ چندوہ ساکن موسی کیشرہ نے جنکو شرف بیعت حضرت اقدس شاہ محمد رمضان رضی اللہ عنہ سے حاصل تھا ایک کتاب موسوم بہ تحفۂ ایمانی اُسی زمانہ میں تالیف کی تھی اُس میں نہایت ہی وضاحت اور صراحت سے اُن مذمومہ رسوم اور شرک و بدعات قبیحہ کا بیان کیا ہے جو سوتر میں عام طور پر شائع تھیں۔ حضرت اقدس شاہ محمد رمضان علیہ الرحمۃ یہ حالت دیکھکر حیران رہ گئے اور عجز و نیاز کے ساتھ قوم کے واسطے دعاء خیر فرمائی اور نہایت شد و مد کے ساتھ وعظ شروع کر دیا۔ امر و نواہی کے احکام روزمرہ کے ضروری مسائل کھول کھول کر قوم کو سنائے نیک کاموں کی تلقین کی اور بُرے کاموں سے توبہ کرائی آپ کے روحانی برکات کے فیض سے وعظ کا فقرہ فقرہ حرف حرف دلنشین ہو کر قوم کے دلوں میں جم گیا۔ وعظ کی آواز جس کان میں پہونچی لبیک کہتا ہوا آگے بڑھا اور اپنے سر کو آستانِ شریعت پر جھکا دیا۔

لمولفہ از کارنامہ اسلام

ندانم صلا بود یا نفخ صور +	کہ یکسر بپا گشت شورِ نشور +
زہرائے آہنگ برنا و پیر +	جہان بود یک محشرِ دار و گیر
بہر گوش آوازہ او جا گرفت	زہر گوشہ لبیک بالا گرفت
صلا بود یا رب کہ اعجاز بود +	سکون ہم کزو در تگ و تاز بود

بہ تسخیرِ دلہا زہے دلفریب
کہ از سرخودی بردہ از پا شکیب

خدا جانے وعظ کی دلربا آواز مین اعجاز پیغمبر کا اثر تھا یا خدا کی ہدایت کا فرشتہ توجہ مین مضمر تھا۔ جدہر آنکھ اوٹھا کر دیکھا خارزار شرک وکفر کو گلستانِ توحید بنا دیا جس کسی کو نصیحت کی وہ کتاب وسنت کا دل سے شیدا ہو گیا دختر کشی کا سفاکانہ قانون رائج منسوخ ہوا شریعت کے موافق آپس مین رشتہ داریان ہو کر فوراً عمل شروع ہو گیا مرد وعورت نو عمر بچے شرک وبدعت سے تائب ہوئے۔ آپ کے اخلاص دل کا نور بجلی ہو کر چمکا اور ابر رحمت ہو کر برسا جس سے کفر وشرک کے خرمن جلکر خاک سیاہ ہو گئے اور دین واسلام کا باغ تر وتازہ ہو کر لہلہانے لگا مسائل مین اپنی تالیف کی کتابین۔ اخرگت بلبلِ باغ نبی۔ عقایدِ عظیم۔ رنگیلی۔ سوتر کے علما اور خواندہ آدمیون کو تقسیم فرمائین۔ اور ارشاد فرمایا کہ محلہ محلہ خانہ بخانہ انکا وعظ کیا جاوے۔ یہ کتابین ٹھیٹھ ملک کی موتی بولی مین اسی غرض سے تالیف کی گئیں تھیں کہ ملکی زبان کو آسانی سے ملک کے لوگ سمجھ سکیں جنے سنا ازبر کر لیا۔ جنے پڑھا عمل کی توفیق پائی یہ ایک لطیفہ غیبی تھا۔ جسکے معنے یہ ہین کہ حکیم مطلق نے ازل کے دن قوم کی ہدایت آپ کے وعظ مین ودیعت رکھی ہوئی تھی جس کا ظہور اپنے وقت معہود پر بہت آسانی سے ہو گیا جیسا کہ ہمنے سیمرغ میں لکھا ہے۔

قصیدہ کلام مولفہ

از سیمرغ

حضرت رمضان جہانِ معرفت
مہرِ عرفان آسمانِ معرفت

رازدانِ سنت خیر الانام
عارفِ حق نکتہ دانِ معرفت

خوش خدیو خطۂ فضل وکمال
خواجۂ دین مرزبانِ معرفت

اے مرے مرشد جہان کے پیشوا
دے دلیل کا روانِ معرفت

ناز ہے تیرے عمل پر علم کو
ہے عمل تیر افشانِ معرفت

خیمہ زن ہے تیرے دل مین سرِ حق
ہے تیرا دل آستانِ معرفت

تیری نعمت خانۂ عرفان مین
نعمتون سے پر ہے خوانِ معرفت

تیرے دور فیض علم وفضل مین
ہے فلاطون عشر خوانِ معرفت

آپ کی تالیف وتصنیفات مین
ہے شریعت سے قرانِ معرفت

شرع سے آسان کیا ہے آپ نے
ورنہ مشکل تھا بیانِ معرفت

ہے توجہ آپ کی مشکل کشا
حل نہ ہو کیون چیستانِ معرفت

کر دیا ثابت بیانِ راز سے
ہے شریعت توامانِ معرفت

بلبلِ باغ نبی کا حرف حرف
سر بسر ہے داستانِ معرفت

بلبلِ باغ نبی ہے نے الشل
مرغ قدسی آشیانِ معرفت

آسمانِ معرفت ہے یہ کتاب
ہر سطر ہے کہکشانِ معرفت

ہین حروف اس کے بروجِ چرخِ راز
سب نقطے ہیں روشنانِ معرفت

اسکا ہر ہر حرف دُرِ بے بہا
آپ ہے خوبی مین کانِ معرفت

مرحبا اے بلبل باغ نبی +
مرحبا اے نغمہ خوانِ معرفت

مرحبا رنگ رنگیلی کی بہار ہے
رنگ پر ہے گلستانِ معرفت

رنگ رلیان اڑ رہی ہین باغ مین
مہربان ہے باغبانِ معرفت

ہے بیانِ معرفت یا راہ پر + جا رہا ہے کاروانِ معرفت +
ماجرائے طور ہے اسکا بیان یہ صحیفہ ہے شبانِ معرفت
رازِ عرفان کے بیان میں پاسِ شرع ہے شریعت سائبانِ معرفت
میزبانِ فیض ہے مردِ کریم + مژدہ باد اے مہمانِ معرفت

دیکھو آخرت کو گر دیکھی نہ ہو +
شہرِ شرع مین دکانِ معرفت +

اسمین لکھا ہے شریعت کا طریق ہے حقیقت مین ضمانِ معرفت
اسکا ہر مضمون ہے تابِ شرع سی گوہرِ شہوار کانِ معرفت

مرحبا علمِ عقاید کی کتاب +
ہے گرامی ارمغانِ معرفت +

شرحِ اشعارِ امانی مرحبا + حبذا وہ ترجمانِ معرفت
کیا ہوا جوڑا اگر ہے بد لگام جہل ہو کب ہمعنانِ معرفت
باز کیا اور باز کی پرواز کیا جو اڑے بر آسمانِ معرفت
باز سے کہدو کہ باز آلاف سے جوش پر ہے قہرمانِ معرفت
ہر مرید اس در کا ہے با فرِ فیض پور زالِ ہفت خوانِ معرفت
معرفت باتون سے ہاتھ آتی نہیں فضلیا کب تک بیانِ معرفت
وادیٔ حیرت مین سرگردان ہون ہنوز آہ بھولا ہون نشانِ معرفت
کاروان بچھڑا ہے مجھ سے المدد اے امیرِ کاروانِ معرفت
سرگران ہون جہل سے اے کامگار کر مجھے بھی کامرانِ معرفت +

پردہ دارِ رازِ حق عریان ہو نہین ہو عنایت طیلسانِ معرفت

نغمہ زن فضلی ہے یا گلزار مین
بلبلِ شیوہ زبانِ معرفت +

اگرچہ بیگھڑ مین آپ کے وعظ سے دعوت حق کا استقبال قوم کے دلون نے نہایت ہی تپاک سے کیا لیکن کچھ لوگ ایسے بھی باقی رہ گئے جنکے دلون پر گمراہی کے مہر اور آنکھون پر ضلالت کے پردے پڑے ہوئے تھے چنانچہ سارنگ اُنکا جسکا تذکرہ اس سے پہلے بھی ہم اپنی کتاب مین کر چکے ہین۔ خم ٹھوک کر میدان انکار وخلاف مین ظاہر ہوا اور صاف لفظون مین علانیہ آپ کو اور نیز اپنی قوم کو مخاطب کرکے کہنے لگا کہ شریعت کے احکام ماننے مین ہمکو کوئی عذر نہیں بجز اسکے کہ ہم اپنی لڑکیون کو زندہ رکھکر کسی کا سالہ یا سسرا بننا نہیں چاہتے اور نیز اپنے بڑون کے پرانے ریت کے برخلاف ہم اس عار و عیب کو بھی گوارا نکرینگے کہ چچازاد بہن بھائی کو خاوند اور جورو بناوین چونکہ قوم کی ہدایت خدائے بے نیاز کو منظور تھی آپ کے وعظ کے برکات سے آپس کی رشتہ داریان قائم ہوگئین اور دخترکشی سے خاص و عام نے توبہ کرلی لیکن یہ مردود ابوجہل کی طرح اپنی جہالت پر بدستور اڑا رہا اور اپنے بھائی بندون کے طریق عمل سے مخالفت کرتا رہا۔

آپ کی کرامت سے ایک مدفونہ لڑکی کا زندہ ہونا

ادھر تو بیگھڑ اور نواح بیگھڑ کے دیہات کے خاص و عام جوق درجوق حضرت اقدس شاہ محمد رمضان کی خدمت مین حاضر ہوکر دخترکشی شرک و بدعات کفر و نفاق سے توبہ کرتے تھے اور ادھر سارنگ آپ کے خلاف دخترکشی کی رسوم کے

زندہ رکھنے اور باہمی رشتہ داریون کی مخالفت مین جد وجہد کر رہا تھا۔ اسی اثنا مین ایک شخص حضرت اقدس کے حضور مین حاضر ہوا اور بیعت کی درخواست کی اور عرض کیا کہ مین اون ظالم گنہگارون مین سے ہون کہ جنے اپنی زندہ لڑکی کو اپنے ہاتھون سے زمین مین دفنایا ہے حضرت اقدس نے اوس شخص کو توبہ کرائی اور مرید کیا اور ارشاد فرمایا کہ چلو اور مجھکو وہ جگہ دکھلاؤ جہان لڑکی کو زندہ دفنایا ہے علمار سوتر کی جماعت اور نیز دیگر خاص وعام آپ کے ہمرکاب چلے آپ لڑکی کے مقام مدفن پر تشریف لے گئے اور اُس جگہ کو کندہ کرایا خدائے حیّ قیوم کی قدرت سے ایک برتن مین لڑکی جون کی تون زندہ نکلی آپ نے لڑکی کو پرورش کے واسطے اسکے مان باپ کے سپرد کیا اور مراجعت فرمائی۔

آپ کے دست مبارک پر اس کرامت کا ظہور سوتر مین اشاعت شریعت کے واسطے سونے پر سہاگہ اور تانبے پر اکسیر کا عمل ثابت ہوا اور جتنے لوگ موقع پر حاضر تھے یہ واقعہ دیکھ کر خدا کی قدرت پر عش عش کرنے لگے آپ کی شہرت کا غلغلہ تمام سوتر مین پڑگیا اور لوگون کے دلون مین آپکی عقیدت اور آپ کے فضل وکمال کی عظمت یک سے صد چند ہوگئی۔

اللہ اللہ مخلوق خدا کا بھی عجب حال اور خیال ہے جنکی قسمت مین خدا نے ہدایت پانا لکھا تھا وہ تو آپ کی اس کرامت سے متنبہ ہوکر صراطِ مستقیم پر قائم ہوگئے اور بد رنگ جیسے بدنصیب سحر جادو۔ نظر بندی بتلانے لگے اور اپنی گمراہی پر اڑے رہے۔

سیمرغ

واہ رے فیضا حسرتا واحسرتا +
اولیا کا حال اپنے حال پر

جہل نے گمراہ عالم کو کیا +
اپنے رسم وراہ اپنی چال پر

جہل ونادانی سے کرتے ہین خیال
ہے باسناد دلائل قیل وقال

جانتے ہین انبیا کو آپ سا +
کر رہے ہین ہمسریٔ اولیا

کہتے ہین ہم بھی بشر وہ بھی بشر
ہو بہو ہین وہ ہماری طرح پر

خورد وخوابُ لحم وشحم واستخوان
ہے ہماری طرح سب انمین عیان

آدمی ہین وہ بھی ہم بھی آدمی
انمین کیا بیشی ہے ہم مین کیا کمی

اس سے ناواقف کے پتھر کا نہین
سب ہین یکسان اصل وذات وبنا نہین

لیکن اک کعبہ مین ہے محراب در
دوسرا بیت الخلا مین فرش پر

اس سے ناواقف کہ گل گلزار مین
سب ہین یکسان رنگ مین اثمار مین

لیکن اک زیب گلوئے دلبران
دوسرا ہے رہ مین پامالِ خزان

اولیا کا کرنا اپنے پر قیاس
گھی کے دھوکے مین نہ کھانا وان گیاہ

اولیائے حق سے روگردان نہ ہو
منکرِ رسم ورہِ مردان نہ ہو +

ہین سرافیلِ زمان مردانِ حق
مردہ جان کو زندگانی کا طبق

تازگیہائے دلِ افسردگان
چشمۂ آبِ حیاتِ مُردگان

ان کا دل ہے مخزنِ رازِ کلیم
ان کے ہاتھوں مین ہے اعجازِ کلیم

ہاتھ ہے انکا ید بیضا نشان
ان کے دم مین ہے دمِ عیسیٰ نہان

کرنہ انکارِ کرامت زینہار
ہے کرامت اولیاؤن کا شعار

آمدم بر سرِ مطلب جب بیگھڑ مین آپ کے وعظ سے شریعت کے احکام وسکے رائج ہوکر جاری ہوگئے آپ نے بیگھڑ سے کوچ کا تہیا کیا اور مسلمانون کی نگرانی کے واسطے بیگھڑ مین اپنا خلیفہ حافظ مستقیم اپنے ایک عقیدت مند مرید کو مقرر فرما کر اہل بیگھڑ

کو نصیحت کی کہ ہمکو جاہا قائم مقام سمجھتے رہو یہ بزرگ محبوب النبی مولانا فخر صاحب علیہ الرحمۃ کے وقت سے بیگھڑ میں مقیم اور خوش باش تھے۔ حسبۃً للہ لوگوں کو قرآن شریف پڑھایا کرتے تھے لوگ اس انتخاب پر خوش ہوئے۔

حافظ مستقیم کی خلافت پر مولوی نور محمد کو حسد اور سارنگ کا مولوی نور محمد سے مشورہ اور سازش

اب وہ وقت آپہونچا ہے کہ مولوی نور محمد میدان خلاف میں ظاہر ہو کر علم بغاوت و شماتت اور نقارے کی چوٹ اولیائے الٰہی کے انکار کے دمامے بجائیں لیکن ان مطالب کے سہولت مفہوم کے واسطے ایک مختصر سی تمہید کی ضرورت ہے جس کو ہم بیان کرتے ہیں۔

(مولوی نور محمد کا اصلی وطن رانیہ ہے ہوش سنبھالکر مولوی نور محمد تحصیل علوم ظاہری کے واسطے رانیہ سے رام پور گئے۔ علم پڑھکر رام پور سے جسوقت رانیہ میں واپس آئے تو نواب ضابطہ خان بھٹی رانیہ میں حکمران تھا۔ نواب نے مولوی نور محمد کا رانیہ میں آنا عزت کی نظر سے دیکھا اور مولوی کو احترام کے ساتھ رکھا لیکن صحبت راس نہ آئی چند روز بعد نواب اور مولوی میں ان بن ہو گئی مولوی نے رانیہ کو خیر باد کہا نواب سے ناراض ہو کر بیگھڑ کی سکونت اختیار کی اور شاہ محمد رمضان کے درویشوں کی جماعت میں داخل ہو گیا جیسا کہ ہم اپنی کتاب میں اوپر بیان کر چکے ہیں شاہ محمد رمضان کے درویشوں کی جماعت میں داخل ہونے سے مولوی کا اصلی مدعا حصول خلافت تھا جیسا کہ ہمنے تمہید بیان میں مفصل لکھا ہے۔ اس سے پہلے بیگھڑ میں مولوی کی

آؤ بھگت زیادہ ہوتی تھی جسکے دو سبب تھے۔ اول تو مولوی لوگوں کو وعظ سنایا کرتا تھا لوگ خواہ کیسے ہی جاہل تھے لیکن آخر مسلمان کہلاتے تھے مولوی کو عزت کی نظر سے دیکھتے تھے دوسرے شاہ محمد رمضان علیہ الرحمۃ کا نام اور اعتقاد لوگوں کی سرشت میں خمیر ہو کر گھل گیا تھا اور مولوی بھی شاہ محمد رمضان کا درویش کہلاتا تھا اس وجہ سے اور بھی زیادہ مولوی اور مجھ کی خدمت کو بیگھڑ کے لوگ سرمایہ سعادت سمجھتے تھے۔

اس موقع پر حافظ مستقیم کو خلافت ملنے سے مولوی کی کوشش کا آبگینہ سنگ ناامیدی سے پاش پاش ہو گیا موجودہ ناکامی اور آئندہ کی ناامیدی نے مولوی کو نہ صرف خلافت سے محروم رکھا بلکہ حافظ مستقیم کی خلافت سے روزمرہ کے گذارہ میں بھی فرق آگیا۔ مولوی کو اس ناکامی اور ناامیدی سے سوا تر میں شاہ محمد رمضان کی قبولیت عام نے نہ صرف خلافت سے محروم رکھا بلکہ زخموں پر نمک کا کام دینے لگی۔ سوچ میں تھا کہ کیا کرے۔ ادھر سارنگ تنہا بھی ہاتھ پاؤں مار رہا تھا کہ رخنہ اندازی کی کوئی راہ ملے۔ انجام کار دونوں ہم خیال ہو گئے سارنگ نے مولوی سے کہا کہ آدھا گاؤں تو پہلے ہی سے سنگر والوں سے معتقد تھا اور اب آدھا باقی گاؤں مہم والوں کا مرید ہو گیا اب تجھے کون پوچھے گا۔ تیرا بیگھڑ میں رہنا فضول ہے۔

روایت ہے کہ اس موقع پر سارنگ نے ایک مثل سوتری زبان میں سنا کر اپنا مدعا ظاہر کیا تھا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اے مولوی نور محمد جو کچھ ہوا تم نے دیکھ لیا اب بیگھڑ میں تیرا گزارہ نہیں اگر تو اپنی عزت چاہتا ہے تو اس تالی میں کتا ڈال دے یعنے شاہ محمد رمضان کی اشاعت اسلام میں رخنہ ڈال۔ مولوی نے جواب دیا کہ میں تنہا ہوں اکیلا کیا کر سکتا ہوں سارنگ نے کہا میں تیرا ساتھی ہوں اور میرے ساتھ میں اور صد ہا آدمی ہیں جو تجھے امداد دینگے

دونون نے ایک دوسرے کی امداد کو غنیمت سمجھا کیونکہ دونون کا خیال ایک تھا اور اسی خیال پر دونون نے عہد و پیمان کیا اور رخنہ اندازی کی راہ ڈھونڈنے لگے۔

بیگھڑے سے فتح آباد کو کوچ اور لدھو نامی تومن دار کا آپ کے خرق عادات سے متنبہ ہو کر تائب ہونا

حضرت اقدس شاہ محمد رمضان علیہ الرحمۃ جب بیگھڑ کی تلقین اور تعلیم سے کامیابی کے ساتھ فارغ ہوئے تو علماء سوتر نے عرض کیا کہ فتح آباد مین ایک شخص لدھو نامی تومن دار ہے جو اپنی قوم مین سردار اور مو کہیا مانا جاتا ہے یہ شخص جہالت مین دو سا سار نگ ہے تمام قوم اسکے اشارہ پر چلتی ہے اگر یہ شخص سمجھانے سے سیدھا ہو گیا تو قوم کی قوم راہ راست پر آجائے گی آپ نے علماء سوتر کے مشورہ پر کاربند ہو کر بیگھڑ سے فتح آباد کو کوچ فرمادیا۔

اہل فتح آباد نے آپ کی تشریف آوری کی خبر پاکر عقیدت مندی کے ساتھ نہایت عزت اور احترام سے آپکا استقبال کیا اور آپ کو فتح آباد مین لے گئے دعوت پیش کی آپ نے ارشاد فرمایا کہ پہلے تم دعوت اسلام قبول کرو بعد میں ہم تمہاری دعوت قبول کرین گے۔ لوگون نے سر جھکا دیا اور عرض کیا کہ ہمکو احکام شریعت بسر و چشم منظور ہین آپ نے وعظ فرمایا اور کفر و شرک سے لوگون کو توبہ کرائی اور فرمایا کہ دختر کشی سے باز آؤ اور کفار کی طرح آپس کی رشتہ داریون کو عیب اور عار نہ سمجھو لدھو تومن دار یہ فقرہ سنکر چونکا اور آگے بڑھا اور عرض کیا کہ یا حضرت آپکا سب فرمانا اور شریعت کے سب احکام ہمارے سر آنکھون پر ہین جسکو ہم دل سے قبول کرتے ہیں لیکن لڑکیون کو زندہ

رکھکر کسی کا خسر یا سالا بننا یا بھائی بہن چچا۔ طایا۔ ماموں۔ پھوپھی کی اولاد مین رشتہ داریان کرنی ہمسے نا ممکن ہے گو کھانا آسان ہے اور ان کامون کا ہونا مشکل ہے وعظ کے بھرے دربار مین آپ لدھو تومن دار کی تقریر سنکر برافروختہ ہو گئے اور طیش مین آکر فرمایا کہ اچھا تمکو اپنے فعل کا اختیار ہے یہ نہ کرو اور گو کھاتے رہو جسکو تم اچھا سمجھتے ہو۔ اسی وقت آپ اپنے ساتھیون سمیت بھوکے پیاسے کوچ کر دیئے اور ایک کس پر موضع خان پور مین جو شاہ محمد بود لہ آپ کے مرید کا مکان تھا پانی پینے کے واسطے لب سڑک پچاوے کے قریب پہونچکر گھڑی سواری قیام کیا اور پانی منگوایا شاہ محمد بود لہ مصر ہوا کہ آج آپ یہین قیام فرماوین۔ ابھی یہ گفتگو ختم نہ ہوئی تھی کہ فتح آباد کے صدہا آدمی لدھو تومن دار کو چارپائی پر لئے ہوئے آپکی خدمت مین پہونچے اور عرض کیا کہ لدھو تومن دار کی حالت غیر ہے جبوقت سے آپ ناراض ہو کر تشریف لائے ہیں لدھو تومن دار کے منہ سے ہر سانس کے ساتھ پائخانہ آتا ہے۔ لدھو تومن دار اور ہم سب شریعت کی دعوت قبول کرتے اور دختر کشی سے توبہ کرتے ہیں اور اقرار کرتے ہیں کہ اگر حضرت اقدس واپس فتح آباد تشریف فرما ہونگے تو ہم آج ہی سے آپس کی رشتہ داریون کا عمل درآمد شروع کر دینگے۔

حضرت اقدس نے اہل فتح آباد کی خطا معاف فرمائی اور لدھو تومن دار کے حق مین دعائے خیر کی فوراً اسکا مرض جاتا رہا اور اسی وقت فتح آباد واپس تشریف لائے اور باہمی رشتہ داریون کا عمل درآمد اپنے سامنے جاری کرا دیا۔ مولانا روم علیہ الرحمۃ نے کیا اچھا فرمایا ہے۔

اولیا را ہست قدرت از الٰہ گفتۂ او گفتۂ اللہ بود +	تیر جستہ باز گرداند ز راہ + گرچہ از حلقوم عبداللہ بود۔ لہ

فتح آباد سے عیالکی کا کوچ اور دیگر دیہات سوتر کا دورہ لمولفہ

ساقیا ہاں بادہ گلفام دے	بادۂ عرفان کا بھر کر جام دے
جام دے وہ جسکا ہو فرجام نیک	دین و دنیا میں ہو جس سے نام نیک
مرحبا اے ساقئ فرخندہ پے	ہے ہدایت جسکا نشہ وہ مے
واسطہ پیر مغان کا ساقیا	شاہ رمضان کے پیالے سے پلا
شاہ رمضان مست مستان ازل	شاد کام بادۂ علم و عمل
مسکش خمخانۂ وحدت وجود	مست و سرشار مئے جام شہود
نور تابان چراغ مقبلان	کعبۂ جان قبلۂ صاحبدلان
اعتقاد اہل عرفان یقین	اوستاد مومنان پاک دین

حضرت اقدس شاہ محمد رمضان جب اہل فتح آباد کی تعلیم و تلقین سے فارغ ہوئے تو علماء سوتر نے عرض کیا کہ سوتر میں عیالکی - اہروان - بھونہ - ڈوہانہ وغیرہ بڑے بڑے دیہات اور قصبات ابھی اور بھی باقی ہیں جہاں آپ کے وعظ اور التفات باطنی کی ایسی ہی اشد ضرورت ہے جیسا کہ فتح آباد و بیگھڑ میں تھی - ان دیہات کا دورہ کرنا اور وہاں کے باشندوں کو فسق و فجور سے توبہ کرانا ضروری بلکہ اشد ضروری ہے ورنہ یہ کام ادھورا رہجاویگا - پس حضرت اقدس نے قاضی غلام محمد اپنے ایک مستعد مرید کو فتح آباد میں خلیفہ مقرر فرمایا اور عیالکی کو کوچ کیا - عیالکی سے اہروان - بھونہ وغیرہ تمام سوتر کے چھوٹے بڑے دیہات کا دورہ فرما کر لوگوں کو شرک و کفر و بدعات سے توبہ کرائی - آپ کے وعظ اور تعلیم و تلقین کی برکتوں سے ملک کے لوگ نہ صرف تائب ہوئے بلکہ ذاکر و شاغل اور ہر فرد بشر خاص طور پر متقی و پرہیزگار بنگیا - دختر کشی کے ظالمانہ

رسم بند ہو گئے اسلام کے اصول کے موافق آپس کی رشتہ داریاں عام طور پر ہونے لگیں - چوروں نے چوری چھوڑ دی رہزنوں نے قزاقی سے توبہ کی بے نمازی اور کاہلان دین جہاد نفس غازی ہو گئے گھر گھر میں ہر ایک مرد و عورت چھوٹے بڑے کی زبان پر نماز روزے کے مسائل اور ذکر و فکر کا چرچا تھا - سوتر کے وہ جہلا جو جہالت میں عرب جاہلیت کا نمونہ تھے آپ کے وعظ اور روحانی تربیت سے صاحب حال اور اخلاص عمل سے صاحب مقام اور باکمال ہو گئے - خدائی قدرت کے قربان پلک جھپکتے یا تو کفر و شرک فسق و فجور کا سرچشمہ مشہور تھا یا آپ کے فیض وعظ اور باطنی برکات سے چند ہی روز میں وادیٔ مقدس بن گیا - آپ کے وعظ اور باطنی توجہات کے حیرت انگیز تاثیر کا نقشہ حافظ رحمت علیہ الرحمۃ ساکن موسی کھیٹر نے اپنی ایک سی حرفی میں کھینچا ہے جسکو ہم ذیل میں بجنسہ لکھتے ہیں یہ شخص اس سفر میں شروع سے آخر تک آپ کے ہمرکاب رہا ہے - بزرگ مصنف نے دوران سفر میں آپ کے اخلاق حسنہ اور فضائل کمال اور باطنی برکات کی تاثیر بچشم دید اس نظم میں نہایت سادہ الفاظ میں قلمبند کئے ہیں جس کا ہر ایک فقرہ اور ہر ایک مصرعہ اپنے دعوے پر خود دلیل ہو کر صداقت کی شہادت دے رہا ہے -

الف	الف اللہ رحمن رحیم خالق رازق ہے قدیم + جس کیتوں کیتا سلطان	رب جبار ستار کریم ہو باد و سدا فضل عظیم + حضرت ہادی شہ رمضان	(۱)
(ب)	بسم اللہ بعد درود اول نور محمد بود + کیتے خلقت دوہیں جہان	اور پر دوست رب ودود نور جیدی تعیین موجود حضرت ہادی شہ رمضان	(۲)

(ت) تصدیق کران اقرار +
ہوئے خلیفہ وارو وار
میرا ایہو دین ایمان +
(ث) ثابت میرا دین و اسلام
مینوں تیرے گھر دی سام
تک کہلا ہن پر نقصان
(ج) جہان اندر روشنائی +
تو ہیں نے شرع دی چال سکھائی
کامل کیتا دین ایمان +
(ح) حلال حرام جتایا +
کھول کتابان وعظ سنایا
کفر شرک دا کل بیان
(خ) خالق تینوں آپ ودھایا +
دہن مائی جس تینوں جایا
دیکھ جہان ہو قربان
(د) دسیا تدھ حکم الٰہی +
خلقت آہی وچہ گمراہی
نے تائین لا ہندوستان
(ذ) ذکر کرن دا دل سکھایا

دلتہین منشا چارے یار (۳)
کل صحاب تجا رکبار
حضرتِ ہادی شاہِ رمضان
برکت تیری نال تمام + (۴)
دو ہین جہانی تیرا الدم +
حضرتِ ہادی شاہِ رمضان
خالق سچے بہت ودیائی (۵)
تجلی خلقت رستہ پائی +
حضرت ہادی شاہِ رمضان
رہبر ہوکے راہ دکھایا (۶)
تجلیاں لوکاں نوں سمجھایا
حضرت ہادی شاہِ رمضان
دن دن ہویا قرب سوایا (۷)
علم و حلم سبہ تدہ وچ پایا
حضرتِ ہادی شاہِ رمضان
ظاہر کیتا امر و نواہی (۸)
دور کیتی ایہہ تباہی +
حضرتِ ہادی شاہِ رمضان
راہِ فکر دا بھی سمجھایا + (۹)

باطن اندر سیر کرایا +
جنہاں نصیب ہویا عرفان
(ر) رہبر توں اساڈا ہو + +
وعظ نصیحت وا ہل جویا +
شرع دی کھیتی دا کرسان
(ز) زیادہ تیرا شوق اسانو +
گلو چہ تیر طوق اسانو +
جوین بلند بہشت مکان +
(س) سواری تیری آئی +
دی اسلام دی پہیتر دہائی
جتھے پھریا شیر جوان
(ش) شرع دی لذت پائی +
پھر شاہا تینوں ظاہر آئی
دتی تینوں رب سبحان
(ص) صفائی باطن والی + +
جو در تیرے آوے سوالی
روضہ تیرا باغ جہان
(ط) طالب جو ترے دل آیا +
نال شتابی مقصد پایا

سکیناں نوں شاہ بنایا
حضرتِ ہادی شاہ رمضان
کفر و شرک دا دل سب کھویا
تخم وحدانیت دا بویا +
حضرتِ ہادی شاہ رمضان
دن دن تیرا ذوق اسانو
دیے تیرا ذوق اسانو
حضرتِ ہادی شاہ رمضان
کفر شرک دی فوج بھجائی +
شرع شریف دی رسم لگائی
حضرت ہادی شاہ رمضان
باطن اندر ہوئی صفائی +
سر باطن دی روشنائی +
حضرت ہادی شاہ رمضان
جو دتی تینوں رب لو الی +
رب نہ رکھے اسنو خالی
حضرت ہادی شاہ رمضان
صادق ہوکے عمل کمایا +
جس گھر پھریا تیرا سایا

	او تھوں نس گیا شیطان	حضرت ہادی شاہ رمضان
(ظ)	ظاہر توں جگ وچ آیا	برہمن پنڈت سبکورو یا
	حق نے فکر اوہناں دا کھویا	بہت بدنیاں دست سنگویا
	دیکھ کراں بن تیرا شان	حضرت ہادی شاہ رمضان
(ع)	عین عجائب تیرا سایا	جان تہہ دلی وعظ سنایا
	یک فرنگی دوڑا آیا + +	ترت فرت ایمان لے آیا
	ہور میں کی کراں بیان +	حضرت ہادی شاہ رمضان
(غ)	غرور تکبر والے +	پنیدے جھڑے خم پیالے
	دیکھ تینوں ہوئے خوشحالی	تائب ہو چھڈن بدچالے
	تابع تیرے جن وانسان	حضرت ہادی شاہ رمضان
(ف)	فرخ نگر توں اندر آیا + +	ایک عورت نوں جن واسایا
	کسی عامل دے قید نہ آیا	سن کے تیرا نام سدھایا
	کیا تیرا ننن حیوان +	حضرت ہادی شاہ رمضان
(ق)	قصہ ست دھیان والا	قتل اولاد اوہناں دا چالا +
	مار دھیا ۔ کردے منہ کالا	اوتھے گیوں توں گڈھ کسالا
	دیکھ تینوں ہوئے حیران	حضرت ہادی شاہ رمضان
(ل)	لکھ کروڑ عمل دی سائی	ڈھونڈن ڈورے جا بجائی
	تیری سانی نہ کوئی پاوئے	عیب اسادے توہیں پاٹے
	کریں شفاعت لائیں تران	حضرت ہادی شاہ رمضان

(م)	مدت تیری آسا دے ساوتے	در تیرے دی آئی کھتے
	کھائی پی تے رہندے ستے	علم عمل بین رہی و گنتی
	سائل تیری توں دیہہ لسان	حضرت ہادی شاہ رمضان
(ن)	نزبھدی گھائی بھاری	آگے دسی قبر اندھیری
	پل صراط دی بہت خواری	اوتھے ہوسے تیری یاری
	اللہ کرسے کل آسان	حضرت ہادی شاہ رمضان
(ہ)	ہول نزعدا نہ مین کھاوان	منہ تھی کلمہ آکھ سناوان
	راضی ہو قبر وچ جاوان	اوتھی یاری تیری پاوان
	ہون جواب کل آسان	حضرت ہادی شاہ رمضان
(ل)	لگی جان قیامت ہوون	اوٹھ اوٹھ گرہ کھلون
	آتش دیکھ دوزخ دی روون	سدھ بدھ ساری اپنی کھون
(الف)	اگے پھر پل آوے	اوتھوں رب آسان لنگھاوے
	تیرے نال بہشت دکھاوے	مگر محمد صاحب دیلاوے
	حاضر اوتھے کل مسلمان	حضرت ہادی شاہ رمضان
	رحمت عاجز کرے پکار	دیلی دنبہ ہو کانمباران
	توہیں لس ساڈہاں ساران	درہ تیری وچ کیا دم ماران
	جان اپنی یوں کراں قربان	حضرت ہادی شاہ رمضان
(ی)	یاری تیری دہ ہیں جانی	ما پیو سیری مال آسانی
	ہور استاد برادر جانی	کہاون جنت دے مہانی

دیکھیں حوران نے غلمان ۴		حضرت ہادی شاہ رمضان	

یہ سہ حرفی ظاہر میں ایک معمولی نظم ہے جو ایک با اخلاص مرید نے جوش عقیدت
میں اپنے باکمال پیر کے مناقب میں لکھی ہے لیکن جب بنظر تامل اسکے معانی پر غور کیا جاتا
ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ ایک عارف کامل نے اپنے سیر منازل سلوک کے دریا اور واردات
دلی کے سمندر کو کوزے میں بھر دیا ہے اور اپنے مرشد کامل کے جمال حسنات اور علو مقامات
کو نامحرموں اور نااہلوں کی نظر بد سے بچانے کے واسطے کنایات اور اشارات کے پردوں
میں ان اسرار مخفیوں اور معارف طریقت کو بیان کیا ہے جو اسکو اپنے پیر کے پیروی
و مرشد برحق کے فیض صحبت سے حاصل ہوئے ہیں ہم ان کنایات و اشارات کی شرح
بزرگان دین کے کلام سے کرتے ہیں تاکہ طالبان حق پر مرید اور پیر یعنے مادح و ممدوح دونوں
کی شان اور صلابت دین ظاہر ہو جاوے اور معلوم ہو جاوے کہ حضرت اقدس شاہ
محمد رمضان کس پایہ کے شیخ تھے اور انکے تربیت کا مریدوں کے حق میں کیا اثر تھا یارب ہمارے
بیان کو عقیدت مندوں کے واسطے باعث مزید عقیدت اور منکروں کے واسطے سامان
ہدایت فرما آمین ثم آمین۔

اس سی حرفی کے متعدد بند ہیں۔ پہلے اور دوسرے اور تیسرے بند میں مصنف علیہ الرحمۃ
نے بالترتیب حمد و نعت و منقبت اصحاب کبار کا بیان کیا ہے ترتیب بیان سے ثابت
ہے کہ مصنف کوئی عامی آدمی نہیں ہے بلکہ آداب شریعت کا پابند اور حفظ مراتب میں
پورا استاد ہے چونکہ ہر ایک مرید اپنے پیر کے حسن تربیت کا آئینہ ہوتا ہے پس شریعت میں
مرید کے آئینہ حال سے پیر کا جلوہ کمال ظاہر ہو رہا ہے۔
چوتھے بند میں مصنف حضرت اقدس شاہ محمد رمضان کو مخاطب کر کے بطور اظہار شکر

نعمت عرض کرتا ہے کہ میرا دین و اسلام آپ کی برکت سے ثابت ہوا ہے
دین و اسلام کا ثابت ہونا اس حلاوت سے مراد ہے کہ بمضمون حدیث لا یومن احدکم حتی
اکون احب الیہ من والدہ و ولدہ والناس اجمعین یعنی جب مومن سالک کو اپنے ماں باپ
اور اولاد اور سب آدمیوں سے زیادہ محبت جناب رسول مقبول سے ہو جاتی ہے اور یہ اس وقت مومن ہوتا ہے کہ
حلاوت بدون استقامت شریعت کے حاصل نہیں ہوتی اور حصول استقامت بدون
شیخ کامل کے ناممکن ہے۔ اکابران دین نے اپنی تصنیفات میں تعلقات پیر و مرید کے مسئلہ
کو جا بجا بہت ہی وضاحت سے بیان کیا ہے۔ چنانچہ حضرت محمد یحییٰ المعروف بہ شاہ
خوب اللہ الہ آبادی اپنی مکتوبات کی جلد ثالث مکتوب پنجم میں تحریر فرماتے ہیں۔ دین عبارت
ست از دو چیز عقائد و اعمال و استقامت این ہر دو از برکت صحبت پیر حاصل شود۔

	دست در دامن پیری زن اندر غیب		ہر کہ با نوح نشیند چہ غم از طوفانش	

علم عقائد در متن کتب کلامیہ و غیرہ مبسوط است۔ و اعمال دو نوع است یکے بجوارح
تعلق دارد و آن دو قسم است کردنی و ناکردنی و دیگر متعلق است بقلب و آن آنست کہ جانند
کبر و بخل و حقد و حسد و ریا و نفاق و غرور و سخط و امثال و وجوب اجتناب ازین از مہلکات است
احتراز ازان واجب است و صبر و شکر و صدق و اخلاص و توبہ و توکل و تفویض
و رضا و آنچہ بدان ملحق از منجیات و سبب حصول درجات و این معانی ہرگز بے معتقد
کامل و پیشوائے واصل حاصل نگردد۔

	مرد بے پیر سیم قلب بود کہ ستانند درین بازار		سکہ قلب نقد مردان نیست درمے را کہ مہر سلطان نیست	

وان علم حرفی پیش نبود گفتہ اند النقطہ فی صحرۃ حاز تھا الخلوۃ وانیہا

بجوم و داس مالها الصدق و آنگر گفتہ اند لیس الاعتبار بالمحرقہ انما الاعتبار بالمحرقہ
این حرفت تزکیہ جوارح از گناہ و تصفیہ دل از اخلاق ذمیمہ و تخلیہ سر از محبت غیر خدا تعالی
است و ہیچ حرفتے و صنعتی بے استاد ممکن نیست و ہمچنین این معانی بے پیر کامل امکان ندارد

پیر کامل نہ پیر عمر دراز	پیر عاشق نہ پیر درد و نماز
پیر کامل نہ پیر موئے سفید	پیر واصل نہ پیر بیم و امید

و حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میفرماید احب العباد الی اللہ الذین یحببون اللہ الی عبادہ و یحببون عباد اللہ الی اللہ و این حدیث در عوارف است کہ مصنف عوارف است و کار مشائخ ہمین است کہ مرید آنرا در اعمال و اخلاق متابعت حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میفرمایند و آن موجب محبت باری تعالی است لقولہ تعالی ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ و ہر کہ بدیشان مے پیوندد او را بتوبہ و تقوی و احسان دعوت میکنند و این ہمہ اسباب محبت است ان اللہ یحب التوابین ان اللہ یحب المتقین ان اللہ یحب المحسنین

ہر کہ تفتیش با ارادت کشد	خاتم کارش بسعادت کشد

لہ تصوف ایک قسم کا کسب یا پیشہ ہے جسکی دوکان تمامی ہے اور آلات دینی اور سی کا اوزار اور بہ اور سامان یعنی اسکی مالیت سچائی ہے۔ محمد طہ

لہ اللہ تعالی کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب وہ لوگ ہیں جو اللہ کو اسکے بندہ کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اللہ کے بندہ کو اللہ کی طرف رجوع کرتے ہیں

لہ اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو ہماری اتباع کرو۔ اللہ تم کو دوست رکھیگا۔

لہ بیشک اللہ توبہ کرنے والوں اور پرہیزگاروں اور احسان کرنیوالوں کو محبوب رکھتا ہے ۱۲ محمد طہ

و مرید آنرا از اخلاق ذمیمہ تصفیہ میدہد چنانکہ آئینہ دل مصفا میشود و انوار عظمت الٰہی تعالی شانہ در دل ظہورے پذیرد

سعدی حجاب نیست تو آئینہ صاف دار	زنگار خوردہ کے بنماید جمال دوست

مصنف علیہ الرحمۃ نے اس بند میں پہلے اپنی اصلی حالت بیان کی ہے کہ دین پر نقصان تھا۔ اور پھر بطور اظہار شکر نعمت یہ جتلایا ہے کہ اے پیر باکمال با آنکہ میں پر نقصان تھا مگر تیری تلقین کی برکات اور فیض صحبت سے میرا دین اسلام ثابت ہو گیا۔
جب ہم ایک مرید صادق کے بیان کو اکابران دین کے اقوال اور قرآن و سنت کے احکام سے موازنہ کرتے ہیں تو ثابت ہوتا ہے کہ حضرت اقدس شاہ محمد رمضان کی ذات بابرکات اون حسنات کا مجموعہ ہے جو علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل کی شان کے شایان ہو۔
پانچویں اور چھٹے بند میں مادح کا بیان ہے کہ جہان شرک اور کفر کی تاریکیوں سے بھرا ہوا تھا اللہ نے اس تاریکی کو نور ایمان کی روشنی سے بدل دیا۔ خلقت گمراہ تھی خلقت کا دین و ایمان ناقص تھا۔ تونے گمراہوں کو صراط مستقیم دکھایا اور شریعت کی چال سکھائی۔ حرام و حلال جتلایا۔ کتابیں کھول کھول کر وعظ سنایا۔ رہنما بنکر سیدہا رستہ دکھایا۔ کفر و شرک کے کل بیان سنائے۔
مصنف نے ان دونوں بندوں میں وہ واقعات بیان کئے ہیں جو سفر سوتر میں آپکے ہمراہ رہکر اپنی آنکھ سے دیکھے تھے۔ اس سے کون انکار کر سکتا ہے کہ مشاہدات است میں جس شیخ کی یہ حالات اور واقعات ہوں جو اوپر بیان کئے گئے ہیں اُسکے فضل و کمال اور اقبال ولایت سے انکار قرآن و سنت سے انکار ہے۔

لہ میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے پیغمبر کے مانند ہیں ۱۲ محمد طہ

اس موقع پر زیادہ تر یہ امر قابل غور ہے کہ قائل ایسے پیر کا تربیت یافتہ ہے کہ کسی حالت میں شریعت کی حد سے اس کا قدم باہر نہیں پڑتا۔ مرید کی صلاحیت دین اپنے بزرگ کے علو مقامات کا پتہ بتا رہی ہے۔ وہ تعریف تو اپنے پیر کی کر رہا ہے اور ہدایت کو خدا کی طرف منسوب کرتا ہے۔ یہ غایت درجہ مرید کے اتباع شریعت کا ہے۔ کیونکہ کوئی شک نہیں کہ ہدایت منجانب اللہ ہو کما قال اللہ تعالیٰ۔ انک لا تھدی من احببت ولکن اللہ یھدی من یشاء۔ پس جس شیخ کے مرید کا اتباع شریعت یہ ہے اس کے شیخ کا مقام کیا ہوگا۔ قیاس کن زگلستان من بہار مرا۔

ساتویں بند میں مصنف اپنے پیر کو مخاطب کر کے عرض کرتا ہے کہ خدائے بے نیاز نے آپکو ولایت وہبی کا یہ درجہ دیا ہے جس سے روز بروز آپ کا مرتبہ درگاہ رب العزت میں بڑھتا ہے۔ آپ علم و حلم کے جامع ہیں آپکو دیکھ کر اہل جہان آپ سے محبت کرتے ہیں۔ تمام نشانیاں اہل اللہ کی ہیں۔

آٹھویں بند میں مصنف کا بیان ہے کہ اے میرے ہادی شاہ محمد رمضان ہندوستان سے لنکا کے ملک تک خلقت گمراہ ہو رہی تھی تو نے امر و نواہی اور حکم الٰہی ان کو سنایا تیری بات کی تاثیر سے اور ہندوستان کے لوگ سب شریعت کے تابع ہو گئے۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ اوصاف اور یہ تاثیر خاص اولیاء الٰہی کی ہے۔ چنانچہ حضرت محمد یحییٰ المعروف بہ شاہ خوب اللہ الٰہ آبادی علیہ الرحمۃ مکتوب پنجم جلد ثالث میں اولیاء الٰہی کا نشان یہ فرماتے ہیں۔

۱؎ ترجمہ۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تحقیق جس کو تو چاہے ہدایت نہیں دے سکتا اور لیکن جسکو اللہ چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔

اشعار

سہ نشان بود ولی را ز تحت آن معنی ❊ کہ چو روئی او بہ بینی دل تو بہ دگر آید
دوم آنکہ در مجالس چو سخن کنی ز معنے ❊ ہمہ راز ہستی خود بہ حدیث در ربا ید
سوم آن بود نشانے ولی اخص عالم ❊ کہ ز ہیچ عضو او را حرکات بد نیاید

مصنف کے بیان اور اکابران دین کے فرمان کے مطابق اولیاء الٰہی کے سب نشان حضرت شاہ محمد رمضان کی ذات ستودہ صفات میں پائے جاتے ہیں جیسا کہ مصنف نے ساتویں اور آٹھویں بند میں آپکے مناقب بیان کئے ہیں ہمیں کچھ شک نہیں کہ ایسے شیخ باکمال کے فضل و کمال اور ولایت کا انکار عین گمراہی اور سراسر دین کی تباہی ہے۔

نویں بند میں مصنف اپنے واقعات واقعی اور نیز اپنے دوسرے پیر بھائیوں کے دیکھے ہوئے معاملات کا بیان کرتا ہے اور کہتا ہے کہ آپ نے ذکر اور فکر کا رستہ سکھایا اور سمجھایا اور پھر تصدیق کرتا ہے کہ آپ نے باطن کے مقامات کی سیر کرائی گویا ہم بالکل فقیر بینوا تھے اس دولت سے تو نے ہمکو بادشاہ بنا دیا۔ اور صرف ایک دو ہی کو بادشاہ نہیں بنایا بلکہ جو تیری درگاہ میں حاضر ہوا وہ دولت عرفان سے مالا مال ہو گیا۔

دسویں بند میں اس دولت کی تشریح کرتا ہے اور لوگوں کو صاف لفظوں میں جتلاتا ہے کہ وہ دولت کیا تھی۔ کہتا ہے کہ ہم کفر اور شرک میں مبتلا تھے تو ہمارا رہبر بنا اور کفر و شرک سے ہمیں بچایا۔ تو نے وعظ اور نصیحت کا ہل جو ہمارے دل کی زمین میں توحید کا بیج بو دیا۔ تو بالکل شریعت کی کھیتی کا کسان ہے۔ ہمارا حاصل بالکل شریعت کا پھل ہے اللہ اللہ کیا صاف بیان۔ یہی پیری اور مخلصانہ مریدی ہے اور یہی اولیاء الٰہی کی شان ہے

گیارہویں بند میں مصنف اپنے شوق اور نیز اپنے پیر بھائی یعنی آپ کے دوسرے مریدوں

کے اشتیاق کا حال بیان کرتا ہے اور کہتا ہے کہ ہمارے گلون مین تیری محبت کا طوق ہو آپکے ساتھ ہمارا ذوق روز افزون ہے۔ اور وہ ذوق ایسا ذوق ہے کہ گویا ہم بہشت کے مکان کو اپنی آنکھون سے دیکھ رہے ہیں۔

یہ بھی اولیاء الہی کے نشانون سے ایک نشان ہے جیساکہ ہم اوپر بیان کرچکے ہیں۔

بارھوین بند مین مصنف اون واقعات کا خاص طور پر بیان کرتا ہے جو سوتر کے دورہ مین مصنف نے آپ کی ہمراہ رہکر اپنی آنکھون سے دیکھے تھے وہ یہ کہ جب وقت آپ کی سواری سوتر مین آئی۔ کفر و شرک کی فوجین سب بھاگ گئین اسلام کی دہائی پڑگئی۔ اے شیر جوان جہان تیرا گزر ہوا۔ وہان شرع شریف کا قانون برائے نام ہی جاری نہیں ہوا۔ بلکہ ہم نے شریعت کی لذت پائی اور اسکا مزہ اوٹھایا۔ ہمارے باطن صاف ہوگئے اور ہم نے اپنے دلون مین علانیہ طور پر نور دیکھا۔ اور یہ حال اون سب لوگون کا ہے جو تیری درگاہ مین حاضر ہوئے۔ یعنی جو طالب تیری طرف رجوع ہوا اُس نے صادق ہوکر عمل کیا اور بہت ہی جلد اپنے مقاصد مین کامیاب ہوا۔ خلاصہ یہ ہے کہ جس گھر پر تیرا سایہ بھی پڑگیا وہان سے بھی شیطان بھاگ گیا۔ انتہا اس نظم مین یہ غایت کمال آپ کی ولایت کا ہے جسکی تصدیق اوس حرفی کا مصنف عالم ربانی اپنی صداقت بیانی سے کررہا ہے۔

سترھوین بند مین مصنف آپ کے وعظ کی تاثیر کا ایک حیرت انگیز واقعہ بیان کرتا ہے اور آپکے خرق عادات سے ایک نمونہ پیش کرتا ہے۔ اوس کی تفصیل یہ ہے کہ آپ بالعموم اکثر جمعہ کی نماز دہلی مین پڑھاکرتے تھے۔ بعد نماز جمعہ وعظ بھی فرمایا کرتے تھے آپ کے وعظ کی نسبت یہ مشہور ہوگیا تھا کہ غیر مذہب کا جو آدمی آپ کا وعظ سنتا ہے وہ فوراً مسلمان ہوجاتا ہے۔ اوس زمانہ مین ایک فرانسیسی عیسوی مذہب شہر دہلی مین کسی منصب جلیلہ پر مامور تھا

اُسکے اردلی کا چپراسی آپ کا مرید تھا فرانسیسی نے بھی یہ قصہ اپنے اردلی سے سنا تو اسکو یقین نہ آیا اور کہنے لگا کہ مسلمانون کا یہ مبالغہ ہے جو اپنے مذہب کے ایک عالم کی تعریف مین محض از روے تصنع کرتے ہیں ورنہ یہ امر نا ممکن ہے۔ اور اس اردلی سے کہا کہ اچھا کسی روز ہمکو بھی اُنکے وعظ مین لیچلو مگر شرط یہ ہے کہ اگر آپکے مولوی کے وعظ نے ہمکو مسلمان نہ بنایا تو تمکو فوراً عیسائی ہونا پڑیگا چپراسی نے کہ آپکا عقیدت مند مرید ذاکر شاغل آپکے فضل و کمال سے واقف تھا اور جو کچھ چپراسی نے بیان کیا تھا وہ امر واقعی تھا چپراسی نے اطمینان کے ساتھ یہ معاہدہ منظور کرلیا اور کہا کہ آئندہ جمعہ کو پھر آپ آوین گے اور وعظ فرماوین گے اُس روز آپ میرے ساتھ وعظ مین چلین۔ چنانچہ جمعہ آئندہ کو حسب معمول آپ بھی تشریف لائے نماز پڑھی اور وعظ شروع کیا۔ چپراسی فرانسیسی صاحب کو لیکر وعظ مین حاضر ہوا۔ دوران وعظ مین آپ نے ایک نظر بھر کر فرانسیسی کی طرف دیکھا۔ نہ معلوم نظر مین پیغمبر خدا کا معجزہ چھپا ہوا تھا یا جناب موسے کلیم اللہ کا ید بیضا۔ فرانسیسی وعظ سنکر بیتاب ہوگیا زار زار رونے لگا اور بھرے دربار وعظ مین دست بستہ عرض کیا کہ مجھے مسلمان کرلیجے۔ آپ نے اسکو اسلام کی تلقین کی اور کلمہ پڑھایا۔ فرانسیسی کو مسلمان ہونے کے بعد اسلام مین وہ مزہ آیا کہ نوکری چھوڑکر آپ کے درویشون کی جماعت مین شامل ہوگیا۔

انتہا اس نظم مین کفار اور غیر مذاہب کے لوگ جنکا تعداد کثیر مین آپکے دست مبارک پر مسلمان ہونا آپ کی ذات بابرکات کی خصوصیات سے تھا چنانچہ ہر آینہ۔ سیاحات سوتر مین ہزارون کافر آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے۔ اور بلا مبالغہ لاکھون نے کفر و شرک سے آپ کے ہاتھ پر توبۃ النصوح کی جسکو تمام دنیا جانتی ہے۔ اور جنکے دیکھنے والے اسوقت بھی دنیا کے ہر گوشہ مین خال خال پرانے آدمی زندہ موجود ہیں۔ اولیاے امت مین ایسی

کرامات کا ظہور اُن مشائخون کی ذات سے متعلق ہے جنکو جناب رسالتمآب سے قرب ظاہری وباطنی نصیب ہوتا ہے۔ اصطلاح قوم مین ایسی ولایت کا نام ولایت محمدی ہے اِس سے اگلے بند مین مصنف علیہ الرحمۃ پھر آپ کے فیض ہدایت کو بیان کرتا ہے۔ کہتا ہے کہ مغرور اور متکبر جو فرط نخوت سے دنیا مین کسی کی بات بھی نہیں سنتے تھے اور ہمیشہ شراب نوشی اُنکا کام تھا وہ تجھے دیکھکر ایسے خوشوقت ہوئے کہ شراب اور اپنی بد افعالیون سے تائب ہوگئے۔ ہریانہ شوتر مین عام قاعدہ تھا کہ آسودہ لوگ اپنے گھرون مین شراب بناتے تھے اور اُس کا استعمال اس کثرت سے کرتے تھے کہ نشہ اُنکی طبیعت کا خمیر ہوگیا تھا۔ آپ کی نصیحت سنکر سب تائب ہوگئے۔ اور توبہ کے بعد پھر کسی نے شراب کا استعمال نہیں کیا۔ یہ بھی آپ کی ایک کرامت ہے جو اولیا الٰہی کا خاصہ ہے۔ ورنہ مشاہدہ بتلا رہا ہے کہ علما ظاہر کے پند و نصائح مین یہ اثر نہیں ہے کہ جو گناہ یا جو فعل نامشروع کسی شخص کی جزو عادت ہوگیا ہو وہ اپنی تقریر سے اُسکو دور کردین۔ اس سے اگلا بند بھی تصدیق طلب ہے۔ واقعات یہ ہیں کہ فرخ نگر مین ایک بلوچ عورت پر جن کا سایہ ہوگیا تھا وہ ہمیشہ مادرزاد برہنہ رہتی تھی اور جن کے ہاتھون طرح طرح کی تکلیفون مین مبتلا تھی۔ یہ عورت ایک مالدار و معزز خاندان کی بہو بیٹی تھی اُس زمانہ مین جس قدر عامل مشہور زمانہ تھے دور دراز فاصلون سے بلائے گئے۔ سب نے فرداً فرداً اور باتفاق اپنا عمل کیا۔ جن کسی کے قابو مین نہیں آیا مرض بڑھتا گیا جون جون دوا کی۔ سب عامل جو اپنے فن مین کامل اور شہرۂ آفاق تھے ناکام واپس گئے اور عورت بدستور اسی بلا مین مبتلا رہی اتفاقاً حضرت اقدس شاہ محمد رمضان بتقریب وعظ فرخ نگر مین رونق افروز ہوئے ورثاء عورت آپکے حضور مین حاضر ہوئے اور اپنی مصیبت کا دردناک قصہ سنایا اور عورت کی حالت بیان کی آپ نے فرمایا کہ ہمارے اجداد کا جنات سے پرانا عہد ہے ہم عمل سے کسی جن کا علاج

نہیں کرتے۔ لیکن جاؤ۔ اور اُس جن سے کہدو کہ فقیر رمضان سلام کہتا ہے اور پیام دیتا ہے کہ یہان سے چلے جاؤ اور پھر نہ ستاؤ اب یہان رہا گر ہے۔ چونکہ لوگونکو آپ سے بہت اعتقاد تھا جو کچھ آپ نے فرمایا اُسکے مطابق پیام لیکر بیمار عورت کے مکان کی طرف راہی ہوئے ابھی مکان تک نہیں پہونچے تھے بلکہ پیام لیجانے والے راستہ ہی مین تھے کہ خود وہ جن آپ کی خدمت مین حاضر ہوگیا اور دست بستہ عرض کرنے لگا کہ مجھے آپکا پیام معلوم ہوگیا ہے آپ کی تعمیل ارشاد مین مجھے کچھ بھی عذر نہیں۔ عاملون کے زور عمل سے تو میرا جانا بالکل محال تھا لیکن کاملون سے مقابلہ کی مجھے طاقت نہیں۔ اب مین جاتا ہون فقط آپکے سلام کے واسطے حاضر ہوا ہون۔ جن کی گفتگو تمام حاضرین دربار نے علانیہ سنی اور سلام کی آواز کے بعد ایک سیاہ رنگ کا پارہ ابر جاتے ہوئے سب نے دیکھا اور ادھر عورت ہوش مین آگئی اور اپنے آپ کو برہنہ دیکھکر کپڑے مانگے۔ فرخ نگر اور نواح فرخ نگر مین آپکی یہ کرامت مشہور ہوگئی۔ اور سینکڑون آدمی فرخ نگر اور خرم پور وغیرہ دیگر دیہات کے آپکے ہاتھ پر کفر و فسق سے تائب ہوئے۔ اولیائے الٰہی کے علامات سے ایک علامت یہ بھی ہے کہ کرامت ایسے ہی موقع پر دکھلاتے ہین جہان ظاہر و باطن دین اسلام کو امداد ملے۔ اس مین کچھ شک نہیں کہ آپ پیغمبر خدا کے نائب ہین اسلام کے حامی تھے۔ اور آپ کا ہر فعل دین کی خدمت تھی اور یہی اولیائے الٰہی کی پہچان ہے۔

اسکے بعد اسی حرفی مین مصنف علیہ الرحمۃ ایک اور واقعہ اپنے چشم دید واقعات سے آپ کی کرامت کا بیان کرتا ہے۔

وہ یہ ہے کہ سوتر مین عام دستور تھا کہ جس شخص کے لڑکی پیدا ہوتی تھی فوراً یا تو گلا گھونٹ کر ماردیجاتی تھی یا ایک برتن مین بند کرکے زمین مین دفن کردیتے تھے۔

موضع جھنڈا علاقہ پٹیالہ ملحقہ سوتر میں ایک شخص کے پے در پے یکے بعد دیگرے سات
لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ ملک کی رسم کے موافق ماں باپ کا طریق عمل یہ تھا کہ جو وقت جو لڑکی
پیدا ہوئی اسکو ایک برتن میں زندہ بند کرکے اپنے مکان کے ایک گوشہ میں دفنا دیتے تھے
ساتوں لڑکیوں کے ساتھ یہی عمل کیا اور ساتوں کا مرقد ماں باپ کے مکان کا ایک گوشہ
تھا۔ جب جناب ولایت مآب حضرتِ اقدس شاہ محمد رمضان علیہ سوتر کی درخواست
پر سوتر میں تشریف فرما ہوکر۔ ملک کی تعلیم و تلقین میں مصروف ہوئے۔ ہر ایک کو دختر
کشی سے منع فرماتے تھے۔ جب موضع جھنڈا علاقہ پٹیالہ میں پہونچے اور وعظ فرمایا دوران
وعظ میں اس شخص نے عرض کیا کہ یا حضرت میں دختر کشی سے اب کیا توبہ کروں میں نے
اپنی سات لڑکیوں کو اپنے ہاتھوں سے زندہ درگور کیا ہے۔ آپ نے مجمع کثیر میں اوس
شخص سے دریافت کیا کہ جس جگہ لڑکیونکو دفنایا ہے وہ جگہ ہمکو دکھلا دو۔ اور مجمع کثیر کے
ساتھ موقع پر تشریف لے گئے۔ تماشائی لوگونکا ہجوم کثیر آپ کے ہمرکاب تھا۔ آپ نے
لڑکیوں کے باپ کے نشاندہی کے موافق اوس جگہ کو کندہ کرایا خدائے حی قیوم کی قدرت سے
ساتوں لڑکیاں سات برتنوں میں جدا جدا زندہ صحیح و سالم برآمد ہوئیں۔ آپ نے پرورش
کے واسطے قوم میں لڑکیوں کو تقسیم کر دیا۔ تمام موضع اور آس پاس کے مواضعات کے
بہت سے آدمی جو موقع پر موجود تھے آپ کی اس کرامت کو دیکھکر حیران ہوگئے اور آپکے
فضل و کمال کے قائل ہوکر کفر و نفاق اور دختر کشی سے سب نے توبۃ النصوح کی آپ کے
خرق عادات کا شہرہ تمام سوتر میں ہوگیا اور تمام ملک متقی و پرہیزگار بن گیا۔ اور آپکی
محبت لوگوں کے دلوں میں سوچ کا کام دینے لگی اور ملک کا ملک آپکے اشارہ پر چلنے لگا
اسی قسم کی ایک کرامت بنگر میں بھی آپ کے ہاتھ پر ظاہر ہوئی تھی جسکو ہم اوپر بیان کرچکے ہیں

جب اللہ تعالیٰ کو اپنے فضل و کرم اور وفور رحمت سے کسی قوم کی ہدایت منظور ہوتی ہے تو
اپنے بندگان خاص سے کسی بندے کو خلعت ولایت پہنا کر اور دستاویز خرق عادات و کرامت
دیکر ہدایت کی خدمت پر مامور فرماتا ہے۔ اور اشاعت شریعت کا کام اوس سے لیتا ہے جس
ولی کے ہاتھ پر احیائے موتے کی کرامت کا ظہور ہوتا ہے اسکو مصطلاح قوم میں ولایت عیسوی سے
منسوب کرتے ہیں چنانچہ اپنے وقت میں حضرتِ اقدس شاہ محمد رمضان موصوف بصفات
ولایت احیای موتے و احیائے سنت اور اشاعت اسلام و قرآن کے واسطے نائب پیغمبر
علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اپنے صدی کے مجدد تھے۔ ولایت محمدی اور ولایت موسوی اور عیسوی
کی جامع تھی۔ ولایت میں آپکا مقام نہایت عالی تھا۔ اولیاء اللہ کے تمام صفات جو احادیث
اور قرآن اور بیان اہل کشف و یقین سے ثابت ہیں وہ سب آپکی ذات میں جمع تھے۔
مشائخان وقت مثلاً شاہ عبدالعزیز قدس سرہ و شاہ سلیمان سنگھڑی آپ کو ہمیشہ احترام
کی نظر سے دیکھتے تھے مشائخان وقت میں آپکا رتبہ ایسا تھا جیسا ستاروں میں چاند۔
شیخ کامل کے نشان صفات جو بزرگان دین نے بتلائے ہیں وہ سب آپ میں موجود ہیں۔
رسالہ مرادمریدیہ مصنفہ عمدۃ اللغات مولانا خواجگی کیری کے حوالہ سے حضرت شاہ محمد یحیٰ المعروف
بہ شاہ خوب اللہ الہ آبادی تحریر فرماتے ہیں کہ در شیخ سہ چیزے باید۔ عشقی بکمال و عقلی تمام
و علمی بسیار۔ عشق بکمال برائے آن مے باید کہ اگر عشق بکمال نداشتہ خود کامل نتواند شد
و عقل تمام برائے آن مطلوب ہست کہ اگر احمق بود از کمال خود بے بہرہ ماند پس تکمیل
دیگراں چگونہ متصور شد و علم بسیار برائے آن در کار ہست کہ از تعبیر و قائع مریدان
و طالبان در نماند۔

سید علم اللہ جالندھری مرید حضرت شاہ بھیکہ علیہ الرحمۃ نے نزہت السالکین میں صفات

شیخ کامل کے چار گانہ شمار کیے ہیں فرماتے ہیں کہ در طریقت شرائط پیری بسیار ہست کہ مجمل آن چہار چیز ہست علم و حلم و عشق و عقل اما علم شہادت ہست تعلیم شریعت کہ تزکیہ جوارح ہست الخ و اما حلم اشارت ہست بہ طریقت کہ تصفیہ قلب ہست بہ تبدیل ذمائم بمحامد پس شیخ باید کہ پاک باشد از اخلاق ذمیمہ مثل کبر و عجب و بخل و حسد و حقد و حرص و متحلی باشد باخلاق حمیدہ چون تواضع و ذکر و توفیق و سخاوت و نصیحت و اما عشق اشارت ہست بحقیقت کہ تخلیہ روح ہست برفع ماسوی اللہ پس شیخ را باید کہ غبار اغیار از ساحت سینہ روفتہ باشد و چہرہ مقصود حقیقی دیدہ و اما عقل اشارت ہست بہ بصیرت نافذہ پس شیخ کہ زیرک و صاحب کیاست باشد تا مزاج ہائے مریدان شناسد و اوصاف ذمیمہ ایشان دریابد تا بمجاہدہ کہ لائق حال ہر یکے باشد بیند و امر فرماید و شرائط اخیر برائے تکمیل دیگران ہست الخ
ائمہ دین نے جن صفات مذکورہ بالا کو شیخ کامل کی لیاقت کا معیار بتلایا ہے الحمد للہ کہ وہ تمام و کمال حضرت اقدس شاہ محمد رمضان کی ذات ستودہ صفات میں اس طرح نظر آ رہی ہیں جیسا کہ آسمان پر سورج۔ جس سے سوائے اس فطرتی منکر کے جو ازل کے دن محض انکار ہی کے واسطے پیدا کیا گیا ہے اور کوئی انکار نہیں کر سکتا۔

چنانچہ شرط اول علم ہے۔ سو علم میں آپکا تبحر آفتاب نصف النہار کی طرح آسمان شاہد پر تمام جہان کو اپنی چمک دکھا رہا ہے۔ علوم دین کے ہر شعبہ میں آپ کی تصنیفات موجود ہیں جنکی روشنی نے آپکے تبحر کی دلیل کو اور بھی نور علی نور کر دیا ہے۔ چنانچہ علم عقائد میں آپکی کتاب عقائد عظیم اور شرح قصیدہ امالی جو نہ صرف آپ کے ذاتی عقاید کا آئینہ ہے بلکہ ہدایت کا ایک تابناک صیقل ہے جسنے شرک و بدعات اور عقاید باطلہ کے زنگ کو محو کرکے مخلوق خدا کے دلوں میں ایمان کا جوہر چمکا دیا ہے۔ اسی طرح احوال آخرت میں آپ کی کتاب آخر گت جسکے پڑھنے اور سننے سے ہر انسان کے دل اور آنکھوں میں قیامت کے دار و گیر کا نقشہ کھنچ جاتا ہے اور خواہی نخواہی طبیعت میں مآل اندیشی کا مادہ پیدا ہو جاتا ہے۔ آدمی کیسا ہی سخت دل کیوں نہ ہو آپ کے پر تاثیر بیانات کو سنکر کانپ جاتا ہے۔
تیسری کتاب آپ کی بلبل باغ نبی۔ اس میں اخلاق اور سیر نبوی کا بیان ہے اس کا ہر ایک مصرعہ اور ہر ایک فقرہ گویا ایک نشتر ہے جو ذوق و شوق کی تیزاب میں بجھایا گیا ہے جو سنتا ہے شراب عشق سے بیخود ہو جاتا ہے۔

آپکی تصنیفات کی قبولیت عام کا یہ بلا مبالغہ حال ہے کہ میوات ہریانہ۔ سوتر۔ نواح دہلی غرض ملک کے ہر حصہ میں کوئی گھر خالی نہیں جہاں عقاید عظیم۔ آخر گت۔ بلبل باغ نبی موجود نہ ہوں ہر گھر کے مرد و عورت بچے انکو پڑھتے ہیں کیا مرد کیا عورت کیا بچے سب کو ہر ایک کتاب کا کوئی نہ کوئی حصہ جا بجا سے ازبر یاد ہے۔ اگر کسی گھر میں کوئی فرد بشر کوئی بدعت یا شریعت کے خلاف کام کرتا ہے گھر ہی والوں میں کے کتابوں کا حسب حال موقع کوئی شعر پڑھکر سنا دیتا ہے اور آپ کی تصنیفات سے خدا کے سچے احکام کی طرف گھر والوں کو توجہ دلاتا ہے یہ سب اسباب آپکے برکات اخلاص کے ہیں
اسی طرح آپ حلم و عشق و عقل میں بھی فرد یگانہ ہیں جسکی تشریح ہمنے اس کتاب کے دفتر اول میں جہاں آپ کے فضل و کمال کا بیان کیا ہے۔ مفصل لکھی ہے۔ یہاں دہرانے کی ضرورت نہیں آپ کے فضل و کمال کا اس سے زیادہ اور کیا ثبوت ہوگا کہ حضرت شاہ عبد العزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے جو اپنے وقت علوم ظاہری اور باطنی میں ملنے ہوئے شیخ کامل تھے آپکو صورت اور سیرت میں اصحاب جناب رسالت مآب سے مشابہ فرمایا ہے۔ سیمرغ

تحفۃ الاولیا

نقایت ہے کہ بان برزبان روایت ہے کہ حضرت خاتم المحدثین شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمۃ ایک وعظ مین جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کبار کے فضائل اور اخلاق کا حال نہایت وضاحت سے فرما رہے تھے وعظ مین مجمع کثیر خاص و عام کا حاضر تھا لونی اختر صاحب جو اُس وقت میں وفر تصدر اعلی دہلی کے تھے معہ دیگر چند انگریزون کے حاضر مجمع وعظ ہوئے۔ اور ادب سے بیٹھ کر وعظ سُننے لگے۔ فضائل اصحاب کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین سُنکر حیران ہو گئے۔ جب وعظ ختم ہو چکا لونی اختر صاحب نے ازروئے تعجب حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ سے دریافت کیا کہ کیا اس زمانے میں بھی آپ کے پیغیبر صاحب کے اصحابیون جیسے آپ کے پیغیبر کی اُمت میں نفوس قدسی موجود ہیں آپ نے فرمایا کہ ہان۔ آپ آیندہ جمعہ کو آؤ۔ ہم ان صفات کا آدمی آپکو دکھلائینگے مجمع کثیر جو حاضر وعظ تھا شاہ صاحب کی گفتگو سنکر از خود رفتہ ہو گیا اور ہر ایک آدمی جمعہ آیندہ کا انتظار کرنے لگا۔ تمام شہر میں یہ خبر عام ہو گئی۔

جمعہ آیندہ کو شہر اور نواح دہلی کے دور و دراز مقامات کے آدمی معمول سے زیادہ وعظ مین حاضر ہوئے۔ اور اختر لونی صاحب بہادر اور دیگر انگریز بھی حسب وعدہ حاضر وعظ ہوئے حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ نے پیشتر سے حضرت شاہ محمد رمضان علیہ الرحمۃ کو بلاکر اپنے مکان مسکونہ ملحقہ مدرسہ وعظ مین بٹھلا دیا تھا جب وعظ ختم ہوا اختر لونی صاحب نے سوال کیا کہ حضرت اپنا وعدہ وفا فرماوین آپ مکان وعظ سے اوٹھکر مکان مسکونہ مین تشریف لے گئے اور حضرت شاہ محمد رمضان علیہ الرحمۃ کو ہمراہ لائے اور مجمع حضار میں کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا کہ ہمارے پیغیبر علیہ الصلوۃ والسلام کے اصحاب جنکے فضائل احادیث و قرآن سے مین نے وعظ مین بیان کئے تھے ایسے تھے جیسا کہ یہ حضرت شاہ محمد رمضان آپکے سامنے کھڑے ہین۔ حضار مجمع مین سے آواز آئی کہ صورت میں یا سیرت مین آپنے جواب دیا کہ ہم در صورت و ہم در سیرت ہمارے برگزیدہ پیغیبر کے اصحاب اس صفات کے تھے جیسا کہ آپ ہین۔ لونی اختر صاحب کے ہمراہی انگریز آپکی صورت دیکھکر بے اختیار چلا اٹھے ہمکو مسلمان کر لیجئے۔ اور مسلمان ہو گئے اور لونی اختر صاحب نے اپنے دونون ہاتھ اپنی آنکھون پر رکھ لئے اور چلا کر کہا کہ میرا دل بھی مسلمان ہونے کو چاہتا ہے۔ مگر بادشاہ وقت کے ایسے خدمت پر مامور ہون کہ مسلمان نہیں ہو سکتا۔ حضار مجلس میں ایک طلاطم اضطراب اور جوش اسلام پیدا ہو گیا۔

حضرت شاہ صاحب زار زار روتے تھے اور کہتے تھے کہ اے حضار وعظ دعا کرو کہ اللہ تعالی ہمیں بھی یہی مقام عطا کرے جو حضرت شاہ محمد رمضان کو ہے جیسا کہ ہمنے سیمرغ میں اس واقعہ کو لکھا ہے۔ وھو ہذا

سیمرغ

یوسف کنعان وعرفان وتمیز — عارف حق وہ شہ عبدالعزیز

خوش جمال یوسفستان حدیث — شہریار مصر سامان حدیث

واقف استار عرفانی بطون + — کاشف اصرار ربانی شیون

وہ ولی اللہ کے گھر کا چراغ — وہ علوم مصطفے کا تازہ باغ

وہ امام دین غزالی زمان + — عالم و فاضل فقیہ نکتہ دان

ایک دن بیٹھے تھے بر صدر کمال — لونی اختر نے کیا آکر سوال +

صورت و سیرت مین با حسن صفا — اب بھی ہے کوئی کہین صحاب سا

سن کے حضرت نے فرمایا کہ ہاں / جمعہ آئندہ کو تم آنا یہاں +
ہم دکھائیں گے تمہیں وہ برگزین / ہے جو اصحاب نبی سا بالیقین
سے کے کاغذ بعد ازین خامہ دھا / خط جناب شاہ رمضان کو لکھا
جمعہ کو پہونچو یہاں کچھ کام ہے / ہاں بہت تاکید ہے ابرام ہے
بعض کہتے ہیں کہ وان موجود تھے / زیب حسن موقع موعود تھے
الغرض جمعہ کے دن بعد از نماز / مرد سائل یعنے وہ جویائے راز
موقع موعود پر حاضر ہوا + / عرض کی ہاں کیجئے وعدہ وفا
آپ نے با صد ہزاران آشراز / یہ کہا سائل سے اے جویای راز
سامنے تیرے جو یہ ذیشان ہی / نام انکا حضرت رمضان ہے
ہیں یہی انا باصحاب نبی + / ہاں یہی ہیں ہاں یہی ہیں ہاں یہی
خلق میں صورت میں سیرت میں تمام / ہیں یہ اصحاب نبی ذو الاکرام +
ایسی ہی صورت یہی سیرت یہی شان / تھے صحابی نبی کے بیگمان
ایسے ہی اصحاب پیغمبر کے تھے / ایسے ہی آثار سب عمر کے تھے
انکے صحابوں سے ملتے ہیں عمل / اندھیں ہیں یہ معاذ ابن جبل
حسبتہ للہ ہیں سب انکے کام / انکو ہے صد راز ورد کا مقام
مثل یوسف ہیں یہ حق کی چاہ مین / بک گئے ہیں۔ یہ خدا کی راہ مین
اہل فضلی اے نقیب الاولیا / حال اب سوتر کے دورے کا سنا

حضرت اقدس شاہ محمد رمضان کا سوتر کے دورہ سے فارغ ہو کر واپسی اور عیاالکی پہونچکر مولوی نور محمد کا علم انکار بلند کرنا اور

آپ سے خلاف اور اختلاف اور آپ کی درویشون کی جماعت سے علیحدہ ہو کر سارنگ کے ساتھ جا ملنا

جب سوتر مین آپ کے وعظ اور تعلیم و تلقین سے خاص و عام شریعت پر قائم ہو گئے آپ نے اس کامیابی پر خدا کا شکر ادا کیا اور جس راستے آپ تشریف لے گئے تھے اوسی راستے رجعت قہقری فرماتے ہوئے لوگوں کی استقامت دین کا حال دیکھتے ہوئے عیاالکی مین واپس تشریف لائے اس تمام سفر مین دیگر علماء سوتر کے ساتھ مولوی نور محمد بھی آپکے ہمرکاب تھے۔ اور ساتھ ہی واپس عیاالکی آئے۔ حافظ مستقیم اور قاضی غلام محمد کی خلافت اور اپنی محرومی نے مولوی نور محمد کو بالکل ہی شاہ محمد رمضان سے برگشتہ خاطر کر رکھا تھا بگھر سے چلنے کے بعد مولوی نور محمد کو ہر وقت بات بات اور قدم قدم پر جستجو یہ تھی کہ کوئی موقع ملے تو حضرت اقدس سے اختلاف کرکے جو مشورہ سارنگ سے کیا تھا اسکو پورا کردن لیکن اسوقت تک کوئی موقع نہ ملا تھا جس وقت آپنے عیاالکی سے واپس فتح آباد کا کوچ فرمایا۔ تمام علماء سوتر ہمرکاب تھے مولوی نور محمد بھی ایک گھوڑی پر سوار آپ کے رتھ کے ساتھ ساتھ آپکے باتین کرتے ہوئے آرہے تھے۔

علماء سوتر میں سے حسب اتفاق کسی عالم نے مسئلہ وحدت وجود کی نسبت آپ سے سوال کیا آپ نے اسکی شرح بیان فرمانی شروع کی۔ سلف صالحین اور صوفیہ متقدمین و متاخرین جس طور سے اس مسئلہ کو لکھتے چلے آئے ہیں اوسی طور آپ نے اس کا بیان سائل کو سمجھا دیا مولوی نور محمد نے آپ کی تقریر سے سنکر انکار کیا آپنے حضرت مولانا روم شیخ اکبر محی الدین ابن عربی شیخ فرید الدین عطار علیہ الرحمۃ اکابران دین کے اقوال کا حوالہ دیا لیکن چونکہ مولوی نور محمد تو ایسے موقع کے دیرے تاک مین تھے اور آپ سے اختلاف

انکا سوقع تلاش کر رہے تھے اس موقع کو غنیمت سمجھی اور کہنے لگے کہ قائلان وحدۃ وجود تو ہر شئ کو خدا کہتے ہیں اور یہ عین کفر ہے اور بلا تحاشہ مولانا روم علیہ الرحمۃ ۔ شیخ فریدالدین عطار شیخ اکبر محی الدین عربی اور مولانا جامی اور تمام صوفیہ قائلان قائلان وحدت وجود کو نام بنام کافر کہدیا اور خود حضرتِ اقدس شاہ محمد رمضان علیہ الرحمۃ سے خاص طور پر مخاطب ہو کر کہنے لگے کہ افسوس میں نے لاعلمی میں اپنی عمر کا بہت بڑا حصہ آپکی رفاقت اور عقیدت میں فضول بسر کیا اگر آپ کا بھی یہی عقیدت ہے تو آپ بھی کافر ہیں ۔ یہ کہکر گھوڑی کو ایڑ بتائی اور عنان گسستہ بخط مستقیم بیگھڑ میں پہونچکر سارنگ کو بشارت دی کہ میں شاہ محمد رمضان سے بھاگ آیا ہوں اور آپ کے ساتھ خلاف اختلاف کا ماجرا بیان کیا ۔ سارنگ مولوی نور محمد کی تقریر سنکر باغ باغ ہو گیا مولوی نور محمد کی تسلی کی دلاسا دیا اور کہا کہ اب آپ بیگھڑ میں شوق سے بیٹھکر رہیں ۔ میں اور میرے ساتھی آپ کی خدمت گزاری کو حاضر ہیں ۔ لیکن حتی الامکان شاہ محمد رمضان کے خلاف اور لوگوں کو شاہ محمد رمضان سے بد اعتقاد کرنے میں کمی نہ کرو اب کیا تھا دیوانہ را ہوئے بس است مولوی نور محمد نے سارنگ کی مدد پاکر اپنی دیرینہ عقیدتمندی اور مصنوعی اخلاص ارادت اور شاہ محمد رمضان علیہ الرحمۃ کے فضائل اور مکارم اخلاق حسنہ کو بالائے طاق نسیان رکھکر نہ صرف شاہ محمد رمضان علیہ الرحمۃ پر بلکہ تمام سلف صالحین اور اکابران دین پر جنکو دنیا کے لوگ اس سرے سے اوس سرے تک اولیاء اللہ قطب غوث کامل اکمل مانتے چلے آئے ہیں وہ بہتان اور عیب دعار لگائے کہ خدا کی پناہ جسکو ہم آئندہ اس کتاب میں جابجا حسب موقع مفصل دکھلائیں گے ۔ حضرت اقدس شاہ محمد رمضان علیہ الرحمۃ تو تبلیغ احکام شریعت فرماتے ہوئے فتح آباد سے حصار اور ہانسی ہوتے ہوئے مہم اپنے وطن مالوفہ کو تشریف لے گئے اور سوتر میں مولوی نور محمد نے شد و مد کے ساتھ

آپ کے برخلاف اپنا وعظ اور اولیاء اللہی کو نام بنام کافر کہنا شروع کر دیا ۔

از سیمرغ

بوتراب بخشی کا قول ہے ۔ قول ہے چھوٹا سا پر انمول ہے
یعنی جب اللہ سے بندہ پھرا ۔ اولیائے حق کو کہتا ہے برا
بندۂ باغی کا ہے یہی نشان ۔ الامان ایسے نشان سے الامان
ہے اگر حق کا تجھے پاس و ادب ۔ ہاں مگر گستاخیِ خاصان سب
اولیائے حق کی غیبت الامان ۔ ہے بہت بھاری مصیبت الامان

مولوی نور محمد کا بیگھڑ میں شاہ محمد رمضان علیہ الرحمۃ کے برخلاف وعظ اور مولوی نور محمد کے انکار کی شہرت

ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ مولوی نور محمد کا قیام سالہا سال سے بیگھڑ میں تھا ۔ برسوں تک مولوی صاحب نے بیگھڑ میں شریعت کا وعظ سنایا ہے ۔ بچہ بچہ مولوی نور محمد سے واقف تھا ۔ بیگھڑ کے خاص و عام کچھ تو مذہبی واعظ سمجھکر انکو احترام کی نظر سے دیکھتے تھے اور کچھ لوگ انکو قدیم سے شاہ محمد رمضان کا دوست و رفیق جانکر محبت کرتے تھے مولوی نور محمد شاہ محمد رمضان علیہ الرحمۃ کی رفاقت سے جدا ہو کر بیگھڑ میں آئے تو گاؤں کے آدمی شاہ محمد رمضان کی خیر و عافیت دریافت کرنے کے واسطے مولوی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے تو مولوی صاحب نے لوگوں سے کہا کہ شاہ محمد رمضان تو ہر شئے کو خدا کہتے ہیں وہ کافر ہیں اون کا ذبیحہ ناجائز اُنکے پیچھے نماز نادرست اُنکے ساتھ سلام علیک کرنا ناروا ہے جن لوگوں نے اس سے پہلے خود مولوی نور محمد کی زبان سے اون کے فضائل اور مناقب سُن رکھے تھے وہ مولوی صاحب کی تقریر سنکر حیران رہ گئے ۔

یہ لوگ شاہ محمد رمضان کو اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے تھے انکی تلقین سے دین اسلام کی حلاوت پا چکے تھے۔ شاہ محمد رمضان کی محبت خون ہو کر ان لوگوں کی رگوں میں دوڑ رہی تھی عقیدت اور اعتقاد لوگوں کے دلوں میں پورا اثر کر چکا تھا شاہ محمد رمضان کے برخلاف اور انکے گستاخانہ تقریر سنکر برافروختہ ہو گئے۔ اور غیظ و غضب میں مولوی نور محمد کو برا بھلا کہنے لگے۔ سارنگ نے مولوی نور محمد کی حمایت کی اور کہا کہ نور محمد مولوی ہے جو کچھ کہتا ہے سچ کہتا ہے۔ پس گاؤں کے لوگوں میں دھڑے بندی ہو گئی۔ سارنگ اور سارنگ کے چند عزیز و قریبی گنتی کے آدمی تو مولوی نور محمد کے طرفدار ہو گئے اور تمام گاؤں بجز شاہ محمد رمضان علیہ الرحمۃ کا چلوتے ہوئے تھا۔ اب کیا تھا اختلاف و خلاف کی آگ بھڑک اٹھی بحث اور ضد کے شعلے بلند ہو گئے مولوی نور محمد نے نقارہ کی چوٹ مولانا روم شیخ محی الدین ابن عربی۔ شیخ فریدالدین عطار۔ مولانا عبدالرحمن جامی کو نام بنام کافر کہنا شروع کیا۔ اور شاہ محمد رمضان کی کتاب بلبل باغ نبی سے چند اشعار انتخاب کر کے مشہور کیا کہ یہ کلمات کفر ہیں۔ بلبل باغ نبی کے مقابلہ میں پنجابی زبان میں ایک کتاب کی بنیاد ڈالی اسکا نام شہباز رکھا۔ بلبل اور شہباز کی نسبت سے ہمارے ناظرین اندازہ لگا سکتے ہیں کہ مولوی صاحب کی شاعری کس غضب کی نوک پنجے نکالنے والی ہے۔ دنیا میں عام قاعدہ ہے کہ خواہ کوئی خدائی کا دعوے کرے یا پیغمبری کا کچھ نہ کچھ لوگ مدعی کے ساتھ ہو جاتے ہیں۔ یہ امر بھی مسلم ہے کہ دنیا میں ایک چھوٹے آدمی کا کسی مشہور اور بڑے آدمی سے مقابلہ شہرت کا آلہ پرواز ہے۔ پس جوں جوں مولوی نور محمد اپنے خلاف کی شدت اکابرانِ دین سے ظاہر کرتے تھے انکے ہمخیالوں کی جماعت بھی بڑھتی جاتی تھی اور انکی شہرت بھی دور دراز امصار میں روزافزوں تھی اور مولوی نور محمد کی اس شدت

انکار و خلاف سے یہی اصل مراد تھی۔ مصرعہ

بدنام اگر ہوں گے تو کیا نام نہ ہوگا

گاؤں کی دھڑے بندی سے نہ صرف مولوی صاحب کے ایک مختصر سی ہمخیال پارٹی تیار ہو گئی بلکہ مولوی صاحب کے منہ پر فتوحات کا دروازہ کھل گیا۔ سارنگ اور سارنگ کے ساتھی اپنے دوسرے بھائی بندوں کی ضد میں مولوی صاحب کی آؤ بھگت معمول سے زیادہ کرنے لگے مولوی نور محمد اپنے فتوحات اور شہرت اور اپنی جماعت کی روزافزوں ترقی دیکھ کر شاہ محمد رمضان کے خلافت نہ ملنے کا سب غم بھول گئے اور اپنے دعوے کی اشاعت میں زیادہ جد و جہد شروع کر دیا۔

مولوی نور محمد کے خیالات ملک میں بجلی ہو کر چمکے اور آن کی آن میں باد و باران کی طرح دور دراز شہروں تک پہونچ گئے گو شاہ محمد رمضان کے عقیدتمند مرید مولوی نور محمد اور انکی جماعت کے آدمیوں کو ہمیشہ دندان شکن جواب دیتے رہے اور ان کو ابھرنے نہیں دیا۔ لیکن شاہ محمد رمضان نے کبھی ادھر توجہ نہیں کی حضرت اقدس شاہ محمد رمضان کی کم توجہی سے مولوی نور محمد اور بھی دلیر ہو گئے۔ اور حضرت اقدس شاہ محمد رمضان کی شان اور دیگر اولیاء الٰہی کے حق میں نا ملائم الفاظ استعمال کرنے شروع کئے شدہ شدہ یہ خبر سکندر صاحب کے رسالہ میں ہانسی پہونچی۔ اس رسالہ میں کیا افسر اور کیا ماتحت سب شاہ محمد رمضان علیہ الرحمۃ کے مرید باخلاص اور عقیدتمند خاص تھے سب کے دلوں میں آپ کے روحانی فیض کی نہریں جاری تھیں۔ سب آپکو عظمت اور تقدس کی نظر سے دیکھتے تھے۔ کیا افسر کیا ماتحت سب آپکو اپنا دین و دنیا کا بادشاہ سمجھتے تھے۔ مولوی نور محمد کی نامہذبانہ خیالات سنکر سب کے سب آگ بگولا ہو گئے فوج

مین ایک جوش غیظ و غضب پیدا ہوگیا - اور سب نے مشورہ کرلیا کہ مولوی نور محمد کی گستاخیون کا جواب بزبان شمشیر دیا جاوے فوج کے مشورہ کی خبر سکند رصاحب کو بھی ہوگئی فرید صاحب اسوقت مین صدر اعلی اس نواح کے تھے انکو بھی پتہ لگا - شاہ محمد رمضان علیہ الرحمۃ کی عظمت شان اور اقتدار سے صاحبان انگریز بھی واقف تھے - جان گئے کہ اگر فوج بگڑگئی تو ملک کو تباہ کردے گی اور پھر اس سیلاب بلا کا روکنا مشکل ہوگا - صاحبان انگریز نے بتقاضائے مصلحت وقت حضرت اقدس شاہ محمد رمضان کی طرف رجوع کیا - آپنے اپنے تمام معتقدین کو سمجھا دیا سب لوگ آپکی رضا پر راضی ہوگئے - اور فرید صاحب کی درخواست پر اس مسئلہ کا فیصلہ بحث اور مناظرہ پر موقوف ہوگیا - مناظرہ اور بحث پر نور محمد کو بھی مجبوراً راضی ہونا پڑا اور حکام وقت کی نگرانی مین مناظرہ کا مقام فتح آباد مقرر کیا گیا اور مناظرہ کی تیاری کے واسطے مناسب مہلت کیساتھ تاریخ مناظرہ مقرر کی گئی -

مناظرہ کیواسطے مولوی نور محمد کی تیاری اور مولوی محمد بخش سنامی کا مولوی نور محمد کیطرف سے شاہ محمد رمضان علیہ الرحمۃ کیساتھ مباحثہ کرنا

گو مولوی نور محمد ایک عرصہ سے حضرت اقدس شاہ محمد رمضان سے برگشتہ اور بد اعتقاد تھے اور علانیہ شاہ محمد رمضان کے برخلاف جد و جہد کرنے مین کوئی دقیقہ باقی نہ رکھتے تھے یہ سب کچھ غائبانہ تھا - لیکن آپ کے حضور مین ہرگز مولوی نور محمد کو مجال قیل و قال نہ تھی وہ شاہ محمد رمضان کی عظمت اور اقتدار کو خوب پہچانتے تھے - آپکی ہیبت خداداد مولوی نور محمد کے دل مین جاگزین تھی مولوی نور محمد کو آپ کے فضل و کمال اور اقبال کے سامنے کیا بلحاظ تبحر علم اور کیا بحیثیت وجاہت ظاہری کسی طور پر یارائے دم زدن نہ تھا جب آپ کے ساتھ مناظرہ علمی مقرر ہوگیا تو مولوی نور محمد کو افکار اور ترددات نے چارون طرف سے گھیر لیا - ناچار مولوی نور محمد نے علماء وقت کی طرف رجوع کیا کہ کوئی اس وقت مین میری دستگیری کرے اور میری طرف سے شاہ محمد رمضان کیساتھ مناظرہ آرا ہو - لیکن کسی عالم یا مولوی مُلّان نے حامی نہیں بھری پس بحالت اضطرار مولوی نور محمد نے دہلی کی طرف رخ کیا وہان بھی مشاہیر علماء مین سے مولوی نور محمد کا کوئی ساتھی نہیں ہوا - آخر جوئندہ یابندہ اسی تجسس مین مولوی نور محمد کی ملاقات میان احمد جی سکنہ سنام سے ہوئی -

یہ بزرگ دہلی مین خوش باش تھے - مولوی کلیم اللہ صاحب سے بیعت تھے سرکار شاہی سے تنخواہ پاتے تھے مولوی نور محمد کی داستان سنکر فرمانے لگے اطمینان رکھو اس کام مین تمکو مین امداد دون گا اور اپنے حقیقی بھتیجے مولوی محمد بخش کو بلاکر مولوی نور محمد سے ملوایا اور کہا کہ تم ان کی طرف سے شاہ محمد رمضان کے ساتھ مناظرہ کرو مولوی محمد بخش نے اپنے چچا کے ارشاد کے موافق مولوی نور محمد سے معاہدہ اور وعدہ مناظرہ کا کرلیا -

تاریخ مناظرہ قریب تھی - مولوی نور محمد تو مطمئن ہوکر دیگر ضروری انتظام مناظرہ کے واسطے بگھر کو روانہ ہوگئے اور مولوی محمد بخش مناظرہ کا مصالح اپنے کتب خانہ سے لانے کے واسطے سنام کو روانہ ہوئے -

مولوی محمد بخش سنامی علم معقول و منقول علم منطق علم کلام الہیات غرضکہ تمام علوم متعارفہ کے فروع و اصول مین طاق و یگانۂ آفاق تھے شاہ رفیع الدین صاحب کے حلقہ تدریس کے سند یافتہ تھے -

مولوی عبدالعزیز خلف الصدق عارف باللہ مولوی عبداللہ صاحب مغلی بگھڑ نے فقیر مولف نقیب الاولیا سے روایت کی کہ میں مولوی محمد بخش سنامی کا حقیقی نواسہ ہوں اور اس ترکیب کی علت و معلول سے بخوبی واقف ہوں کہ مولوی احمد جی نے کیوں مولوی نور محمد کو امدادی اور کس واسطے مولوی محمد بخش سنامی کو شاہ محمد رمضان کے مقابلہ کے واسطے برانگیختہ کیا۔ ورنہ انکو مولوی نور محمد کے عقاید سے کچھ علاقہ نہیں بات یہ تھی کہ میاں احمد جی اور آنکے پیر بیعت شاہ کلیم اللہ صاحب کے پیری مریدی کا سکہ دہلی میں رائج تھا۔ شاہ وگدا فقیر و امیر سب اُن کو مانتے تھے۔ جب شاہ محمد رمضان کا گزر دہلی میں ہوا قبولیت عام نے شاہ محمد رمضان کا استقبال دلی تپاک سے کیا اور میاں احمد جی کی کساد بازاری ہوگئی۔ میاں احمد جی کے دل میں شاہ محمد رمضان کی طرف سے خلش راسخ ہوکر رنجش بھی ہوئی تھی۔ اب مولوی نور محمد کے پہونچنے پر انکو موقع ملا کہ شاید آب رفتہ بجو باز آید۔ اس خیال سے میاں احمد جی نے شاہ محمد رمضان کے ہوا خیری کی نیت سے اپنے بھتیجے مولوی محمد بخش کو آپ کے مقابلہ میں آمادہ کیا تھا۔

مولوی عبدالعزیز صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا کہ جب میرے نانا مولوی محمد بخش صاحب سنام میں پہونچے اور آنکے خاندانی بزرگوں کو جو کہ سب عالم فاضل صاحب نسبت تھے معلوم ہوا کہ مولوی محمد بخش شاہ محمد رمضان کے مناظرے کے واسطے جاتے ہیں۔ سب نے مولوی محمد بخش کو اس ارادے سے روکا اور کہا کہ اس نیت سے باز آؤ شاہ محمد رمضان نرے ملاں نہیں ہیں جنکا مقابلہ آسان ہو بلکہ وہ ان بزرگان دین سے ہیں جنکو شاہ عبدالعزیز صاحب محدث،

دہلوی نے علم و عمل میں جناب پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصحابوں سے مشابہ فرمایا ہے۔ پس شاہ محمد رمضان صاحب صاحب نسبت صاحب دل عارف کامل ہیں۔ خاصان حق سے قیل وقال زیبا نہیں اس کا انجام برا ہے۔ مولوی محمد بخش نے جواب دیا کہ خواہ کچھ ہو میں مولوی نور محمد سے وعدہ کر چکا ہوں اب وعدہ خلافی نہیں کر سکتا مجھے فتح جانا اور شاہ محمد رمضان سے مناظرہ کرنا ضروری ہے۔ مولوی عبدالعزیز صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ روایت کرتے ہیں کہ جب مولوی محمد بخش اس ارادہ سے باز نہ آئے تو آنکے خاندانی بزرگوں نے ایک امر متعلق کا بندیہ سمجھایا کہ اچھا اگر تم مناظرہ کے واسطے جاتے ہو تو خیال رکھنا کہ اگر شاہ محمد رمضان تمہارے سوالات کا جواب کتاب دیکھ کر دیں تو تم کو اختیار ہے تم گفتگو میں خواہ کوئی طریقہ اختیار کرو تم غالب آؤگے اور اگر شاہ محمد رمضان مراقبہ میں سر جھکا کر جواب دیں تو یاد رکھنا کہ تم اُنپر نصرت نہ پاؤگے اس حالت میں طالب علمانہ حرکات سے باز رہنا اور راستبازی سے مناظرہ کا خاتمہ کرنا۔ مولوی محمد بخش نے جواب دیا کہ ان امور کا میں خیال رکھونگا اور فتح آباد کو کوچ کر دیا۔

مناظرہ کی کیفیت

آج فتح آباد میں جدھر آنکھ اٹھا کر دیکھا جاتا ہے ہر طرف آدمی ہی آدمی نظر آتے ہیں شہر کے غربی دروازہ سے جنوبی دروازے تک بازار میں سواری سے سواری اور آدمی سے آدمی اڑا ہوا کھڑا ہے کثرت ہجوم خلائق سے راستہ بند ہے۔ ان میں کچھ لوگ سانڈنی سوار ہیں جنہوں نے نکیل کی ڈوریوں کو اس زور سے کھینچا ہے کہ سانڈنی کی گردن سوار کے چھاتی سے مل گئی ہے۔ لیکن با ایں ہمہ سانڈنی رانوں سے نکلی جاتی ہے

ان میں ملے جلے گھوڑوں کے سوار بھی نظر آرہے ہیں جنکے آگے پیچھے پیدل لوگ کثرت سے قطار در قطار جارہے ہیں۔ ہر ایک کی زبان سے۔ بچو بچو آگے بڑھو آگے بڑھو کی آواز نکلتی ہے۔ لیکن شدت شور و غل میں ایک دوسرے کو کان پڑی آواز نہیں سنائی دیتی۔ پولیس کے سپاہی کالی وردی پہنے ہوئے اور ہاتھوں میں کالے رنگین ڈنڈے لئے ہوئے سواروں اور پیدلوں کے بیچ حائل ہیں۔ قدم قدم پر اگلوں کو آگے کی طرف ڈھکیل رہے ہیں۔ اور پچھلوں کو ہاتھ اٹھا اٹھا کر روک رہے ہیں کہ ذرا ٹھہرو۔ بعض سپاہی ننگے سر نظر آرہے ہیں جنکے وردی کی پگڑیاں آدمیوں کے ریل پیل سے زمین میں گر گئی ہیں جسکو وہ اوٹھا نہیں سکتے۔ لیکن پھر بھی اپنے فرائض منصبی کے ادا کرنے میں تن دہی سے مصروف ہیں۔

شہر کے باہر غربی دروازے سے داہنی طرف خانپور کی سڑک پر اور دروازے کے سامنے بیگھڑ کے راستہ پر باہر سے آنے والوں کا تانتا بندھا ہوا ہے۔ جن کو بعض لوگ یہ سمجھا رہے ہیں کہ شہر میں کثرت خلائق سے راستہ بند ہے بہتر ہے کہ تم شہر کے باہر باہر جہان بستی ہو کر جاؤ۔ آرام سے رہوگے۔ شہر اور شہر کے باہر جسقدر آدمی ہیں سب کا رخ ایک باغ کی طرف ہے جو جہان بستی اور شہر کے فصیل کے بیچ میں واقع ہے۔ یہی مقام مناظرے کا ہے۔

باغ کے وسط میں ایک معقول خیمہ استادہ ہے۔ جس میں دری کا فرش اور فرش پر میز اور میز کے چاروں طرف ایک ایک کرسی رکھی ہوئی ہے۔ اس خیمہ میں چاروں طرف مسلح پولیس کا پہرہ ہے فوجی افسر بھی وردی پہنے ہوئے مسلح خیمہ کے آس پاس کھڑے ہیں۔ باغ آدمیوں سے بھرا ہوا ہے۔ باغ کے ایک کونہ میں ایک شطرنجی پر چند آدمی سب لوگوں سے الگ بیٹھے ہوئے نظر آرہے ہیں۔ شطرنجی پر موٹے موٹے

کتابوں کی گٹھریاں بندھی ہوئی رکھی ہیں۔ ان میں سے ایک شخص بار بار اپنی ایک رفیق سے یہ کہہ رہا تھا کہ میں برسوں ان کے ساتھ رہا ہوں مجھے سب حال معلوم ہے۔ وہ آپ کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ صرف مقابلہ ہونے کی دیر ہے آپ کی فتح ہوگی انکو اتنا علم کہاں یہ حضرت مولوی نور محمد ہیں جو مولوی محمد بخش سنامی کی ہمت بڑھا رہے ہیں شطرنجی نشین نوجوان نے اپنے رفیق کی تقریر پر چنداں التفات نہیں کیا کیونکہ نہ تو وہ پہلے سے کچھ ایسا گھبرایا ہوا ہی تھا اور نہ ہی اپنے رفیق کی گفتگو سے کچھ مطمئن ہوا۔ لیکن اپنے رفیق کی تقریر پر سنکر صرف اتنا ہی کہنے پایا تھا کہ ابھی وہ حضرت تشریف نہیں لائے کہ اچانک باغ کے آدمیوں میں جو بکثرت تھے ایک غیر معمولی تلاطم پیدا ہوا اور لوگ نہایت مضطربانہ طور سے ادھر ادھر سمٹ کے دست بستہ گردنیں جھکا کر کھڑے ہوگئے۔ اور باغ کے دروازہ سے خیمہ تک ایک راستہ چھوڑ دیا۔ شہر کی طرف سے ایک پیر نورانی صورت فرشتہ سیرت صوفیانہ باصفا کا سا سپید جبہ پہنے اور سر پر عمامہ اور عمامہ اور دوش پر سپید باریک چادر ڈالے جنکے جلو میں درویشوں اور مشاہیر علماء سورت کا انبوہ گھیرے تھا۔ باغ میں نہایت وقار کے ساتھ داخل ہوا اور دو طرفہ لوگوں سے مصافحہ اور مسنونہ تعارف کرتا ہوا مع اپنے ایک رفیق کے خیمہ میں داخل ہوگیا۔ اور نہایت انکسار کے ساتھ ایک کرسی پر بیٹھ گیا اور ایک کتاب مشکوۃ شریف جو انکے ساتھ تھی وہ میز پر رکھدی۔ یہ حضرت اقدس شاہ محمد رمضان ہیں اور ان کی رفاقت میں جو دوسرے بزرگ داخل خیمہ ہوئے ہیں وہ قاضی غلام محمد فتح آبادی ہیں۔

شاہ محمد رمضان کے خیمہ میں داخل ہونے کے بعد تحصیلدار فتح آباد اور تھانہ دار قصبہ نے جو در خیمہ پر تعینات تھے آواز دی کہ مولوی محمد بخش سنامی تشریف لاویں

یہ آواز سنکر شطرنجی پر سے ایک نوجوان اوٹھا جسکی آنکھیں فرط ذہانت سے ستارے کی طرح چمک رہی تھیں اور جوش علم سے جسکے زبان تقریر مناظرہ کے واسطے منہہ مین بیتاب تھے۔ نہایت متانت سے خیمہ مین داخل ہوا اور سلام مسنون کہکر مقابل کی کرسی پر بیٹھ گیا۔ یہ بزرگ مولوی محمد بخش سنامی تھے۔ اور انکا ایک رفیق بھی انکی کتابون کی گٹھریان لے کر خیمہ مین قاضی غلام محمد فتح آبادی کے مقابل جم گیا۔ اور یہی شرط مناظرہ تھی کہ خیمہ مین بروقت مناظرہ چار آدمی سے زیادہ نہ ہون۔

مولوی نور محمد بدستور گوشہ باغ مین اپنے بعض معتقدین کے ساتھ شطرنجی پر بیٹھے رہے اور خیمہ مین مناظرہ شروع ہوگیا۔

کلام مین سبقت پہلے مولوی محمد بخش صاحب نے کی اور شاہ محمد رمضان سے دریافت کیا کہ پہلے آپ سوال کرینگے یا مین سوال کرون۔ شاہ محمد رمضان نے فرمایا کہ مجھے کوئی سوال کرنا نہیں ہے۔ جو کچھ آپ دریافت کرنا چاہتے ہین آپ ہی سوال کرین۔ پس بنیاد مناظرہ قائم کرنے کے واسطے مولوی محمد بخش نے سوالات ذیل کئے۔

سوالات مولوی محمد بخش صاحب		جوابات شاہ محمد رمضان صاحب
(۱) آپ کا مذہب کیا ہے۔		(۱) اشہد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ و اشہد ان محمد عبدہ و رسولہ
(۲) وحدت وجود اور قائلان وحدت وجود کی نسبت آپ کا عقیدہ کیا ہے		(۲) قائلان وحدت وجود میرے عقیدہ مین برحق ہین قائلان وحدت وجود کو مین مسلمان جانتا ہون وحدت وجود میرے عقائد مین رہا ہے۔

(۳) وجود مطلق کی بابت آپ کیا کہتے ہین؟	(۳) وجود مطلق کو مین حقیقت الحقائق جانتا ہون۔
(۴) ابیات بلبل باغ نبی جس کو مولوی نور محمد کلمات کفر قرار دیتے ہین انکی نسبت آپ کیا فرماتے ہین۔	(۴) ہان بلبل باغ نبی کی ابیات میری تصنیف ہین جس معنی مین مین نے لکھی ہین وہ جائز ہین اونکے وہی معنی ہین جو مین نے لکھے ہین یہ ابیات شریعت مین کفر نہیں ہین بلکہ لفظاً و معناً بالکل شریعت کے مطابق ہین جسکی تاویل کی بھی ضرورت نہیں۔

مولوی محمد بخش سنامی نے شاہ محمد رمضان کے جوابات سنکر فرمایا کہ مین آپ کے دوسرے تیسرے اور چوتھے جواب سے متفق نہیں ہون بلکہ شریعت غرا مین وحدت وجود روا نہیں قائلان وحدت وجود کا اور عقاید شریعت کے ٹکسال مین مقبول نہیں بلبل باغ نبی کے ابیات شرع شریف مین کفر ہین وجود مطلق حقیقت الحقائق نہیں بلکہ حقائق مختلف ہین ان مسائل مین جو عقیدہ مولوی نور محمد کا ہے وہی میرا ہے شاہ محمد رمضان نے فرمایا کہ میرے دعوی کی تردید آپ کے دعوے کا عین اثبات ہے پس آپ اپنے دعوے کے اثبات مین اپنے دلائل پیش کرین یہ سن کر مولوی محمد بخش کا دریائے تقریر جوش مین آیا۔

تقریر کیا تھی گویا ایک سیلاب الزام تھا جسنے جہان علوم کے کنارون کو گھیر لیا تھا مولوی صاحب نے مناظرہ کے ورطہ مہلک سے پار ہونے کے واسطے قرآن و سنت اجماع و قیاس کے تختون سے ایک کشتی بنائی عقلیات و فلاسفہ کے اینٹ پتھر دن

سے اوسے سنگین کیا اصول عقائد کا اوس مین لنگر ڈالا اپنے تبحر کو ملاح بنایا اور منطق کے بادبان سے اپنے بیان کے سمندر مین اُسکو چلانا شروع کیا اور ایسا چلایا کہ جار اللہ اور فخر الدین رازی کی روح ورطہ حیرت مین غوطے کھانے لگی تقریر کے امواج کا تلاطم ایک سیل رواں تھا جسکو ایک بحر العلوم نے اپنے جوش کمال مین بزعم خود پستی سے پہاڑ کی چوٹی پر چڑھا کر ناممکن کو ممکن اور ممکن کو ناممکن بنا دیا تھا۔

مولوی محمد بخش کی تقریر شروع ہوتے ہی شاہ محمد رمضان اپنے سر پر رومال ڈالکر اپنی کرسی پر مراقب ہو بیٹھے تھے اور بہت غور سے مولوی محمد بخش کی تقریر سنتے تھے جب مولوی صاحب اپنے دعوے کے اثبات مین براہین و حجت پیش کر کے اپنی تقریر ختم کرتے تھے آپ مراقبہ سے سر اوٹھا کر مختصر الفاظ مین ایسا جواب شافی دیتے تھے کہ مولوی محمد بخش کے دلائل کی عمارت بنی بنائی بنیاد سے گر پڑتی تھی اور مولوی محمد بخش سنامی آپ کے جواب سے حیران ہو کر از سر نو دوسری نئی براہین و حکم سے دلیلون کا مستحکم قلعہ بناتے تھے اور اوس مین پناہ گزین ہوتے تھے لیکن آپ مراقبہ سے سر اوٹھا کر ایک دو حرفی جواب مین عاجز کر دیتے تھے مولوی محمد بخش بات بات مین مجبور ہو کر اپنی رہائی کے واسطے نیا راستہ تلاش کرتے تھے۔

ثقات سے روایت ہے کہ یہ مناظرہ اسی طور چالیس روز متواتر رہا چاشت کے بعد سے شروع ہوتا تھا اور ظہر کے وقت تک رہتا تھا اس عرصہ مین ہر روز مولوی محمد بخش صاحب نئے نئے دلائل تازہ بتازہ علمی سوال کرتے تھے اور حضرت شاہ محمد رمضان بدون دیکھے کسی کتاب کے مراقبہ سے سر اوٹھا کر ہر ایک جواب مین مولوی محمد بخش سنامی کو لاجواب کر دیتے تھے۔ مولوی صاحب نے اپنے دعوے کے اثبات اور وحدت وجود

کی نفی مین لاکھ جتن کئے لیکن آنکی ایک بھی نہ چلی آخری روز مولوی محمد بخش نے بلبل باغ نبی کے اشعار ذیل پیش کئے اور کہا کہ انکا مفہوم یہ ہے کہ رسول خدا اخفا ہو گئے تھے اور خدا اور رسول مین کچھ فرق نہ رہا تھا۔

ابیات بلبل باغ نبی جنپر مولوی محمد بخش نے اعتراض کیا

سن دنی کے رمز مجھسے یا حبیب	جو تجھے ہے کچھ بھی باطن سے غیب
اِس طرح نزدیک اوس کو کر دیا	دیکھنا سننا وجود اوس کا ہیا
سب اوٹھا پردہ کیا ایسا غرق	نور ذات اور صفت اندر بے فرق
نور سمع اور بصر اپنا چھپائے کر	نور حق نے حق نے دیکھا دکھائی کر

اعتراض۔ تیسرے شعر مین لفظ غرق اندر بے غرق سب حلول پر دلالت کرتے ہین کیونکہ غرق کے معنے فرو رفتن چیزے در چیزے کے ہین اندر ظرف کے معنے مین آتا ہے غرق نے خدا اور رسول کا ایک ہونا ثابت کر دیا۔

شاہ محمد رمضان قدس سرہ کا جواب

حضرت شاہ محمد رمضان علیہ الرحمۃ والغفران نے مولوی صاحب کی تقریر سنکر مراقبہ سے سر اوٹھایا اور جواب دیا کہ ان ابیات کا یہ مطلب نہین ہے جو آپ نے بیان کیا کہ رسول خدا خدا مین غرق ہو گئے تھے۔ خدا اپنی ذات اور صفات مین یکتا ہے۔ اللہ تعالی باعتبار ذات وہم باعتبار صفات مخلوق سے الگ ہے نہ وہ جوہری اور نہ عرض نہ وہ ظرف ہے نہ مظروف نہ اوسکے واسطے مکان کی قید ہے نہ زمان کی پس خدا مخلوق کی تمام اضافتون سے پاک و مبرا ہے ان ابیات مین قرب شب معراج کا بیان ہے جو جناب رسالت مآب کو خدا کی ذات سے ہوا۔ اس قرب کی تشریح مین تیسرے شعر کے الفاظ کے جو معنے آپ نے

بیان کیے ہیں آپنے خدا اور رسول کا جو ظرف مظروف ہونا مترشح ہوتا ہے بلکہ آپکے
مفہوم کے موافق یہ قرب تو ایسا قرب معلوم ہوتا ہے جیسے ایک شخص متحرک ہو کر کسی
شخص سے قریب ہو یا ایک شخص ساکن ہو اور دوسرا متحرک ہو کر قرب حاصل کرے حاشا
وکلا ان ابیات سے نہ میرا یہ مفہوم ہے اور نہ ہی ان ابیات کے الفاظ کے یہ معنے ہیں جو
آپنے سمجھ رکھے ہیں احیاء العلوم مین لکھا ہے کہ خدا تعالےٰ کے قرب سے مراد یہ ہے
کہ بندہ صفات بہایم اور درندون سے دور ہو کر مکارم اخلاق جسکو اخلاق الٰہی کہتے ہیں
اختیار کرے جب حق سبحانہ تعالی بندے پر سے شواغل اور گناہون کو مٹا کر اور اوس کے
باطن کو کدورات دنیاوی سے پاک کرکے اپنی ذات پاک سے قریب فرماوے اور آسکے
دل سے حجاب اوٹھا ڈالے یہانتک کہ بندہ اوس کا مشاہدہ ایسی طرح کرے کہ گویا اپنے
دل سے دیکھ رہا ہے حدیث قدسی مین مذکور ہے کہ لا یزال العبد یتقرب الی بالنوافل حتی
احبہ فاذا احببتہ کنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ ولسانہ الذی ینطق بہ یعنی
بندہ ہمیشہ قرب نوافل سے میرا تقرب کرتا ہی رہتا ہے یہانتک کہ مین اوسکو دوست رکھتا ہون
اور جب دوست رکھتا ہون تو ہوجاتا ہون اوس کا کان جس سے وہ سنتا ہے اور
اسکی آنکھ جس سے وہ دیکھتا ہے اور اوس کی زبان جس سے وہ بولتا ہے (بخاری بروایت
ابو ہریرہ رض) پس جن لوگون پر نسبتہ و تمثیل کا محال ہونا اور اتحاد و حلول کا ممتنع ہونا
منکشف ہوگیا ہے وہ لوگ جب حق سبحانہ تعالی کی ذات و صفات مین اگر کوئی لفظ بولین
گے تو اوس لفظ سے وہی معنے ہونگے جو خدائے پاک کی ذات و صفات کے لائق ہو گو وہ
لفظ مخلوق کی نسبت بھی بولا جانا جائز ہو جیسے وجود کا لفظ کہ باعتبار اشتراک کے عام تر
ہے کہ خالق اور خلق دونون پر بولا جاتا ہے حالانکہ وجود حق سبحانہ تعالی و دیگا مطلق ہے

کہ جس کا کوئی مثل نہیں اور ایسا فرد ہی کہ جسکی کوئی ضد نہیں وہ ایسا پاک ہے کہ اوس کا کوئی
مزاحم نہیں وہ ایسا غنی ہے کہ آسکو کسی کی حاجت نہیں ایسا قادر کہ جو چاہتا ہے کرتا ہے
اور جیسا چاہے ویسا حکم دے۔ نہ کوئی آسکے حکم کو ٹالے اور نہ کوئی آسکے قضا کو پیچھے ڈالے
عالم اس طرح کا کہ زمین و آسمان مین ایک ذرہ بھی آسکے علم سے باہر نہیں ہے قاہر ایسا کہ
جابرون کے گردنین آسکے قبضہ قدرت کے ہاتھ مین ہیں نہ ملوک و سلاطین آسکے گرفت
اور سطوت سے سرک سکین ازلی ایسا کہ آسکے وجود کے ابتدا نہیں ابدی ایسا کہ آسکے
بقا کی انتہا نہیں اپنی ذات مین ایسا ضروری کہ عدم کا تصور آسکی جناب سے کوسون دور
ہے قیوم ایسا کہ خود قایم اور دوسری چیزون کا اوسی سے قیام ہے۔

اور ظہور آسمانون اور زمینون کا وہ جیا ہے جمادات حیوانات نباتات کا وہی
خالق ہے عزت و جبروت مین یگانہ ملک و ملکوت مین یکتا ہے زبانہ فضل و جلال و
کبریا و جمال و قدرت و کمال سب اوسی کے واسطے ہیں جسکے جلال کی معرفت مین
عقلین حیران اور آسکے وصف مین زبانین سرگردان عارفین کا کمال معرفت یہی ہے
کہ اوسکی معرفت سے عاجزی کا اقرار کرین اور منتہائے نبوت انبیا یہی ہے کہ آسکے
وصف سے قصور کا اعتراف کرین چنانچہ سید انبیا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے
لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک یعنی مین تیری تعریف پوری نہیں
کر سکتا تو ایسا ہے جیسا کہ تو اپنے نفس کی تعریف کرے حالانکہ جو صفات تیرے اوپر
بیان کیے ہیں الفاظ مخلوق پر بھی بولے جاتے ہین لیکن باوجود اس اشتراک لفظی کے
خالق کو مخلوق سے اور تابع کو متبوع سے کوئی نسبت نہیں۔ کہان گنگا تیلی اور کہان
راجہ بھوج چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔

پس لفظ غرق کے معنی جو ذات الٰہی کے بیان میں آپ نے وہ فرق تھی چیزے در چیزے کے
لیکر حلول کا مفہوم فرمایا ہے اوسکی مثال ایسی ہے کہ خالق اور مخلوق کی نسبت لفظ جود
یا سمیع و بصیر کا بول کر خالق و مخلوق کی صفات قدرت میں کچھ فرق نہ کیا جاوے
ان ابیات کے تیسرے شعر میں لفظ غرق کے معنے محض مشغول بودن بچیزے کے ہیں
مثلاً کوئی یوں کہے کہ زید در خواندن غرق است ای محض در خواندن مشغول است پس
غرق کے معنے مشغول کے ہیں لفظ اندر کے معنے اسجگہ طرف کے ہیں یعنی حق سبحانہ تعالےٰ
نے معراج کی رات اپنے مقام قرب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام حجاب اوٹھا کر
اپنے نور ذات و صفات کی طرف ایسا مشغول کیا کہ نور محض جناب رسالت مآب نے کہ انا
من نور اللہ کے مصداق میں اپنے نور سمع و بصر کو چھپا کر خدا کو پیٹ بھر کے دیکھا پس
ان ابیات سے نہ حلول ثابت ہوتا ہے نہ اتحاد ان ابیات میں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ
کے قرب معراج کا بیان ہے جو سورہ نجم کی آیت دنی فتدلے فکان قاب قوسین او
ادنے سے ثابت ہوتا ہے مفسرین نے اس آیت کی تفسیر جناب امام جعفر صادق سے
اس طرح بیان کی ہے۔

(دنی) یعنی نزدیک ہوئے جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پروردگار سے
بے کیف۔ (فتدلے) پس اوٹھایا حجاب کو اور گذر گئے۔ پھر اور حجاب قطع کر گئے۔ یہانتک
کہ کسی ملک مقرب نے اُنکو نہ دیکھا۔ سچ ہے دیکھتا کیا کوئی باریاب ہی نہ تھا بلکہ اوس
مقام قرب میں فقط آپ تنہا تھے۔ ستر ہزار حجاب نور کے اور ستر ہزار ظلمت اور ستر ہزار
حجاب زمرد کے اور ستر ہزار حجاب موتی کے اور ستر ہزار حجاب یاقوت کے طے کر کے آپ
مقام قرب میں آگے گذر گئے حتی کان بین الحبیب والمحبوب قاب قوسین اور اگر

اسی پر اکتفا فرماتے تو مکان کا توہم ہوتا۔ اسواسطے فرمایا (او ادنیٰ) بلکہ قریب تر اس سے
بھی تاکہ کسی کو مکان کا توہم نہ ہے۔

شرح عوارف میں لکھا ہے کہ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم شب معراج جبرئیل
سے جدا ہوئے۔ سات مقاموں پر گذرے کہ ہر مقام سو ہزار درجہ عرش سے تا تحت
الثرے تھا جناب جبرئیل امین کہ اسرار سید المرسلین سے محرم تھے آپکے اول مقام
قرب سے بھی آگاہی نہ رکھتے تھے پھر باقی کے مقام ستہ سے کیا آگاہ ہوں۔ شعر

جبرئیل ہیں یہاں ناداں اس سر کو خدا سمجھے		آغاز میں حیراں ہے انجام کو کیا سمجھے

روایت ہے کہ جب منازل قرب میں آپ قدم بڑھاتے تھے تو غیب سے آواز
آتی تھی کہ اے میرے دوست میں کسی مکان میں نہیں ہوں کہ میری طرف قدم سے
چلکر قریب ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا کہ خداوندا دنوی حقیقی مجھ
سے متعلق ہے میرے ہاتھ میں نہیں ہے۔ خطاب ہوا۔ شعر

فرش سے عرش تلک عرش سے تا دور دراز		سوچ مت دل پہ نگہ کر کہ یہیں ہے سب ساز
یہی خلوتکدۂ ناز ہے میرا اے دوست		یہی محنت زدۂ عشق ہے اور جائے نیاز

علمائے لطائف اور صاحبانِ اشارات نے دنی فتدلے فکان قاب قوسین او ادنے
کے معنے میں بہت لطیفے لکھے ہیں جنکا بیان اہل معارف کی تفسیروں میں مفصل مذکور ہے
چنانچہ دنے کے معنے میں لکھا ہے کہ نزدیک ہوئے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم
بجناب قدس الٰہی قرب منزلت اور قرب کرامت کے ساتھ۔ (فتدلے) پس سجدہ کیا
اوسکو اور کہا کہ میں نے جو سعادت پائی ہے وہ خدمت کی برکت ہے پس ایسے مقام پر
پہونچے کہ تمام لوگوں نے نہ جانا کہ قدمگاہ آپکا کہاں ہے اور قدم نے نجانا کہ نفس کہاں ہے

اور نفس نے نہ جانا کہ دل کہاں ہے اور دل نے نہ جانا کہ روح کہاں ہے - اور روح نے نہ جانا کہ سر کہاں ہے - فرد

تن سے نفس اور نفس سے دل اور دل سے جان اور جان سے سر	دے خبر پایا ہوا مکشوف اس جا کا سر

عالم ہستی یعنی کون آپ کے قدم کی طلب میں تھا اور قدم طلب نفس میں اور نفس طلب دل میں اور دل طلب جان میں اور جان طلب سر میں اور سر مقام وصل الحبیب الی الحبیب میں -

شیخ ابو الحسن نوری نے اس آیۃ کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ حقیقت اس معنی کی فہم وادراک سے باہر ہے - قرب کی تمیز بعد سے ہوتی ہے - وہاں بعد کہاں اور بعد) امکان میں ہوتا ہے مکان کا وہاں کیا امکان - اور مکان زمان سے مراد ہے حالانکہ زمانہ وہاں گم ہے - اور قاب اشارت مقدار سے ہے مقدار وہاں صرف توہم ہے - اور (قوسین) کنایہ شال سے ہے مثال وہاں معدوم ہے (او) شک کا کلمہ ہے شک وہاں محروم ہے اور (ادنی) ہے مبالغہ دنو میں - کون دنو کون مدنو -

یہاں سب علما کے علوم اس آیۃ کی تفسیر میں عاجز ہیں - اور معارف سب عرفا کے اس تقریر میں قاصر ہیں نظم

وصف جمال میں تری قاصر زبان ہی	صحرای عشق میں تری گمراہ جہان ہے
درگاہ حق میں آپ کا اللہ رے مرتبہ	کیا قرب کیا مقام ہی کیا عز وشان ہی

پس ان ابیات میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو لوگ آیہ دنے فتدلے کے رموز باطنی سے آگاہ ہیں وہ جانتے ہیں کہ جناب حق سبحانہ تعالی نے معراج کی رات

تمام حجاب ظلمانی و نورانی اور ماسوی اللہ کے اٹھا کر اپنی ذات وصفات کے نور میں سمع بصر ودل سے پیغمبر کو ایسا متوجہ کیا کہ جناب پیغمبر علیہ الصلوات والسلام نے مقامات قرب خاص میں جناب باری تعالے کے دیدار کو پیٹ بھر کے دیکھا - پیٹ بھرنے سے مراد یہ ہے کہ جتنا آپ نے دیکھا اُس سے زیادہ دیکھنا خیال میں تصور نہیں ہوسکتا چنانچہ مازاغ البصر وما طغے آپکے ادنی شان کا نشان ہے

موسی ز ہوش رفت بیک پرتو صفات	تو عین ذات منگری در تبسمی

چنانچہ مولوی محمد بخش سامی نے کہا کہ تیرے شعر کے پہلے مصرعہ میں لفظ غرق سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ رسول خدا خدا کی ذات میں غرق ہو گئے تھے اور اسی شعر کے مصرعہ ثانی میں بے فرق کا لفظ اوس غرق ہونے کی تائید کرتا ہے - اور مصرعہ میں اندر کا لفظ بھی حلول کی طرف منجر ہے -

شاہ محمد رمضان نے فرمایا کہ لفظ غرق کے دو معنی ہیں - یکے فرو رفتن چیزے در چیزے جیسا کہ آپ فرما رہے ہیں - دویم بکلی مشغول بودن در چیزے جیسا کہ اہل محاورہ کے عام بول چال میں کہتے ہیں کہ زید در خواندن غرق است یعنی بکلی در خواندن مشغول یا متوجہ است اور اسجگہ لفظ غرق سے مراد مشغول شدن ہے -

لفظ اندر - یہ لفظ بھی دو معنی میں آتا ہے - کبھی بمعنی ظرف اور کبھی بمعنی طرف اسجگہ طرف کے معنی میں مستعمل ہے -

بے فرق - یعنی بے سخن بے شک - اِن تمام الفاظ سے کوئی حلول ثابت نہیں ہوتا رہی یہہ بات کہ خواہی نخواہی کسی لفظ کے اپنی طرف سے خلاف سیاق وخلاف محل

یعنی بجز غلط مٹا سوا اسکا کچھ علاج نہیں۔

مولف نقیب الاولیا عرض کرتا ہے کہ ان اشعار پر ایک حاشیہ حضرت شاہ محمد رمضان علیہ الرحمۃ کا لکھا ہوا اصل کتاب طبل باز میں ہے یہ کتاب مصنف کے قلم خاص کے لکھے ہوئے اور حاشیہ بھی قلم خاص کا لکھا ہوا ہے یہ اصل کتاب فرخ نگر میں مصنف نے اپنے ایک مرید محمد ظفریاب خانصاحب کو دی تھی محمد ظفریاب خانصاحب نے نقل اسکی آپ کے سجادہ نشین حضرت عبدالغنی کو دی جواب ہمارے پاس ہے

۱ اس طرح نزدیک اوسکو کردیا الخ۔ نور سمع اور بصر اپنا چھائے کر + نور حق سے حق دیکھا اور سنا کر
۲ کُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهٗ یعنی سمع دل و بصر یعنی جناب رسالت بشب معراج چمیع حجاب نورانی ظلمانی برداشتہ بود و چناں متجلی بتجلیات حقانی شد بصورت حقی اودات اللہ را دید چنانچہ مولوی میفرماید سے
قدم نہ گہ حدوث از جاں بجست + دو جواب پیش امکان او شکست + یکے ماندان ہم از قید کی پاک +
زبیار سے بروں از ماند کے پاک + میرس از کا کیفیت کہ چوں بود بہ بیدل بروں بود و دیدہ سنتا
وجو اسکا بیان یہ بَعْدَ اَنْ دَنَا مِنَ الصِّفَاتِ وَاسْتَغْرَقَ فِیْ بَحْرِ الذَّاتِ وَلَمْ یَبْقَ مَعَهٗ مِنْ عِلْمِهٖ شَیْءٌ وَلَا مِنْ بَصَرِهٖ شَیْءٌ وَلَا مِنْ سَمْعِهٖ وَلَا مِنْ اِدْرَاکِهٖ شَیْءٌ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی نُوْرًا مِّنْ سَمْعِهٖ وَبَصَرِهٖ فَرَاَی الْحَقَّ بِنُوْرِ الْحَقِّ وَسَمِعَ مِنَ الْحَقِّ کَذَا فِی الْعَرَائِسِ فِیْ تَفْسِیْرِ سُوْرَةِ النَّجْمِ۔ ۱۲
عہ، قَالَ السَّهْلُ مَا کَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی الْبَصَرُ وَکَذَالِکَ قَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ رَاَیْتُ رَبِّیْ بِقَلْبِیْ وَبِعَیْنِیْ رَوَاهُ مُسْلِمُ بْنُ حَجَّاجٍ فِیْ صَحِیْحِهٖ کَذَا فِی الْعَرَائِسِ
در تفسیر حسینی فی تفسیر سورۃ مریم از مواہب الٰہی کہ حضرت شیخ رکن الدین علاؤالدولہ

سمنانی قدس سرہٗ فرمودہ آمدہ مذکور است کہ حضرت رسالت پناہ را صلی اللہ علیہ وسلم سہ صورت است یکے بشری کقولہٖ
رسّہ، تعالٰی قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحٰی اِلَیَّ دوم ملکی چنانچہ فرمودہ لستُ کاحدکم اَبِیْتُ عِنْدَ رَبِّیْ یُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِیْ سیوم سے حقی کما قال مَعَ اللّٰهِ وَقْتٌ الخ وازیں روشن ترمَنْ رَاٰنِیْ ۓ فَقَدْ رَاَی الْحَقَّ الخ
دسّہ، کُنْتُ سَمْعَهٗ ترجمہ۔ میں اوسکا کان ہوگیا جس کے ذریعہ سے وہ سنتا تھا اور میں اسکی آنکھ ہوگیا جس کے ذریعہ سے وہ دیکھتا تھا۔
ۓ بَعْدَ اَنْ دَنَا الخ صفات باری تعالٰی کے قریب ہوجانے کے بعد اور دریائے ذات باری تعالٰی میں غرق ہوجانے کے بعد اور جبکہ کچھ بھی علم اُسکے ساتھ باقی نہ رہا اور نہ کچھ شنوائی وبینائی وفہم وادراک باقی رہا۔ فرمایا اللہ تعالٰی نے ایک نور ہے اوسکے کان اور آنکھ سے۔ پس دیکھا ہی تو حق کو ا ور حق سے اور سُنا خدا کے نزدیک سے حق بات کا سُنا۔ ایسا ہی ہے عرائس میں سورہ نجم کی تفسیر میں۔ ۱۲ م ط۔ ہ
دسّہ، قَالَ السَّهْلُ الخ سہل نے کہا۔ جو کچھ آنکھ نے دیکھا قلب نے اوسکو نہیں جھٹلایا اور اسی طرح فرمایا رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے رَاَیْتُ رَبِّیْ الخ دیکھا میں نے اپنے پروردگار کو اپنے قلب اور آنکھ سے۔ روایت کیا اسکو مسلم بن حجاج نے اپنے صحیح میں۔ ایسے ہی عرائس میں ہے۔ ۱۲
دسّہ لقولہٖ تعالٰی الخ جیسا کہ قول ہے اللہ تعالٰی کا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ فرمادیں کہ میں تمہاری طرح بشر ہوں صرف فرق یہ ہے کہ وحی بھیجی جاتی ہے میری طرف۔ ۱۲

(ش) لست الخ میں تم لوگوں کی طرح نہیں ہوں۔ میں آیا اپنے پروردگار کے پاس وہ کھانا کھلاتا ہے مجھکو اور پانی پلاتا ہے۔ ۱۲ منہ

(ش) کما قال لی الخ۔ جیسا کہ فرمایا۔ لِیْ مَعَ اللّٰہِ یعنی میرے واسطے ہے اللہ کے ساتھ وقت ۱۲ منہ

(ش) مَنْ رَاٰنِیْ جس شخص نے مجھکو دیکھا تحقیق اُسنے خدا کو دیکھا۔ ۱۲ محمد طہٰ عفی عنہ۔

سلسلہ متن

ایہا الناظرین اشعار مذکورہ بالا کی شرح جو اوپر کی گئی ہے وہ دنیا کے سامنے موجود ہے مگر ان میں شرک ہے نہ حلول لیکن تعصب اور ہٹ دہرمی کا کیا علاج ان اشعار کے سوا اور بھی چند اشعار مبلبل باغ نبی وآخرت ونگیلی کے مولوی محمد بخش نامی نے اعتراضاً ہنگامہ مناظرہ میں بحضور اقدس شاہ محمد رمضان پیش کئے جنکو ہم ذیل میں مع مختصر معنی کے لکھتے ہیں وہ یہ ہیں۔ ع

ہے قدم جیسے ترے تج کا آثار	اسطرح دنیا آثار آمرزگار
اس سے آگے ہے نہیں کوئی نزول	دیکھ پڑا اور پڑ والے کو نہ بھول
یاں تلک مہرِ توجہ کا ہلا	تو مصوّر میں مصوّر جا سما
جسطرف دیکھے نظر اپنی اُٹھا	بوجھ لے اوسکا مصوّر ہے خدا

این ابیات متضمن تحصیل دلایل معرفت ہستی فی معانی صانع عالم اند ہے قدم جیسے ترے تن کا آثار اسطرح دنیا آثار آمرزگار۔ لفظ ہے بمعنی ہست و قدم بمعنی نقش سراغ و آثار در ہر دو مصرعہ بمعنی اثر و

نشان چنانچہ قدم تو اے نقش سراغ تو از نشان است۔ بر ثبوت ہستی تو ہمچنان دنیا کہ عبارت است از عالم شہادت اثر و نشان بر ہستی حق تعالےٰ صانع عالم را چنانچہ مولانا ئے جامی علیہ الرحمۃ فرمودہ اند ع بود نقشے دلیل بر ہوشمندے کہ باشد نقشہا را نقشبندے + و ایضاً این ہمہ آثار کہ نادر نما است در صفت ہستی قادر گو راست + اس سے آگے ہے نہیں پیارے نزول + دیکھ پڑا اور پڑ والے کو نہ بھول + اس سے آگے یعنی ازیں پیش اے سلوی ازیں معنی اے عزیز سوائے تحصیل معرفت الٰہی نیست نزول تو از عالم شہادت بقول تعالےٰ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ اے لیعرفون مصداق اوست دیکھ پڑا الخ لفظ دیکھ بکسر اول و یا فارسی بمعنی ببین و لفظ پا بار پارسی و را ہندی نقش سراغ پس ببین و جو نقش از ہستی نقاش آں وآگاہ می باش نقش نگر جانب نقاش او حسن بنا میں ببین آنگاہ کہ قولہ تعالےٰ و من آیاتہ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ واختلاف السنتکم و الوانکم ان فی ذالک لآیات للعالمین ایضاً فانظر الی آثار ربک کیف یحیی الارض بعد موتہا ع یہاں تلک مہرِ توجہ کا ہلا + تو مصور میں مصور جا سما + و لفظ سما بہ لغت ملک ہرباشہ بچند معنی آمدہ یکے در آمدن چیزے در چیزے و آں بہ دو وجہ باشد یا بذات یا بظہور و صفت ذات دریجا بمعنی ظہور و صفت است مثلاً شے مکتوب کہ ظہور وصفت کتابت است و ہستی کاتب درو ثابت باشد ہمیں نوع در ہر مصنوع ہستی صانع ثابت است و کلمہ یاں تک بمعنی چنداں و ہلا بمعنی حرکت یعنی مہر و توجہ و تفکر خود چنداں تحرک کن بر صفحۂ آئینہ مصور عالم کہ در ہر آئینہ صور عالم مصور عالم بظہور وصفت ہستی در آئینہ نظر شہود تو چنانچہ نظامی علیہ الرحمۃ فرمودہ۔ ترا بینم از ہر چہ پرداختہ + کہ ہستی تو سازندہ و ساختہ + مولوی جامی گفتہ۔ جہاں آئینہ مقصود شاں باد + در و نور قدم مشہود شاں باد + و بیت لاحق جاں خیرہ نگار است + جسطرف دیکھے نظر اپنی اٹھا + بوجھ لے اُسکا مصور ہے خدا

بعد ازاں ہر صورے کہ بنگری از صورتہا ے عالم یقین دانی کہ مصور و صانع آن ذات حق است کہ صانع عالم است کہ قولہ تعالے ھو اللہ الخالق الباری المصور لہ الاسماء الحسنے یسبح لہٗ مافی السموات والارض وھو العزیز الحکیم ہے

حق کے معنی یہہ کہ وہ ہو وے صحیح × باطل اُسکو بولتے

جو کہ وہ ہی ہے سو ہے اللہ کی ذات ‏ اور ذات اُسکے کمالات وصفات

ماسوی نانہ اصل جسکی نہیں ‏ کل شئی باطل الا اللہ باطلین

تین صورت اوسکی ہیں بھائی سنو ‏ سچ تو ہے ذات خدا کو ہوے ہو

دوسری وہ ہے کہ جو ہرگز نہو ‏ وہ شریک اللہ کے ہوا نہو

تیسری سنسار یہ دیکھی ہے سو ‏ اک طرح دیکھیں تو حاضر ہو بہو

اصل کو دیکھیں تو ناسوں کردیا ‏ کل شئی ہالکٌ اِلّا خدا

ترجمہ مشکوٰۃ شیخ عبد الحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ آں اینست الحق بمعنی ثابت و در مقابل اوست باطل بمعنی نیست و ناچیز و معدوم و ثابت است مطلق اللہ تعالے است و سائر موجودات حیثیت امکان معدوم و ناچیز و نیستند کہ در حد ذات ایشان را وجود و ثبوتے نیست چنانچہ گفت الا کل شیئٍ ماخلا اللہ باطلین و تفصیل کلام آنست کہ اینجا سہ چیز است حق مطلق و باطل مطلق و حق بوجہ باطل بوجہ پس ممتنع بالذات باطل مطلق است و ممکن لذاتہ حق است بوجہی باطل است بوجہ و او را از حیثیت ذات خودش وجودی نیست اصلاً پس باطل است بذات مستفید است وجود را از غیر خود از وجہی کہ جانب مفید وجود ازو موجود است پس حق بدینوجہ است و ایں معنی کل ہالک الا وجہہ پس معلوم شد کہ حق مطلق ہماں موجود حقیقی است کہ بذات خود موجود است و ہر چیز وجود از دے میگیرد و آں خداست عزوجل اسماءٗ

جو کہ وہ ہی ہے سو ہے اللہ کی ذات   اور ہے ذات اُسکے کمالات وصفات

جو کہ وہی ہے یعنی اسکو ثابت است مطلق ہست سوہی اللہ کی ذات آں ذات خدا سبحانہٗ ہے اور ذات اوسکے کمالات وصفات او یعنی ازل و ذات ابد از ازل تا ابد کامل از صفتہائے اوہ ماسوائے نانہ ہے۔

ماسوا نانہ ہے اصل جسکی نہیں ‏ کل شئی ماخلا اللہ باطلیں

لفظ نانہ در مصرعہ اول بمعنی نیست است و کلمہ یعنی عدم و سائر موجودات ماسوائے اللہ تعالے از حیثیت امکان معدوم و ناچیز و نیستند کہ حد ذات ایشان را وجودے و ثبوتے نیست چنانکہ گفتہ الا کل شیئٍ ماخلا اللہ باطلین و ابیات لاحق تفصیل ایں ابیات مذکورہ است

جو کہ توں چھوڑیگا سب چیزاں حرام ‏ حکم جو رہ کے کریگا توں مدام

جب تجھے ذکر جلی کا ہو نفا ‏ حال ظاہر باطن حضرت مصطفےٰ

بلکہ مکروہات سے توبہ کرے ‏ نور ذکر قلب کا جب ہی بڑھے

پیار ساری چیز کا پیارے سے ہو ‏ جو کہ توں چھوڑیگا دنیا قرب ہو

برف جیسے کہل کرے پانی ہیں اب ‏ محو دنیا ہو وپانی سے قرب

گرچہ برف اندر نہ پانی بن کچھی ‏ لیک نام برف کا بھی ہے دوی

ایں ابیات در بیان مجاہدات و عبادات خالص اند کہ موصل بقرب باشند۔ پیار ساری چیز پیاری ہیں + جو کہ تو چھوڑیگا دنیا قرب ہو یعنی محبت تمام چیزہا کہ سوائے اللہ تعالے محبوب و مطلوب تو اند ہر قدر ترک کنی آنہا از مجاہات و عبادات ہمانقدر قرب حق تعالے حاصل شود بنا بر خالص و مجرد بودن عبادت از عدم تقسیم مقصود و مطلوب سوائے اللہ تعالے

و ہر دو بیت لاحق متضمن تمثیل عبادت خالص و غیر خالص اند۔ برف جیسے گھل کرے پانی میں اب ہے محو دیا ہو وہ پانی سے قرب ہے یعنی چنانچہ برف گداختہ در آب افتد و محو شود ہمانقدر با آب قرب شود اے آب شود ہمیں نوع چوں عبادت مجرد از مقصود ماسوائے اللہ تعالے شود توصل باشد بقرب حق تعالے و اگر مقید بمقصود سوائی اللہ تعالے باشد موصل بقرب حق تعالے نباشد بعدم از خلوص زیرا کہ آں عبادت بنا بر حق نباشد کہ مطلوب بمقصود از آں غیر حق است خلاف طریقت بود کہ اولیا تمنا کنند از خدا جز خدا ؎ گرچہ برف اندر پانی بن گئی + لیک نام برف کا بھی وہی ہے پس اگرچہ در برف بجز آب دیگر نیست لیکن خود کہ مقید است آب نگویند و عمل آب از و حاصل نشود ہمیں نوع اگرچہ در عبادت کہ مقید بمقصود ماسوی اللہ است غیر خالص است و آں موصل قرب حق تعالے نباشد واللہ اعلم۔

دھن اوٹھا قوت تصرف میں عزیز	ذات کے ہر ذات اندر کر تمیز
حق کی صفتاں اسطرحی چھائیاں	گویا اوس بن نہیں کچھ آئیاں
ہے میرے اوپر خدا نیچے ہے توں	مجھو لکر مت بولیو یہہ بول توں
سب جگا نیچے و اوپر ایک رب	قدرت اوسکی چھا رہی ہے جا سب

ایں ابیات متضمن بہ نفی اشتراک فی التصرف اند + دھن اوٹھا قوت تصرف سے عزیز + ذات کے ہر ذات اندر کر تمیز + کلمہ دھن یعنی نظر و خیال و اوٹھا یعنی بردار و ہم یعنی بر پا کردن چیزے اینجا بمعنی بردار است یعنی اے عزیز نے خیال خود را از قوت تصرف ماسوی اللہ تعالے کہ آں عبارت است از اختلافات و نفع و ضرر و عزت و ذلت و غیرہا صرف است ذات کے اوجھن قوت تصرف ذات اللہ تعالے متصرف در ہر ذات از ذوات عالم تمیز بکن کہ ہیچ ذاتے از تصرف حق تعالے بیروں نیست کہ قولہ تعالے قل ادعوا الذین زعمتم من دون اللہ لا یملکون

مثقال ذرۃ فی السموات ولا فی الارض وما لہم فیہما من شرک وما لہ من ظہیر و بیت لاحق نتیجہ او حقیقی است

حق کی صفتاں اسطرح سے چھائیاں	گویا اس بن نہیں کچھ آئیاں

پس بعد نفی اشتراک فی التصرف و حصول توحید حق صفتہائے حق تعالے بدیں وجہ در نظر خیال تو غلبہ ظہور نماید کہ بعد از آں بیقین دانی کہ سائر موجودات از حیثیت تصرف بالذات گویا غیر موجود اند چنانچہ مولانا خواجہ جامی رحمۃ اللہ علیہ از حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ در نفحات الانس آوردہ کہ اہل حقیقت ایمان چنیں تعریف کردہ اند کہ الایمان عقد القلب بنفی جمیع الوہیت القلوب من النافع والضار من العز والذل سوی اللہ تعالے ؎

ہے میرے اوپر خدا نیچے ہی توں	بھولکر مت بولیو یہہ بول توں

چوں بعضے مردم جہل در اضطرار بنا بر جلب باری خود بسوے اصنام مثل گوگا و سیتلا وغیرہ کہ اصنام ہندوستان اند رجوع میکنند و میگویند ہے مرے اوپر خدا نیچے ہے توں کہ ہست بالائے آسمان خدا تعالے مالک و خداوند و بزمین تو ہستی مالک و خداوند چونکہ ایں کلمہ از کلمات کفر بود مصنف علیہ الرحمۃ منع فرمودہ کہ بھولکر مت بولیو یہ بول توں چنانچہ قولہ تعالے ولا تدع من دون اللہ ما لا ینفعک ولا یضرک فان فعلت فانک اذا من الظالمین و بیت لاحق در اثبات تصرف و مالکیت خدا تعالے است کہ مالک حقیقی زمین و آسمان اللہ ہم ہموں است ۔

سب جگاں نیچے اوپر ایک رب	قدرت اسکی چھا رہی ہی جا سب

یعنی ہر جا چہ در زمین و چہ در آسمان ہا مالک و خداوند حقیقی ذات حق ہست کہ قولہ تعالے وھو اللہ فی السموات وفی الارض یعنی اوست مالک و خداوند در آسمانہا و زمینہا

و مصرع ثانی در مالکیت و خداوندے حق تعالے است یعنی حق سبحانہ چناں مالک و خداوند عالم است کہ تصرف قدرت او از احیا و اماتت و نفع و ضرر و عزت و ذلت وغیرہ غالب در ہر جا ست چہ در زمین چہ در آسمان کہ قولہ تعالے اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ او ست سلطان ہر چہ خواہد او کند علے را در دے ویران کند یفعل اللہ ما یشاء و یحکم ما یرید شان او ست

یہ وجود ظاہری کا جو کہ ہست	کر شریعت کا یہاں سب بندوبست
نفس کو کر صاف بدخویوں سے	دور کر کینہ حسد کبر و غضب
صاف رکھے قلب اپنے کو مدام	تو خطرہ غیر حق کا ہو سدام
روشنی تا روح کی چمکے وہاں	واں ہی تا کچھ سخن اگے چھوڑ دہاں
سرمیں تو بھی نزہ حق ہی رہے	ہر وجود اندر عبادت ہر کرے

سرمیں تو بھی نزہ حق ہے الخ - ایں ابیات مربوط است با چہار بیت اول کہ متضمن اند در بیان سلوک سالک اے اللہ کہ آں عبادت است از اتباع سنت و تزکیہ نفس و تصفیہ قلب و تجلیہ روح و تخلیہ قولہ سرمیں تو بھی نزہ حق ہی رہے - یعنی اے سالک سلوک اے اللہ در سلوک لطیفہ سر ہستی تو ہم نماند پس ہویت حق ہر وجود اندر عبادت ہر کرے پس ہر کہ سالک اے اللہ باشد او را باید کہ ہمیں ترتیب در ہر وجود از ہر وجود لطائف ہر عبادت کہ مختص و متعلق بدوست حاصل کند کہ اول خود را قولاً و فعلاً مقید و منقاد شریعت کند کہ آں عبادت است از کمال اتباع سنت و بعد ازاں تزکیہ نفس حاصل کند کہ آں عبادت است از بر آمدن اخلاق ذمیمہ مثل کینہ و حسد و کبر و غضب وغیرہ و بعد ازاں تصفیہ قلب حاصل کند کہ آں عبادت است از دفع خطرات ما سوی اللہ تعالٰے و بعد ازاں تجلیہ روح حاصل کند کہ آں عبادت است از تجلے بودن بمشاہدہ حق تعالے و بعد ازاں تخلیہ سر حاصل کند کہ آں عبادت است از فنا ساختن سالک پیش ہویت حق پس ہمیں طریق کہ

ہر عبادت متعلق و مختص بہ لطیفہ است ۵

جو ہماری طرف آوے ایک شت	کر عبادت رکھیں اتنے دست
گفت لا معبود الا اللہ کو	ہے رسول اسکا محمد ہو بہو
ایک کر پر روز ناکس کر نا تکو	اپنی رحمت فضل کر کر رہیں ہوں
کر سوا دو نا بہشت تو تکا حق	یعنی اسکو
جان و مال اولاد خاطر دین قسم	چھوڑ دوزخ ہو بہشت ہو میں وطن

ایں ابیات در قرب حق تعالے بہ بندگان بزیادت ثواب بر طاعات و اعمال ایشاں متضمن بحاصل معنی ایں حدیث اند کما قال علیہ السلام من تقرب الے شبر تقربت الیہ ذراعا الخ - و کلمہ وشت بکسر دال در آخر بیت اول یعنی محبت و کلمہ ہو بہو در بیت ثانی بمعنی بالتحقیق یعنی میگوید بفضل خود ہر کہ نزدیکی جوید بمن بمقدار یک شبر بعمل اندک بمحبت من کہ موجب قربت درگاہ من باشد نزدیکی جویم من بسوے او بمقدار ذراع اے عطا دادن ثواب دو چنداں زیرا کہ ذراع دو چند شبر باشد یعنی ہر کہ نزدیکی جوید بحق تعالے باندک عملے مثلاً از روے اعتقاد و تصدیق قلب گوید کہ لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ معنی نیست معبود بحق بجز ذات اللہ تعالے کہ جامع صفات کمالات است - و نیست رسول او محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالتحقیق کہ بعد او رسولے نیست پس بایں عمل میدہد حق تعالے بفضل و کرم خود مر او را ثواب در دنیا و آخرت کہ آں عبارت است از احکام ایمان

جو کوئی میری طرف قدموں چلے	قدم اسکا قدم احمد پر پڑے
سر بہ مازاغ کا انجن لگا	تب قدم سیر الے اللہ پر اٹھا
ہم بھی آویں اوسطرف ٹہریں پرکھ	فی اللہ و باللہ مع اللہ ہمیں تلے

ایں ابیات متضمن بحاصل معنی ایں حدیث اند و من اتانی یمشی اتیتہ ہرولۃ دکسیکہ می آید

مراد واں سے آیم من اورادواں فراین کفایت است از سبق رحمت خداوند تعالے و قرب وے
از بندگان درباره ثواب عطائے بر اعمال و طاعات ایشاں یعنی بر سالک کہ رواں بوصول حق
اعمال صالحہ قولاً و فعلاً بو صفیکہ قدم او بر قدم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم باشد کہ آں
عبارت است از کمال اتباع سنت بقولہ تعالےٰ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی
یحببکم اللہ و سرما زاغ را در چشم ہمت کہ از جمیع ماسوی اللہ انقطاع نمودہ یکجی خود بیاد
حق تعالےٰ در بدوی آید حق سبحانہ تعالےٰ سوائے آں بندہ رواں از سبق رحمت خود باعلےٰ
نمودن مراتب و مناصب فنا فی اللہ و بقا باللہ و مع اللہ کہ قولہ تعالےٰ اللہ ولی الذین آمنوا
یخرجہم من الظلمات الی النور ٥

ہے کبیر یک صفت اللہ ذوالجلال — جو بڑا ہو پاک از نقص و زوال
صفت اُسکی جو کہ ہے پوری تمام — ذات اُسکی رہتی ہے نقصان دوام
ماسوا اوسکے کہ جو موجود ہے — حکم اُسکے سیں اُنہو نکا بود ہے
اور جو سب سے بڑا ہو در عمر — اُسے نیاری حرکتی ہے خضر
ابتدا اوسکی کبھی ہرگز نہو — انتہا اوسکی کبھی ہرگز نہو

ایں ابیات متضمن بود معنی اسم کبیراند یکے معنی آں بزرگ است و آں ہر چند جہات
یکے کامل الذات کہ صاحب باشد دوی ہر موجود دوم قدیم الوجود پس ہر بیت اول متضمن
کمال الذات اند و در بیت آخر در معنی قدیم الوجود اند - اور جو سب سے بڑا ہو در عمر - کلمہ اور عبارت
است - از دوم معنی اسم کبیر در معنی قدیم الوجود یعنی دیگر معنی کبیر این است ہر آدمی بزرگ
سال مے باشد او را ہم کبیر گویند بنا بر سابق بودن وجود او از بعضے خود ہا کہ قولہ تعالےٰ
قال لا نسقی حتی یصدر الرعاء و ابونا شیخ کبیر حق سبحانہ تعالےٰ کہ دائم الوجود ازلے

و ابدی است و وے است کہ او را کبیر گویند بنا بر سابق بودن وجود او از بعضے خود ہا کہ قولہ تعالےٰ
کہ اوس کے سنا ہیں سارے حرکتی ہے خضر یعنی او سبحانہ تعالےٰ تمام چیزہا را موجود کردہ است و چگونہ
سابق و دائم و قدیم الوجود نباشد ابتدا اوسکی لا آخر ہے چناں دائم الوجود الی است کہ ابتدائی ندارد
و ازلی است کہ انتہائے ندارد پس اولٰہ ہر کہ او را کبیر خوانند کذا فے الترجمہ المشکات شیخ عبد الحق
دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ٥

سن عظیم اب اسم کے معنی ہیں کیا — جو بڑا ایسا کہ ہو لا انتہا
ہو بڑائی تین طرحوں کی سنو — کون پہونچے اوسکے طرف جو بڑا اوکو
دوسرے اُسکے کنو پہونچے نہ کوئی — تیسرے پہچان ہماری کتنی ہو
یہ بڑائی ذات اللہ کے سبھی — جو سوا اوسکے سو اُس پیدا کرے
پاوے ذریافت اپنے جہوٹ خواہ — خواہ آدم خواہ ملایک پاک وہ
ذات اُسکی اور صفت جو ہیں سدا — عقل کس کی ہے کے اندر وہ کب سما
عقل اوسکی تو ہی پیدا کرے — کب کر نہارا او ہاں اجی

ایں ابیات معنی اسم اعظم اند و معنی آں بزرگ شدن است و عظمت گاہے در اجسام
کہ مدرکات ابصار اند اطلاق باید و گویند کہ ایں جسم عظیم است و آں جسم عظیم تر ازوست
و قتیکہ استداد ساخت وے در طول و عرض و عمق آن بیشتر از یں باشد یکے نمی کنند
چشم را محیط میگردد با جرا بلان خیال چناں تمل و امثال یکے دیگر است کہ محیط بصر باطراف وے
چنانچہ زمین و آسمان و ایں اعظم است از اول و گاہے در مدرکات بصائر استعمال کنند
آنہا نیز اقسام اند قسمے است کہ محیط می شود بادراک کنہ حقیقت آن عقل و قسمے است کہ عاجز است
از آں معقول یا بعضے و قسمے است متصور نیست ادراک عقل در احاطہ وے بکنہ حقیقت آن

معظم مطلق او ست کہ عظیم تر از ہمہ است و متجاوز است از حد عقول و بیروں از دائرہ ادراک کہ ہیچ عقل بکنہ ذات و صفات وے نرسد و آں ذات حق است تعالیٰ و تقدس کذا فی الرحمۃ از مشکات شاہ عبد الحق دہلوی است

ہو بڑائی تین طرحوں سے سنو	کو نہ پہونچے اوسکے سب چوڑاؤ کو

ایں سہ ابیات مربوط بہ بیت لاحق است در تفصیل ادراک معنی اسم اعظم کہ گفتہ است در چشم ڈگا ہے در صفت و گھسے در کرامات نے الطلاق اسم عظیم آں بزرگ گرد و سہ قسم می باشد کہ یکے از آں در جمیع مخلوقات جیسے کہ فیل بر مرغ از و ثابت خود بزرگ باشد او را عظیم گویند مثل فیل عظیم و شجر عظیم و غیرہ قبیل ایں حقیقت جو بزرگ است بحق تعالیٰ دوسرا اصطلاحی یعنی کوئی لفظ کن بسبب کاف فارسی بمعنی صفت و قسم دوم از آں بزرگ در صفت سے ہی باشد مثل خلق عظیم و قول اللہ تعالیٰ اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ وَاِنَّکَ عَلٰی خُلُقٍ الْعَظِیْمِ وغیرہ علیٰ ہذا القیاس تیسری بیان جاری الحکمی ہو و قسم سوم آنکہ ہرگز ادراک نشود کنہ ذات و صفات وے و آں بزرگ تر است از ہمہ بڑائی ذات اللہ کو سمجھے ایں ہمہ گنہ بہ صفت بذات اللہ تعالیٰ شدہ پس ایں معنی عظیم است ذات حق تعالیٰ جل شانہ کہ ہیچ عقل و ادراک بکنہ ذات و صفات وے تعالیٰ نمی رسد کہ قول اللہ تعالیٰ وَهُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ ۔

سن شکور اب اسم کے معنے ہے کیا	شکر اوسکا جسنے اوسکو کچھ دیا
ہے وہی شاکر کرے بندہ شکر	و شکور ہے ذات رب اوسکو دکر
کیونکہ بندہ جو کرے فانی عمل	آخرت باقی کو دے اُسکو بدل
زندہ ایمان جو رکھے بدل	جنتاں اوسکی کرے آخر محل

ہے وہی شاکر - کرے بندہ شکر

ایں ابیات متضمن معنی شکور اند کہ معنی آں شکر و سپاس داشتن و ثنا گفتن منعم است بسبب نعمت و ایں معنی شکر گفتن بندہ است مر خدا را اسناد بخدا تعالیٰ نیز کنند و ثنا گو شکور نام حق تعالیٰ و دہندہ معنی آں ثواب جزیل دہندہ بر عمل قلیل فی ترجمۃ المشکوٰۃ ہے جو وہی شاکر کرے بندہ شکر یعنی آں شکر است کہ شکر منعم خود کند آں شکر گزاری بندہ است مر خدا تعالیٰ را کہ بجز عبودیت محتاج منعم حقیقی است ۔ ہے شکور اب ذات رب پاکو دکر و شکور ذات باری تعالیٰ است کہ ثواب جزیل دہندہ است بر عمل قلیل و کدام ثواب جزیل تر و عظیم تر از آخرت است بر عمل قلیل معدودہ ۔

فرض کر اور نفل کر میں قریب	یہاں تلک ہو یا مجھ اونکے نصیب
کان اوس سنتے ہیں الا کہ میں	آنکھ اوس دیکھی ہیں الا کہ میں
ہاتھ اس پکڑے ہیں الا کہ میں	پانو اس چلتی ہیں الا کہ میں
دیکھنا سننا پکڑنا او ولنا	ہو رضا میری نہیں اوس او دنا

ایں چہار بیت در بیان تقرب نوافل و فرائض اند متضمن بحاصل معنی ایں حدیث کہ قال علیہ الصلوٰۃ والسلام تقرب الی عبدی بشئ احب الیّ مما افترضت علیہ ولا یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احببتہ فکنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ ویدہ التی یبطش بہا ورجلہ التی یمشی بہا لے یسمع و بے یبصر و بے یبطش و بے یمشی ۔

جو فرض کر کر ہوا نزدیک مجھ	ہی نہیں اوسکے برابر اور کچھ

ما تقرب الی عبدی بشئ احب الیّ مما افترضت علیہ یعنی نزدیکی مجھ سے نہیں بندہ من بہ ہیچ چیزے کہ محبوب تر است سوے من تقرب بوے از چیزے کہ فرض کردہ ام بر وے فرض کر اور نفل کر ہوسے تقرب یہاں تلک ہو یا مجھ اونکے نصیب

وما یزال العبد یتقرب الی بالنوافل حتی احببتہ یعنی ہمیشہ بندہ من کا نزدیکی چاہو
ہو سنتوں سو نوافل یعنی عبادت نفل سے یہاں تک کہ دوست میدارم من آں بندہ را۔ کان اوس
کئے جیں الاکرمیں فکنت سمعہ الذی یسمع بہ و بصرہ الذی یبصر بہ پس جوں
دوست میدارم او را پس ہشم شنوائی او سے کہ می شنود آں وی ہشم دست آں بندہ کہ بگیرد
آں۔ پانو اوس چلتے جیں الاکرمیں۔ وجعلہ التی یمشی بہا وی ہشم پائے آں بندہ کہ
می شنود باں۔ دیکھا سنتا پکڑتا چلنا۔ ہو خدا سے یہ سب کچھ ہونا۔ ای بیت حاصل معنی
حدیث مذکور است یعنی دیدن و شنیدن و گرفتن و رفتن او سے باشد بنابر خلعت
سنیمہ یعنی کی شنود دی بیند بگیرد و می رود بہ سب من چوں کہ مقصود و مقصود وے بود
بعلامت دوست منظور شود وے ذات مقدس من آں است و لیکن من اشتباہ ہو بالمعنی
شرح ابیات کتاب اذکر گت من تصنیف سلطان شاہ محمد رمضان کی حضرت مولوی نور محمد سکریؒ

ہوویں لوگ شبہ میں بہت اونکا
یہی حال رہے تملک اوسکا رہا
شنو دوسری بات دل کان دھر
چاہے بخشدے اب وہ چاہے عذاب
کہینہ جیسے دنیا کا ناملاپ
چاہے بخشدے اب وہ چاہے عذاب
نہ راضی ہو جبتک نہ چھوڑیگا تو
کہیں بعضے ہو من بدی کیسے میں
سبب کیا گنہ کرکے روتا آپ

شرک مانگر حق چھپاویں پہل
نہ توبہ کری اوس نہ بخشے خدا
خدا پاک کا حق رہا جیسے سر
نماز اور روزہ جیسے حج زکات
جیسے جھوٹ بولن دیون شراب
بچے ظلم بندیوں پہ کرتا ہے جو

حکم ہو کر دیدا وسکو نیکی عوض
خدانے فضل کرکے تمہیں پاپ

کہیں بعضی عاشق جو ہیں سینہ صاف
جیسے داگ اور حال جنگل مقام
کوئی عشق سو بات جاوے نکل
خدا اونکی بیت اوپر کر نظر
خدا عشق پر کر نظر در معاد

ہوویں بعضے اُن سو شرع کے خلاف
جماعت جمع چھوڑ چلے تمام
مخالف شرع کچھ ہنود نے خلل
کرے شاید اس بات سو درگذر
لکھا ہی کتاب ایک تذکر معاد

ویں ابیات در کتاب اذکر گت در بیان فضل بخشش الٰہی اند این سیزدہ ابیات از کتاب
اذکر گت من تصنیف شیخ محمد رمضان صدیقی الہمی رحمۃ اللہ علیہ شش بیت اول
از ابیات متضمن بر بیان آنکہ بندگان خدا تعالیٰ در صدور افعال تا روز قیامت سہ گروہ
باشند اول آنکہ بر کدامے کہ خدا او و دنیا شریک کردہ اند در ہنگام موت از اہل تائب
نشد بسبب تفصیل عقیدہ و ایماں بود در بخشش الٰہی ہرگز نخواہند بود دوم آنکہ قائل امر معروف
و نہی منکر ہستند نماز و حج و زکوٰۃ وغیرہ عبادات الٰہی و نہی منکر حق تعالیٰ مثل فسق و فجور و زنا
و سرقہ و شراب و ملاہی منکر شدند پس باعتبار قبولیت اسلام و گفتن کلمہ طیب (الٰہ)
اور تعالیٰ بخشد یا بسبب گناہان کبیرہ و افعال ذمیمہ شان عجب قدر گناہان اینہا عذاب کند
سوم آنکہ حق ملکی از حق حقوق بندگان خدا اسراف و ظلم شود در بخشش آں بنا رضائے الٰہی
سو رضائے اہل حقوق شرط است کہ بے رضائے اہل حقوق اللہ تعالیٰ صرف بفضل خویش
بخشش نتواند کرد و ہفت بیت آخر از ابیات متضمن اند بر محض بخشش و فضل الٰہی و
منقول اند از کتاب تذکرۃ المعاد کہ درمیں بیت اول و ثالث یعنی ہنگونید یعنی بعضے
علما مگر حق سبحانہ تعالیٰ مومن عاصی را بفضل عوض بدی ہا نیکی ہا عطا کند بسبب گریستن
و زاری کردن غلبہ عشق الٰہی تو وا و فعلا و اگر صدہ گناہے گردد خدا تعالیٰ بہ نیت خیر شان در بر عشق

شاں نظر کردہ شاید کہ بخشد چنانچہ در حدیث آمدہ ومن بقیۃ بقراب الارض خطیۃ لا یشرک بی شیئاً بقیۃ بمثلہا مغفرۃ - حضرت شیخ عبدالحق دہلوی در تکمیل الایمان نقل کردہ کہ در حدیث آمدہ کہ اللہ تعالیٰ بندہ را در حضرتش ایستادہ کند و دفتر اعمال پیش واقف گرداند بہ بیند کہ در آخر بجز سیئات چیزے نیست و بر پشت نامہ کہ بجانب خلائق بود ہمہ حسنات نوشتہ تا دیگران از روے حرف حرف حسنات بخوانند و ستائش از نظر اعباد مستور ماند پس خطاب آید و سے سبحانہ کہ اے بندہ من در دنیا گناہاں ترا پوشیدیم و امروز آمرزیدیم دیگر بہ بہشت رو کہ تا ابد جائے تو آنست و ایں بحکم اوست تعالیٰ عقل را در ینجا دخل نیست کہ گوید چرا کفرہ بخشد و چرا نیکے را نہ بخشد و دیگر را بگیرد یفعل اللہ ما یشاء و یحکم ما یرید انتہی - و نیز در حدیث آمدہ کہ اذا احب اللہ عبداً لم یضرہ ذنب انتہا ہو الحق ہو الحق فقط

سب سیں پاک وہ آپ خدایا	ہر ہر گھٹ میں آپ چھپتایا
ہر رنگوں مل رنگ میں لیکھا	یہ رنگی ہر رنگ موں دیکھا
پرگھٹ کر سبہہ آپ چھپایا	نحن اقرب بول جتایا
احد میں احمد فنا چادر تمکن میم	مادیت ہے شاہدی قادر پاک رحیم

سب سے پاک اے آخر بیت معنی مصرعہ اول ظاہر اند معنی ثانی کہ ہر ہر گھٹ میں آپ چھپایا گھٹ بمعنی دل و کلمہ چھپا بمعنی معلوم کنانیدن یعنی حق سبحانہ تعالیٰ در دل ہر یکے از موجودات عالم خود را معلوم کنانید کہ قول اللہ تعالیٰ وان من شیء الا یسبح بحمدہ ولکن لا تفقہون تسبیحہم مصداق اوست ہر رنگوں مل الخ اے بہر رنگ کہ پیوستم اے متوجہ شدم بے رنگ لیکھا یعنی شناختم رنگ گیراں را بے رنگ شناختم اے بے مانند شناختم یعنی مثل مصنوعات نیست بہر رنگی الخ یعنی اسپار رنگ کمندہ را بہر رنگ دیدم اے کمال صنعت در ہر مصنوع پر گھٹ الخ

ایں بیت محتاج نیست احد میں احمد فنا الخ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر چند کہ بقرب فنا فی اللہ و بقا باللہ رسیدند لیکن حجاب میم کہ عبارت از امکان است پس آیت وما رمیت اذ رمیت الخ گواہ فنا و امکان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہ العبد عبد وان ترقی والرب رب وان تنزل + فقط

ہنگامہ مناظرہ میں مولوی محمد بخش نامی علیہ الرحمتہ کا حضرت اقدس شاہ محمد رمضان علیہ الرحمتہ والغفران کی تقریر سنکر وحدت الوجود کے قائل ہونا اور ابیات بلبل باغ کے مضامین کی تصدیق اور اپنے دعوے سے دست برداری کا اعلان

جب اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کو اپنے بندوں میں سے کسی بندے کی ہدایت منظور ہوتی ہے تو اسباب ظاہری خواہ کچھ ہوں لیکن غیب سے خود بخود ایسے سامان ہدایت پیدا ہو جاتے ہیں جن کو دیکھکر عقلیں حیران رہ جاتی ہیں کہ آن کی آن میں ایک رہزن ابدالان حق کے برگزیدہ نفر کے گروہ میں شامل ہو جاتا ہے اور یہ اپنے بندوں پر خدا کا محض انعام و رحمت ہے۔

خدا کا دین تو دیکھو کہ حضرت موسیٰ
گئے تھے آگ کو لیکن پیمبری مل جائے

خدا کی قدرت یا تو مولوی محمد بخش نے حضرت اقدس شاہ محمد رمضان کے ابیات بلبل باغ بنی آخر گت رنگیلے کے خلاف براہین و حکم کا تار باندھ رکھا تھا یا حضرت

شاہ محمد رمضان کی تقریر سنکر وحدِ وجود کے مسئلہ پر نشہ تصدیق میں ازخود رفتہ ہوگئے نہ معلوم خدائے قادر مطلق نے شاہ محمد رمضان کی تقریر میں صداقت کا اقرار کیا اثر کوٹ کر بھر دیا تھا کہ حضرت اقدس شاہ محمد رمضان کا حرف بحرف مولوی محمد بخش کے باطن میں حرف دل نشین ہو کر جم گیا اور آپکے بیان کا فقرہ فقرہ نور ایمان ہو کر مولوی محمد بخش کے دل میں چمکنے لگا مولوی محمد بخش کے مشرقیان دل سے آفتاب معارف طلوع ہو کر انوار حقایق کی تابناک کرنیں میدان مناظرہ پر پڑنے لگیں مولوی محمد بخش نے آپ کے علم ولایت کے سامنے سر تسلیم جھکا دیا اور باواز بلند فرمایا کہ آپ حق پر ہیں اپنی غلطی کو مانتا ہوں اور اپنے غلط دعووں سے دست بردار ہوتا ہوں اور یہ بھی مانتا ہوں کہ صوفیہ کرام علم و عمل رشید بکتاب سنت ہیں اور مناظرہ چالیس روز کے بعد ختم ہو گیا +

مولوی محمد بخش سنامی کا خیمہ مناظرہ سے باہر آکر مولوی نور محمد جوڑی اور دوسرے لوگوں سے مناظرہ کا نتیجہ بیان کرنا

باغ کا وسیع میدان جمیں مناظرہ کا خیمہ نصب تھا آدمیوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا لوگ دور دور دراز فاصلوں سے روز آتے تھے اور مناظرہ کے لمبا ہونے سے گھبرائے ہوئے تھے مناظرہ کے نتیجہ کا ہر روز بیتابی سے انتظار کر رہے تھے اور ہر مولوی نور محمد بھی ہر روز امید و بیم کی حالت میں مناظرہ کے نتیجہ کا منتظر تھا۔ ہرچند کہ مولوی محمد بخش کے فضل و کمال اور ہمہ دانی کے منطق پر اسکو پورا بھروسہ تھا کہ میرے دعووں کی ڈگری شاہ محمد رمضان پر بالضرور ہو جاویگی اس امید پر سارنگ اور اوسکے دوسرے طرفداروں سے مولوی نور محمد کی چہ میگوئیاں اور سارنگ کے پالی کے لوگوں کی ہار جیت میں مولوی نور محمد کے ساتھ ٹھٹول عجب مضحکہ آمیز تھی

کہ یک ناگہاں مناظرہ شروع ہونے کے چالیسویں روز مولوی محمد بخش سنامی غیر معمولی طور پر خیمہ سے باہر نکلے مولوی نور محمد کو آواز دی اپنے پاس بلایا اور حاضرین باغ کو آواز دی اور خلق عام کو مخاطب کرکے کہا کہ وحدت وجود کی تردید میں میں نے چالیس روز تک نئے نئے سوال فلسفہ الہیات عصلیات منطق اصول عقاید اصول کلام فقہ و حدیث سنت اور قرآن کے طاقت سے حضرت اقدس شاہ محمد رمضان سے کئی سوالات اپنی نوعیت میں معمولی نہ تھے بلکہ ایسے مشکل تھے کہ کوئی عالم سے عالم بھی انکا جواب بدون ورق گردانی کتب علوم متعددہ کے نہیں دے سکتا تھا لیکن میں نہیں جانتا کہ حضرت اقدس کو ان سوالات کا جواب جناب رسالت مآب کی روح مبارک سکھلاتی تھی یا جناب غوث الاعظم تعلیم کرتے تھے کہ شاہ محمد رمضان بلا تامل مراقبہ سے سر اوٹھا کر ہر ایک سوال کا جواب ایسا کافی شافی دیتے تھے کہ میں لاجواب ہو کر حیران رہ جاتا تھا چالیس روز تک یہی حال رہا یہانتک کہ اب میرے ترکش علم میں کوئی تیر باقی نہیں رہا بالآخر میں حضرت اقدس کے ہر جواب سے لاچار ہو گیا اور مجھے فقہ حدیث قرآن واجماع امت ماننا پڑا۔ کہ نور محمد کے وہ تمام دعوے جسکی تائید میں میں نے بھی بہت کوشش کی باطل ہیں جا جو جس بغض میں سنام سے مناظرہ کے واسطے عازم فتح آباد ہوا تھا میرے خاندانی بزرگ جو سبکے سب عالم و صاحب نسبت اور صاحبدل اور صاحب باطن ہیں مجھے شاہ محمد رمضان کے ساتھ مناظرہ کرنے سے روکتے تھے اور کہتے تھے کہ شاہ محمد رمضان عارف باللہ ہیں اُن کے علوم مناظرہ کا مقابلہ نرا عالم ظاہر نہیں کر سکتا جب میں نے عزم مناظرہ فسخ نکیا اور کہا کہ مناظرہ ضرور کرونگا خواہ انجام کچھ ہو تو میرے بزرگوں نے مجھے آخری پند مقطع کا بطور نصیحت یہہ سُنایا کہ اچھا مناظرہ میں یہ خیال رکھو کہ اگر حضور اقدس شاہ محمد رمضان تمہارے اعتراضات کا جواب کوئی کتاب لکھکر دیویں تو تمہیں اختیار ہے کہ خواہ کوئی طریق مناظرہ

میں اختیار کرو لیکن اگر شاہ محمد رمضان بدون دیکھے کسی کتاب کے مراقبہ سے سر اُٹھا کر تمہاری سوالات اور اعتراضات کا جواب معارف باطن کے زبان سے تم کو دیویں تو تم طالب علمانہ حرکات سمجھنا اور مناظرہ کا خاتمہ راستبازی پر کرنا ورنہ نتیجہ اپنے حق میں اچھا نہ سمجھنا پس میں شہادت دیتا ہوں کہ میں نے جو مناقب اپنے بزرگوں سے حضرت اقدس شاہ محمد رمضان کے سنے تھے ویسے ہنگام مناظرہ مجھ پر ظاہر ہوئے اونکا دعوے بالکل حق ہے علم ظاہری علم باطن کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

لمولفہ

لوح محفوظ است قلب اولیا

علم ہے اس میں لکھا کونین کا

نور محمد مولوی محمد بخش کا اعلان سُنکر بہت برافروختہ ہوا اور کہنے لگا آپ پر شاہ محمد رمضان کا رُعب چھا گیا ہے آپ شاہ محمد رمضان سے ملگئے ہیں آپکے فیصلہ کو میں منظور نہیں کرتا۔

مولوی محمد بخش نے خیمہ میں واپس آکر بیان کیا کہ میں نے اعلان حق اور ابطال باطل خواص و عام میں کر دیا ہے لیکن نور محمد میرے فیصلہ پر راضی نہیں حضرت اقدس شاہ محمد رمضان نے فرمایا کہ آپ مولوی نور محمد سے فرما دیویں کہ وہ اپنا اطمینان خود گفتگو کر کے کر لیویں۔

مولوی محمد بخش نے آپکا پیغام مولوی نور محمد کو سُنا دیا جواب دیا کہ میں خود گفتگو نہ کروں گا بلکہ اپنی طرف سے حافظ مصری کو اپنا ثالث مقرر کرتا ہوں آپنے منظور فرمایا۔

حافظ مصری میدان مناظرہ میں خیمہ سے باہر موجود تھے بُلائے گئے۔

حافظ مصری نے حکم بننا منظور فرمایا۔ اور از سر نو کاغذ پر وہی پچھلے دعوے طرفین کے لکھے گئے اور حافظ مصری کے سپرد کئے گئے۔

حافظ مصری ایک بزرگ منش منکسر المزاج باعلم درویش نقشبندیہ خاندان میں بیعت تھے نور محمد کا

خیال تھا کہ نقشبندیہ خاندان کا کوئی متنفس وحدت وجود کا قائل نہیں ہے بلکہ وحدت شہود کو مانتے ہیں حافظ مصری کے ہاتھوں فیصلہ میرے حق میں ہوگا لیکن اُسوقت اوسی جلسہ میں حافظ مصری نے کچھ اپنے دل میں سوچ سمجھکر ثالث بننے سے انکار کر دیا شاہ محمد رمضان سے عرض کیا کہ میں خود اس مسئلہ کا فیصلہ نہیں کر سکتا بلکہ طرفین کے دعوے شاہ عبدالعزیز صاحبؒ محدث دہلوی کی خدمت میں لکھکر بھیجدیتا ہوں حضرت ممدوح جو فیصلہ کریں وہ قول فیصل سمجھا جاوے طرفین نے منظور کر لیا۔

روایت ہے کہ جب حافظ مصری نے ثالث ہونے سے انکار کیا تو شاہ محمد رمضان اقدس سرہٗ نے فرمایا مصری پانی میں گیل گے اور یہ روایت آجتک سومترے بچے بچے کے زبان پر ضرب المثل ہے۔

مولوی عبدالعزیز ساکن ہبگیڑ نے جو حقیقی نواسے مولوی محمد بخش سنامی کے ہیں قصر فضلی مولف نقیب الاولیا سے روایت کی کہ بعد ختم مناظرہ میرے نانا محمد بخش علیہ الرحمۃ فرمایا کرتے تھے کہ دوران مناظرہ میں سوتے وقت مجھے وحشتناک خواب نظر آتے تھے اور حضرت اقدس شاہ محمد رمضان کی روح مبارک مجسم متشکل ہو کر مجھے ڈرایا کرتے تھے اور مباحثہ سے مانع آتے تھے اور یہ حضرت اقدس شاہ محمد رمضان کا تصرف باطنی تھا اور میں بدستور اپنی ہٹ پر اڑا رہا اور چالیس روز تک مناظرہ کرتا رہا بالانجام جب مجھے اچھیطرح ثابت ہو گیا کہ حضرت اقدس شاہ محمد رمضان حق پر ہیں میں اپنے دعووں سے دست بردار ہو گیا اور اصطلاحات صوفیہ کو مان گیا والحمدللہ علی ذالک کہ خدائے کریم نے حضرت اقدس شاہ محمد رمضان کے یمن برکات سے مجھے انکار حال المحق سے بچا لیا اور اب تو تصدیق میرے

ظلمت کدۂ دلکو منور کردیا ہے۔

سیمرغ لمولفہ

لوح محفوظ است قلبِ اولیا ... علم ہے اس میں انکا کونین کا
اولیا ہیں پاسبانِ آفتاب ... آفتابِ آسمانِ آفتاب
نورِ حق تاباں ہے اِن کی ذات میں ... مہر ایماں مشتری بات میں
سربسر ہیں نورِ مطلق اولیا ... بیگماں ہیں مراتِ حق اولیا
نیرِ رخشان اوج شانِ حق ... آفتابِ عالمِ عرفانِ حق
اوستادِ مکتبِ روحانیاں ... خاصۂ حق رہبرِ یزدانیاں
انکو اے ناداں تو اپنا سا نجان ... ہے جُدا عالم سے اِن کی آن بان

قصر مولفِ نقیب الاولیا عرض کرتا ہے کہ جن برگزیدہ قدسی نفوس کو ایمۂ دین اور اکابران اسلام کے تصنیفات پر عبور ہے اونکو نہ تو مولوی محمد بخش سنامی کے شدتِ انکار ہی پر تعجب ہوگا اور نہ ہی اس بات پر حیرت ہوگی کہ باوجود شدت انکار کے اونہوں نے کیوں شاہ محمد رمضان کے سامنے سرِ تسلیم جُھکا دیا اور اتنی قیل وقال کے بعد کسواسطے اصطلاحات صوفیہ کو دفعتًا مان لیا۔

ابو المواہب شعرانے علیہ الرحمۃ نے لواقح الانوار میں لکھا ہے کہ شیخ عزیز الدین بن عبد السلام صوفیہ صافیہ کے اقوال اور فضل و کمال سے ازبسکہ منکر تھے اور کہتے تھے ھل لنا طریق غیر الکتاب والسنۃ لیکن جب شیخ ابو الحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ کے فیض صحبت سے مشرف ہوئے اور اونکے ذوق کا مذاق پایا تو صوفیہ کرام کے مناقب ہی ہروقت رطب اللسان رہتی تھی اور فرماتے تھے کہ دین اسلام میں جو شرف

حاصل ہو وہ فقہا کو نہیں کیونکہ کبھی کوئی کرامت مثل صوفیہ کے کسی فقیہ کے ہاتھ پر صادر نہیں ہوتی جبتک کہ وہ صوفیہ کے چال پر نہ چلیں جیساکہ مشاہدہ سے ثابت ہوتا ہے۔

یہی حضرت شیخ عزیز الدین بن عبد السلام خصوصیت کیساتھ شیخ فخر الدین عربی کے اقوال پر سخت سے سخت اعتراض کرتے تھے انکو شیخ اکبر کے انکار میں اسقدر غلو تھا کہ شدت انکار میں اپنا نظیر آپ تھے لیکن جب حضرت ابو الحسن شاذلی کے روحانی برکات سے بہرہ یاب معارف ہوئے اور ظاہری حجاب کو طے کرکے بارگاہ بطون میں پہونچے شیخ اکبر کے ولایت کے قایل ہو گئے جیساکہ ہم نے سیمرغ میں لکھا ہو۔

سیمرغ لمولفہ

شیخ فخر الدین بنِ عبد السلام ... کہتے ہیں تھے منکرِ شیخ انام
تھے سراسر منکر اقوال شیخ ... حط کرتے تھے بہت بر حال شیخ
تھے خلافِ شیخ میں ضرب المثل ... آپ تھے انکار میں اپنا بدل
بو الحسن کے فیض صحبت سے مگر ... جب ہوا عرفان کا دل پر اثر
بھیدا سرارِ معارف کا کھُلا ... پردۂ رازِ بطون دل سے اُٹھا
قال وحال و شیخ کے قایل ہوئے ... اُنکی ملفوظات پر مایل ہوئے
اعتراف اونکی ولایت کا کیا ... بھرتے تھے دم شیخ کے عرفان کا
شیخ کو قطبِ زماں کہنے لگے ... معرفت کا ترجماں کہنے لگے

جناب قاضی محمد ابن علی شوکانی کا انکار کے بعد شیخ اکبر سے رجوع باقرار

محقق ربانی نواب مولوی صدیق حسن صاحب محدث نے خیرۃ الخیرہ میں توضیح الانوار سے

نقل کیا ہے کہ قاضی محمد ابن علی شوکانی کو ازبسکہ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی پر انکار و اعتراض تھا چالیس سال شیخ اکبر کے اقوال کی تردید کرتے رہے آخر کار رجوع باقرار کیا اور شیخ کو اسرار داں ولی الہی کہنے لگے۔

سی مُرغ لمولفہ

حضرت قاضی محمد باصفا ۔۔۔ بن علی شوکانئے صاحب لقا
نقشبندی تھے طریق کار میں ۔۔۔ محتسب تھے شرع کی سرکار میں
شرع پر اونکو بہت اصرار تھا ۔۔۔ قال و حال شیخ سے انکار تھا
منحرف تھے شیخ کے اقوال سے ۔۔۔ معترض تھے اونکے قال و حال کے
گذرے جب چالیس سال انکار پر ۔۔۔ شیخ کے واقف ہوئے اسرار پر
شیخ کو کہنے لگے اسرار داں ۔۔۔ عارفِ حق کاردان ہسیار داں
تھا یہ خاص و عام سے اونکا پیام ۔۔۔ ہے مسول شیخ کا قول و کلام

ان واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ شاہ محمد رمضان کے اقوال پر مولوی محمد بخش سنامی کا انکار کوئی نئی بات نہ تھی قاضی محمد بن علی شوکانی کو چالیس سال کے انکار کے بعد شیخ اکبر علیہ الرحمۃ کے ولایت کا راز معلوم ہوا تھا اگر مولوی محمد بخش سنامی کو اپنے ظاہری علم کے غلطت اور شاہ محمد رمضان کے علوم باطنی کا نور چالیس روز میں محسوس ہوا تو کچھ تعجب کی بات نہیں ہے بات یہ ہے کہ بعض اوقات خاصان حق اپنے علم باطنی اور مکاشفہ علم لدنّی سے کسی آیت یا حدیث کے معانی ایسے بیان کرتے ہیں کہ جو علمائے ظاہری کے سمجھ سے باہر ہوتے ہیں لہٰذا اوقات ان رموز معارف کو علمائے ظاہری کا منطق اور فلاسفہ حل نہیں کر سکتا اور یہی سبب انکار کا ہوتا ہے۔ لیکن جب منکر پر کسی کامل کے روحانی توجہ کا پرتو پڑتا ہے

اور اوسکے فیض و برکات بطون سے اسرار معارف کھُل جاتے ہیں تو وہ انکار سے رجوع بہ تصدیق اسرار کرتا ہے یہی حال شاہ محمد رمضان کے روحانی توجہ سے مولوی محمد بخش سنامی کا ہوا۔

مرا خوندی و خود بدام آمدی
نظر پختہ ترکن کہ خام آمدی

ہم اس مسئلہ کو اس موقعہ پر ذرا وضاحت کیسا تھ بیان کرتے ہیں تاکہ ہماری کتاب کے دیندار ناظرین اور طالبان حق کے دل سے وہ تمام شبہات اور شکوک دور ہو جاویں جو اولیائے حق کے اقوال پر علمائے ظاہر کے اعتراض سے بعض اوقات پیدا ہو جاتے ہیں۔

یہ بات مانی ہوی ہے کہ اولیائے الہی کا کوئی فعل اور کوئی قول شریعت کے خلاف نہیں ہے کیونکہ خاصان حق کا طریقہ بالکل مشید بکتاب و سُنت ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ علمائے ظاہر انکار کے بعد اقرار کی طرف رجوع کرتے ہیں جیساکہ اوپر کے واقعات سے ثابت ہوتا ہے لیکن دیکھنا اب یہہ ہے کہ جس حالت میں خاصان حق کا قول و فعل بالکل قرآن و حدیث کے مطابق ہے تو پھر علمائے ظاہر کو بادی النظر میں خلاف شرع ہونے کا اون پر دھوکہ کیوں پڑتا ہے۔

امام محمد غزالی علیہ الرحمۃ نے احیائے العلوم میں لکھا ہے کہ عقیدۂ حق اور احکام شریعت کے الفاظ سے جو امور سمجھے جاتے ہیں اون کے اسرار کو معلوم کرنا بجز اسکے ناممکن ہے کہ سالک مجاہدہ میں منہمک ہو جاوے شہوات نفسانی کو جڑ سے اُکھاڑ ڈالے اور بالکل خداتعالےٰ کی طرف متوجہ ہو جاوے اور اپنے فکر کو جدل کے شائبہ سے صاف کرکے اوسپر مداومت کرے مجاہدہ اور ریاضت اور طلب کامل سے جب بندہ سالک خداتعالےٰ

کی طرف ہمہ وجوہ متوجہ ہوتا ہے اُسوقت اللہ سبحانہ تعالےٰ محض اپنی رحمت اور فضل سے
اُسکی استعداد اور مجال کے موافق جتنا کہ اوسکے نصیب میں ہوتا ہے اسرار بطون شریعت سے
اوسکو مالا مال کر دیتا ہے۔ اس سمندر کی کوئی تھاہ نہیں ہے اور نہ ائے بطون شریعت کے
اسرار کے بحر ناپید اکنار کا کسی کو کنارہ معلوم ہے۔

سید اوپر کی تقریر سے یہ پایا جاتا ہے کہ شریعت کا ظاہر اور ہے اور باطن اور ہے اور
عجب نہیں کہ یہ شریعت کے برخلاف ہو چونکہ شریعت کا ظاہر و باطن دو نہیں بلکہ ایک ہی
اسکا جواب احیائے علوم میں باب عقاید کے قاعدوں میں حجۃ الاسلام امام محمد غزالی
علیہ الرحمۃ نے یہہ لکھا ہے کہ ان علوم کا پوشیدہ اور ظاہر ہونا ایسا واضح ہے کہ کوئی
عاقل اوسکا انکار نہیں کر سکتا اسکا انکار وہی لوگ کم ہمت کرتے ہیں جنہوں نے لڑکپن
میں کوئی چیز سیکھی ہو اور اُسی پر جم گئے اور بلندی کے غایت اور علمائے باطن اور اولیائے
الٰہی کے درجات پر ترقی نہ کی ہو ورنہ ان علوم کا دو مذکورہ قسموں پر منقسم ہونا خود
شریعت غرا کے دلیلوں سے ثابت ہی۔ جیسا کہ بروایت ابن حبان و ابن مسعود جناب پیغمبر خدا
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان القرآن ظاھراً و باطناً و حداً و مطلعاً۔ یعنی
قرآن ایک ظاہری اور ایک باطن اور ایک نہایت اور مقام ترقی ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہ نے اپنے سینہ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ یہاں علوم
بہت ہیں بشرطیکہ اُنکے یاد کرنے والے مجھے ملیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم گروہ انبیا کو حکم ہے کہ لوگوں سے
اُن کے عقلوں کے موافق کلام کریں۔

اور فرمایا کہ جس نے کسی قوم سے ایسی حدیث بیان کی جسکو اُنکی عقل نہ پہونچے

تو وہ اُنکے لیے فتنہ ہے۔

اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے وتلک الامثال نضربھا للناس و یعقلھا الا
العالمون۔ جناب رسالتمآب نے فرمایا ہے کہ بعض علم مثل در مکنون کے ہی
کہ اُسکو بجز خدا تعالےٰ کے جاننے والوں کے اور کوئی نہیں جانتا۔

ہم ان مسایل کو ذرا وضاحت سے لکھنا چاہتے تھے تاکہ عام مسلمان ان حالات سے
واقف ہوکر خاصان حق کی تکفیر سے بچتے رہیں اور کٹ ملانوں کو مولویوں کے لباس
میں دیکھکر دھوکہ نہ کھاویں لیکن موقع پر سلسلہ کلام اجازت نہیں دیتا۔ لہذا مناظرہ کے
واقعات کیطرف رجوع کرتے ہیں اور وعدہ کرتے ہیں کہ اگر وقت نے مساعدت کی
تو انشاء اللہ

واقعات مناظرہ اور اس مناظرہ کے بعد جو مناظرے پس در پس مولوی نور محمد کرتے رہے ہیں
جنکا سلسلہ سالہا سال تک اس مرد مبارک فال سے جاری رہا اونکو مفصل قلمبند کرنے
کے بعد قول فیصل کے نام اخیر کتاب میں لگائیں گے جسمیں علمائے ظاہر اور صوفیہ کرام
اور اُنکے عمل و علم میں کلام جو فرق ہے وہ پوری وضاحت سے بیان کریں گے اور
ثابت کریں گے اور ثابت کریں گے کہ توحید وجود اور تصوف عین شریعت اور لُب لُباب
اسلام ہے اور صوفیہ کرام کے وہ اقوال جنکو علمار ظاہر اپنی نافہمی سے قابل اعتراض سمجھتے
ہیں عین جواب ہیں۔

خریطہ (۲۱) بیان اس امر کا کہ خاتمہ مناظرہ پر طرفین کے معتقدین اور عام مسلمانوں پر مناظرہ اور مولوی محمد بخش نامی کا کیا اثر پڑا اور نور محمد اور حافظ مصری کے سوالات پر شاہ عبد العزیز علیہ الرحمۃ نے کیا فیصلہ کیا

خاتمہ مناظرہ پر مولوی محمد بخش سامی نے خیمہ سے باہر نکلکر جن الفاظ میں اعلان کیا تھا وہ یہ ہیں
توحید وجود برحق ہے قایلان توحید وجودی مسلمان ہیں انکو کافر کہنا اونکے پیچھے نماز پڑھنے
سے پرہیز کرنا اون کے ساتھ مناکحت کا سلسلہ جاری کرنے سے منع کرنا اُن کے ہاتھ کا
ذبیحہ نہ کھانا ہرگز جائز نہیں ہے بلکہ ایسے لوگوں کو پکا مسلمان اور اہل سنت والجماعت
سمجھنا چاہیئے اور اُن کے ساتھ وہ تمام برتاؤ اسلامی مناسب اور واجب ہیں جو
عموماً اہل اسلام بلکہ سنت والجماعت کیساتھ برتے جاتے ہیں مثلاً ملاقات کے وقت سلام
میں سبقت . سلام وعلیک کا جواب دینا . مریض کی عیادت جنازہ کی نماز میں حاضر ہونا
دعائے مغفرت اور رحمت کرنا مگر ہاں یہ ضروری بات ہے کہ توحید وجود کا اعتقاد اور عقاید
اسلام کے ضروریات میں داخل نہیں ہے گو یہ مسئلہ حالی ہے قال سے تعلق نہیں ہے
حتیٰ کہ اگر کوئی شخص اسکا معتقد ہو اور اُس سے محض ناواقف ہو تو اوسکے اسلام میں
بہرحال کسیطرح کا نقصان نہ سمجھنا چاہیئے بہرحال اسکا خیال ضرور رکھنا چاہیئے کہ جو
اولیاالله توحید وجودی کے قائل ہو گزرے ہیں اُن کے ساتھ اور اہانت اور تکفیر و
تقلیل سے پیش نکرے۔

اس اعلان کا اثر نور محمد کے معتقدین پر تو یہ ہوا کہ اکثر اس جتھی کے لوگ اوسیوقت
تکفیر اہل الله سے تائب ہو کر مولوی نور محمد کی جماعت سے الگ ہو گئے اور مولوی نور محمد
اور سارنگ جیسی مولوی نور محمد کے ساتھیوں نے فوراً ہی مولوی محمد بخش کے سامنے کفر کا
فتویٰ دیدیا اور عام مسلمان جو مولوی نور محمد کی تقریریں سُنکر اپنے دل میں مذبذب
اور ڈانواں ڈول رہتی ہے وہ اہل الله کی تکفیر سے باز رہے اور نور محمد کو جھوٹا سمجھنے لگے
اس کے سوائے دوسرے عام مسلمان جو اہل الله کو حق پر سمجھتے تھے اپنے عقاید میں

زیادہ مضبوط ہو گئے۔ حسب قرارداد اخیر مناظرہ کہ اس مسئلہ میں حضرت قبلۂ عالم
شاہ عبدالعزیز کا فیصلہ قول فیصل سمجھا جاویگا پس شاہ عبدالعزیز کے حضور میں
خط اور ان واقعات کے لکھنے میں پیشدستی مولوی نور محمد نے کی ہنوز حافظ مصری
سوچ ہی رہے تھے کہ حضرت شاہ صاحب کو کیا خط لکھوں مولوی نور محمد کا خط
بحضور شاہ صاحب ممدوح پہونچ چکا تھا چنانچہ حضرت شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمۃ
نے جو جواب مولوی نور محمد کے خط کا دیا ہے اُس سے ثابت ہوتا ہے کہ حافظ
مصری کا خط شاہ صاحب کو نور محمد کے خط سے بعد میں ملا۔

جو جواب حضرت شاہ صاحب نے مولوی نور محمد اور اُسکے بعد حافظ مصری کو لکھے ہیں
ہم اُن دونوں کو علی الترتیب اونکی اصلی عبارت میں لکھتے ہیں وہو ہذا۔

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کی طرف سے مولوی نور محمد صاحب کے خط کا جواب

فقیر عبدالعزیز سلام مسنون کے بعد گذارش کرتا ہے کہ آپکا رقیمہ کریمہ مسئلہ توحید وجودی اور
توحید شہودی کے استفسار اور میاں رمضان شاہ کی بے تکی تقریر وحدت وجود کے
انکار کی بابت موصول ہوا۔

مہربان من اصل حقیقت یہ ہے کہ صوفیائے کرام اس مسئلہ کی نسبت قدیم سے اسطرح
کے اشارات کر گئے ہیں کہ انمیں سر تا سر تاویل کی گنجایش باقی تھی۔ اور اونکی اصلی غرض
اس سے یہ تھی کہ کبھی تو اونکی حکایت کے ساتھ تاویل کر سکیں اور کبھی سکر پر محمول کر سکیں
چنانچہ خود شاہ رمضان نے بھی چند بزرگوں سے اسطرح کے اشارات نقل فرمائے ہیں۔
لیکن صوفیوں کے پہلے طبقہ کے گذرنے اور ہجرت نبویہ کے پانچسو سال گذر جانے

کے بعد ان حضرات صوفیہ کے دو فرقے ہو گئے ایک بہت بڑی جماعت تو ان اشارات کو حقیقت پر محمول کر کے اس بات کے قائل ہو گئے کہ وجود واحد اگرچہ وجوب امکان قدم حادث مجرد جسمانی مومن کافر نجس طاہر کے کل مراتب میں ظاہر ہوا ہے۔ لیکن ہر مظہر کا حکم علیحدہ علیحدہ ہے پھر مظاہر کے احکام میں فرق کرنا بھی ضروری بات ہے۔ لہذا مومن کے لئے نجات کا حکم صادر ہوا اور کافر کے لئے قتل و قید کا حکم علیٰ ہذا القیاس تمام صفات متضادہ کے لئے ایک علیحدہ حکم ہے چنانچہ کسی نے کہا ہے۔

ہر مرتبہ از وجود حکمے دارد گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی

یہی وجہ ہے کہ منکوحہ عورت حلال اور اجنبی حرام ہے۔ باپ واجب التعظیم اور کافر دشمن واجب التحقیر اور جو کوئی احکام میں فرق نہ کرے بلکہ محض وحدت وجودی کا ملاحظہ کرتا ہے سراسر مخالف شرع شریف اور زندیق ہے اسی طرح وہ شخص بھی اس رائے میں مصیب ہے جو وجود کو جسے صوفیہ عین ذات حق کہتے ہیں باوجود اسکے کہ وہ مظاہر مختلفہ میں ظہور پذیر ہوتا ہے احدیت صرف کے مرتبہ میں نقصانوں سے پاک اور ستھرا اور کمالات الوہیت کیساتھ متصف جانتا ہے نیز اسبات کا بھی قائل ہو کہ مراتب کثرت کا نقصان اوسکی طرف عاید نہیں ہوتا جیسے کہ آفتاب کی شعاعیں باوجودیکہ غلیظ مقامات اور نجاستوں پر پڑتی ہیں لیکن پھر بھی ناپاک نہیں ہوتی اور جیسے کہ انسان کی حقیقت کلیہ باوجودیکہ مسلمان کافر صالح فاسق عالم جاہل میں ظہور کئے ہوئے ہے لیکن خود نقصان کو قبول نہیں کرتی۔ اکثر سمجھدار صوفیوں اور ہوشمند عالموں نے یہی مذہب اختیار کیا ہے اور اس باب میں بہت سی کتابیں اور رسالے تصنیف کئے ہیں۔ اسی گروہ صوفیہ کے بہت سے محقق اور دانشمند علماء پہلے ہو گذرے ہیں۔ مثلاً طریقہ قادریہ میں شیخ

شیخ محی الدین ابن عربی اور شیخ صدر الدین قونوی اور شیخ عبد الکریم جیلی اور شیخ عبد الرزاق جھنجانوی اور شیخ امان پانی پتی اور طریقہ کبرویہ میں مولانا جلال الدین رومی اور شمس الدین تبریزی اور طریقہ سہروردیہ میں شیخ فرید الدین عطار اور طریقہ چشتیہ میں سید گیسو دراز اور سید جعفر مکی اور طریقہ نقشبندیہ میں حضرت خواجہ عبید اللہ احرار اور ملا نور الدین جامی اور ملا عبد الغفور لاری اور حضرت خواجہ باقی باللہ کابلی اور اسی طرح شیخ عبد الرزاق کاشی اور شمس الدین فناری اور قیصری اور سعید الدین فرغانی وغیرہ اور ان بزرگوں کی پاکیزہ تصنیفات ہر جگہ موجود اور ہر خطہ میں مشہور ہیں ان کے علاوہ اور لوگ ان تمام اشارات کو تاویل حکایات یا سکر پر محمول کر کے وحدت وجود کے منکر ہو گئے اور کہنے لگے کہ وحدت وجود بعض اوقات سالک کی نظر میں آتی ہے بدون اسکے کہ حقیقت میں موجود ہو مثلاً آفتاب کی روشنی میں تمام ستارے بے نور ہو جاتے ہیں اور نظر نہیں پڑتے ہیں حالانکہ در حقیقت موجود ہوتے ہیں اور روشنی بھی دیتے ہیں لیکن چونکہ دن کے وقت میں آفتاب کی تیز اور چمکیلی کرنیں اون کے نور کو دبا لیتی ہے اور مغلوب کر دیتی ہیں بایں وجہ اُن کا نور مضمحل ہو جاتا ہے یہی حال اُس چراغ کا ہے جو تیز مشعل کے سامنے ہو تو جن لوگوں نے صرف توحید کی راہ کو طے کیا ہے اُنکی توحید محض شہودی اور نظری ہی ہے۔ عام اس سے کہ اُسکا وجود ہو یا نہ ہو شیخ علاؤالدولہ سمنانی اور اُن کے متبعین اور امام ربانی اور اُن کے پیرووں کا بعینہ یہی مذہب ہے۔ اور یہ تمام حضرات اسی عقیدہ کے ثابت کرنے کے لئے متعدد رسائل اور تصنیفات کی طرف متوجہ ہوئے ہیں۔ چنانچہ انکو عنقریب معلوم ہو جائیگا پس ہم لوگوں کو جو اس اختلاف کے بعد پیدا ہوئے ہیں کسی ایک شق کی حقیقت کا یقین کلی اور عزم بالجزم نہیں ہو سکتا۔ بلکہ ہمارے لئے یہ طریقہ نہایت آسان ہے

اور ہمیں عجز اسکے اور کچھ کرتے بن ہی نہیں آتا کہ جسطرح ہم مذہب اربعہ کے درمیان حق کو دائر اور سائر جانتے ہیں اور اس بات کے قائل ہیں کہ مثلاً مذہب حنفی اگرچہ صواب ہے لیکن احتمال خطا کا بھی رکھتا ہے اور ان کے سوا دیگر ائمہ مثلاً امام شافعی اور امام مالک کا مذہب خطا ہے لیکن اسکے ساتھ ہی اسمیں صواب کا بھی احتمال ہے۔ ایسے ہی توحید وجودی اور توحید شہودی کہ ان دونوں مذہبوں میں سے کسی ایک جانب کے دلائل راجح معلوم ہو جانیکی وجہ سے دوسرے کو بے راہ اور گمراہ نہ خیال کرنا چاہیے کیونکہ اس سے علماء اور مشایخ کبار کے ایک بہت بڑے گروہ کی تضلیل و تکفیر لازم آتی ہے ہاں اگر کوئی شخص ایک مذہب کی طرف غلو پیدا کرکے اور فرق مراتب نظرانداز کرکے جادۂ اعتدال سے باہر قدم رکھے اور عابد کو معبود حادث کو قدیم ملوث کو منزہ۔ حرام کو حلال۔ ناپاک کو پاک شمار کرنے لگے تو بلاشبہ وہ ملحدوں اور زندیقیوں کے زمرہ میں شامل سمجھا جائیگا۔ حاصل کلام یہ ہے کہ جو اختلاف سُنیوں اور رافضیوں اور خارجیوں میں واقع ہے وہ اُس اختلاف جیسا نہیں ہے جو توحید وجودی کا اختلاف کسی ایک جانب کی تضلیل و تکفیر کا موجب نہیں البتہ قائلین توحید وجودی میں سے جو کوئی جادۂ اعتدال سے باہر قدم رکھکر علماء اور صوفیہ کے ایک بہت بڑے گروہ کی تضلیل و تکفیر کے درپئے ہوگا بلاشک قابل طعن و ملامت سمجھا جائیگا۔ پس یہ ہے اس تقریر کا لُبِّ لباب۔ رہا میاں رمضان صاحب کا حال پس ملاحظہ کرنا چاہیے کہ اگر وہ شرعی احکام کے ظاہراً پابند ہیں اور لوگوں کو تلاوت قرآن۔ نماز روزہ ذکر خدا۔ خوف و رجا۔ تقویٰ صلاح کی دعوت کرتے ہیں تو ظاہر بات ہے کہ الحاد اور بدینی سے کوسوں دور ہیں اور اگر خدانخواستہ شرعی

احکام کے پابند نہیں ہیں اور لوگوں کو بدینی کی طرف بلاتے ہیں تو البتہ قابل تضلیل و تکفیر ہیں فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ اگر کسی مسئلہ میں چند وجوہ موجب کفر اور ایک وجہ موجب عدم کفر ہو تو مفتی کو لازم ہے کہ عدم کفر کی جانب مائل ہو لیکن ہاں جس صورت میں قائل نے خود ہی وجہ کفر کی صراحت کردی ہو تو اُسمیں لامحالہ کفر کا فتویٰ دینا پڑیگا فتاوے عالمگیری میں لکھا ہے۔ اذا کان فی المسئلۃ وجوہ توجب الکفر و وجہ واحد یمنع فعلی المفتی ان یمیل الی ذالک الوجہ الا اذا صرح بارادۃ توجب الکفر فلا ینفعہ التاویل حینئذٍ ثم اذا کان نیت القائل الوجہ الذی یمنع التکفیر فھو مسلم وان کان نیتہ الوجہ الذی یوجب التکفیر لا ینفعہ الفتوی المفتی انتھی۔

حافظ مصری صاحب کے خط کا جواب

آپ کا عنایت نامہ سامی اُس مباحثہ کی نسبت جو میاں رمضان صاحب اور مولوی نور محمد صاحب کے درمیان توحید وجودی اور اُسکے انکار کی بابت تحریر تھا وصول ہوا۔ مہربان من توحید وجودی کے قائل ہر طریقہ میں اکثر اولیاء اللہ جو خاص اہل سُنّت وجماعت ہیں ہو گذرے ہیں چنانچہ اس سے پیشتر جو خط مولوی کے نام لکھا جاچکا ہے اور اس میں اُن میں سے بعض حضرات کے نام بھی درج ہو چکے ہیں۔ پس جو شخص توحید وجودی کا قائل ہوا سے کافر کہنا اُسکے پیچھے نماز پڑھنے پر پرہیز کرنا اور اسکے ساتھ مناکحت کا سلسلہ جاری کرنے سے منع کرنا اور اسکا ذبیحہ نہ کھانا ہرگز جایز نہیں بلکہ ایسے لوگوں کو پکا مسلمان اور اہل سنت سمجھنا چاہیے۔ اور

اون کے ساتھ وہ تمام اسلامی برتاو برتنے مناسب ہیں جو عموماً اہل اسلام بلکہ اہل سنت وجماعت میں برتے جاتے ہیں۔ مثلاً ملاقات کیوقت سلام میں پہل کرنا۔ سلام وچھینک کا جواب دینا۔ مریض کی بیمار پرسی کرنا۔ جنازے کی نماز میں حاضر ہونا۔ دعائے مغفرت ورحمت کرنا۔ مگر ہاں یہ ضروری بات ہو کہ توحید وجودی کا اعتقاد عقائد اسلام کی ضروریات میں داخل نہیں ہے۔ حتیٰ کہ اگر کوئی شخص اسکا معتقد نہو اور اُس سے ناواقف محض ہو تو اوسکے اسلام میں کسی طرحکا نقصان نہ سمجھنا چاہیے البتہ اسکا خیال ضرور رکھنا چاہیے کہ جو اولیاء اللہ توحید وجودی کے قائل ہو گذرے ہیں اُن کے ساتھ تحقیر واہانت اور تکفیر وتضلیل سے پیش نہ آئے عام لوگوں کے حق میں تو یہی عمدہ اور بہتر بات ہو کہ اس دقیق اور نازک مسئلہ کی نفی اور اثبات دونوں صورتوں میں سکوت اختیار کریں اور اس مسئلہ کی بحث اور تکرار میں مشغول نہ ہوں کیونکہ ہر شخص کی عقل اُسکے سمجھنے کی قابلیت نہیں رکھتی اور آخر کار عقیدے کے فاسد ہونے کا سبب بنجاتی ہے۔ اور کتاب ملا غنی کے ابیات ہرچند کہ قابل اعتراض اور زیادہ دقت افریں نہیں ہیں اور اُن میں بھی اُسی قسم کے الفاظ مذکور ہیں جس قسم کے الفاظ مولانا جلال الدین رومی اور شیخ فرید الدین عطار اور فخر الدین عراقی اور دیگر بزرگوں نے اپنی اپنی تصنیفات میں بیان فرمائے ہیں لیکن اس قسم کے الفاظ عوام کی مجلس میں بیان نکرنی چاہئیں تاکہ اپنی کم فہمی کیوجہ کر فتنہ میں نہ پڑ جائیں۔ اسیطرح لفظ حقیقت الحقائق بھی کوئی اجنبی اور غیر معمولی لفظ نہیں ہیں۔ بلکہ یہ لفظ صوفیائے سلف کی اصطلاحات میں بکثرت واقع ہے گو شرع میں کہیں اسکا پتہ نہیں چلتا اور یہ بات کچھ اسی لفظ پر منحصر نہیں بلکہ اہل سنت کے فرقوں میں سے

ہر ہر فرقہ کے بعض بعض اصطلاحی الفاظ ایسے مستعمل اور مروج ہوتے ہیں جن کا اطلاق شرع میں وارد نہیں ہوا۔ مثلاً متکلمین اہل سنت کی اصطلاح و عرف میں لفظ واجب الوجود اور اسیطرح صوفیائے اہل سنت جیسے قیصری فرغانی اور مولانا جامی وغیرہ کی عرف اصطلاح میں لفظ وجود مطلق بکثرت وارد ہے حالانکہ شرع میں انکا کہیں ذکر تک نہیں تو ان الفاظ کا استعمال ہرچند کہ بدعت ہو لیکن بدعت سیئہ نہیں ہے بلکہ اسیقدر علماء نے باوجود دیانت و پرہیزگاری کے اسکا استعمال کیا ہے اور محمد رمضان شاہ صاحب چونکہ لوگوں کو نماز روزہ کی طرف متوجہ کرتے۔ لڑکیوں کو قتل کرنے بنی اعمام اور اقارب کے نکاح کو حرام سمجھتے ہیں کفر کی رسمیں مٹانے میں کوشش کرتے ہیں غیر خدا کے لئے جانور ذبح کرنے سے روکتے ہیں لہذا انکی تمام باتیں سراسر نیکی اور صلاحیت پر مبنی ہیں اُنہیں اس قسم کے فائدہ بخش اور نیک نتیجہ باتوں سے منع کرنا نہ چاہیئے بلکہ ان احکام کی ترویج اور تشہیر میں جہاں تک بن پڑے کوشش کرنی چاہیے۔ کیونکہ سنت کے زندہ کرنے اور بدعت کو حرف غلط کی طرح مٹا دینے میں بہت بڑا ثواب ہے۔ فقط

حضرت قبلہ شاہ عبد العزیز محدث دہلی نے جو خط جواباً نور محمد کو لکھا ہے اُس سے ظاہر ہے کہ حافظ مصری کے خط سے پہلے ملاجیو نور محمد کا خط حضرت قبلہ شاہ صاحب کے مطالعہ سے گزرا اور حافظ مصری کے جواب خط سے پہلے نور محمد کو جواب ملا جیسا کہ حضرت اقدس شاہ صاحب ممدوح حافظ مصری کے خط میں لکھتے ہیں ہرچند توحید وجودی کے قائل ہر طریقہ میں اکثر اولیاء اللہ جو خاص اہل سنت والجماعت ہیں ہو گذرے ہیں۔ چنانچہ اس سے پیشتر جو خط مولوی صاحب کے نام لکھا جا چکا ہے

ہو چکیں اور ان میں سے بعض حضرات کے نام بھی درج ہو چکے ہیں الخ

جب یہ خط حضرت شاہ صاحب کا نور محمد کو وصول ہوا اور ساتھ ہی حافظ مصری نے جو شاہ صاحب کا خط جو حافظ مصری کے نام تھا اگرچہ باوجود نور محمد کو سنایا اور خاص و عام مسلمانوں میں اسکا اعلان کیا تو میاں نور محمد نے حضرت شاہ صاحب کو بھی موہنہ پھاڑ کر کافر بتلا دیا اور اپنے معتقد لوگوں کے ذہن نشین کر دیا کہ جو شاہ عبد العزیز کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے چنانچہ نور محمد کے پیرو بھی اور نور محمد کے ہم نوا بھی حضرت ممدوح کی تکفیر کو عبادت سمجھنے لگے چونکہ حضرت شاہ صاحب کی ہستی کا نفس اقدس ہر طرح اور علم و فضل و کمال باطنی ایسے نہ تھے کہ عام مسلمان اسکو محسوس نہ کرتے سو تمام ہندوستان کے ہر گوشہ میں نور محمد کی یہ حرکت تعرضت کی نگاہ سے دیکھی گئی اہل سورت نے یہ خبر حضرت اقدس شاہ محمد رمضان کو بطور استغاثہ پہونچائی حضرت اقدس نے جب سورت کے مسلمانوں کا یہ غیظ و غضب نور محمد کے نسبت معلوم کیا تو اندیشہ اس بات کا ہوا کہ مبادا کہ عام مسلمان غیرت اسلام سے متاثر ہو کر نور محمد کی اس بیجا حرکت پر اسکو قتل نہ کر دیں اہل سورت کو سمجھایا اور روکا کہ نور محمد کے ان لغو حرکات کو ذرا تحمل سے برداشت کرو اور دیکھو کہ انجام کار کیا ہوتا ہے اور بلا توقف اپنے خاص خادم کو نور محمد کے پاس بھیجکر اسکو فوراً اپنے پاس بلایا نور محمد بھی چالاک آدمی تھا وقت کی نازکی اور عام مسلمانوں کا اشتعال طبیعت دیکھکر معاملہ کی تہ کو پہونچ گیا اور سمجھ گیا کہ اگر اسوقت میں شاہ محمد رمضان کی خدمت میں حاضر نہ ہوا تو انجام معلوم فوراً حاضر ہو گیا اور عرض کی کہ مجھے آپ حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں لے چلیں اطمینان کے بعد میں مسلمانوں کی تکفیر اور اپنے عقاید سے توبہ کرونگا چنانچہ ۱۲۳۳ھ ہجری چہارم ذیقعدہ کو نور محمد جناب حضرت اقدس شاہ محمد رمضان کے ہمرکاب حضور شاہ عبد العزیز صاحب حاضر ہوا اور اپنا عقیدہ بیان کیا حضرت شاہ صاحب نے

اور اسکے عقاید کو باطل بتایا اور بکلمات وحدت وجود کے نسبت فرمایا کہ وہ مسلمان ہیں نور محمد نے بلا چون و چرا مجمع عام میں اپنے عقاید سے توبہ کی حضرت شاہ صاحب نے شاہ محمد رمضان اور نور محمد کے دعاوی سے فریقین کے بیان کے موافق قلمبند کرواکر شریعت غرا کا فتویٰ صادر فرمایا اور وہ یہ ہے جس سے مفصل حال اس واقعہ کا ظاہر ہوتا ہے +

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ذکر نسبت در میان آنکہ حاضر آمد شاہ محمد رمضان ابن شاہ عبد العظیم ابن مولوی شاہ عبد الحکیم صدیقی مخبر باسم نسب خود و شریعت غرا ملت بیضا نزد خادم الشرع عبد العزیز بتاریخ بست و چہارم ذیقعدہ ۱۲۳۳ھ ہجری حاضر آورد میان مولوی نور محمد ابن ملارا کہ قوم جویہ است اسم مخبر باسم نسب خود و بتاریخ بست و ہم شہر مذکور و دعاوی طرفین بدستخط حافظ مصری کہ حکم خود مقرر کردہ بودند قبل ازین در نقشان دستخط ہر دو صاحبان بران ثبت بود

قول محمد رمضان شاہ اینست کہ اہل اللہ در بارہ وحدت وجود برحق ہستند و نیز قائلین وحدت الوجود و در عقیدہ سنہ نظر نیز وحدت وجود روا است در نفس الامر فقط و دعوی دیگر ابیات بلبل باغ نبی موافق ترجمہ ایں روا است ہمین معنی دارند کہ نوشتہ ام فقط و قول دیگر آنکہ وجود مطلق حقیقۃ الحقائق است فقط انتہی

و قول نور محمد آنست کہ عقیدہ وحدت الوجود در شریعت غرا روا نیست و قائلین وحدت الوجود در شریعت غیر مقبول ہستند فقط و دیگر آنکہ ابیات بلبل باغ نبی در شریعت کفر ہستند فقط و دیگر آنکہ یک وجود مطلق حقیقۃ الحقائق نیست بلکہ حقائق اشیاء مختلف ہستند فقط تم دعوی ہا و نیز ہر دو صاحبان بموافق دعاوی مسطورہ زبانی اقرار و اظہار کردند من بعد آں

شاہ محمد رمضان عقیدۂ خود موافق اہل سنت و جماعت متکلمین اظہار کردہ و گفتہ کہ ہرچہ در
قصیدہ امالی است براں اعتقاد دارم و مریدان خود را ہم ترجمہ او بزبان ہندی نظم نمودہ ام و ختم
و تاکید نمودم کہ براں عقیدہ باشند علی الدوام و نیز بر ہر حق اولیاء اللہ را معتقد و مطیعم و بر حقائق
ایشاں را معترفم و امید وارم کہ ببرکات آں علیہم الرحمۃ والغفران مستفید بفیضان
الٰہی شوم پس ایں خادم الشرع را معلوم گشت کہ شاہ محمد رمضان را عقیدہ جامع است
کہ مشتمل بر عقاید سنت و جماعت متکلمین و بر مصطلحات صوفیہ صافیہ محققین اہل اللہ و میاں
نور محمد را عقیدہ بر شریعت ظاہر است و انکار بکمال ہم اہل اللہ و حالات و اصطلاحات آنہا
نیز منکر و ہم فہمیدہ است کہ اوشاں بزرگوار ان از جادۂ شریعت پا بیروں نہادہ معاذ اللہ
و شیدا شدند کہ امر ایشاں متصف باوصاف شرائع گشتہ است لہٰذا میاں نور محمد را از عقیدہ
فاسدہ بیروں کردہ شد تا در تحت غضب الٰہی نیاید چراکہ مبغض اولیاء اللہ مبغض خدا و رسول
اوست و بہ بیان کردن مراتب اولیاء اللہ کہ حضرت سید المرسلین فرمودہ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل
و نیز العلماء ورثۃ الانبیاء و الذین اوتوا العلم درجات و نیز بآیات و احادیث دالہ بر اثبات
وحدت الوجود بر مذہب محققین صوفیہ و ہم خصوص اہل سنت والجماعت جاہد وافش ہذا
قالوا ان اللہ سبحانہ واحد بسیط انبسط علی ہیاکل الموجودات بعینہ الذاتیۃ و یمثل ذالک بالبحر
وظہورہ فی صورۃ الامواج المتکثرۃ مع انہ لیس ہناک الا حقیقۃ البحر فایجاد الحق عبارۃ عن
ظہور نور الحقیقۃ المطلقۃ بالصور المختلفۃ المتعددۃ المشاہدۃ قال اللہ تعالیٰ اللہ نور السمٰوات
والارض وہو الذی فی السماء الٰہ وفی الارض الٰہ وقال اللہ تعالیٰ اینما تولوا فثم وجہ اللہ وقال
اللہ تعالیٰ جئت فلم تطعنی الحدیث وقال فی جامع الاصول فی آخر حرف الصاد فی الکتاب
العاشر فی الصفات عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

یقرء ہذہ الآیۃ ان اللہ یامرکم ان تؤدوا الامانات الی اہلہا الی قولہ تعالیٰ ان اللہ کان سمیعاً
بصیراً ورأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یضع ابہامہ علی اذنہ والتی تلیہا علی عینہ اخرجہ ابوداؤد
وفیہ اشعار بانہ السمیع بالاذن والبصیر بالعین فی تجلیۃ الظلی فذوات الممکنات وصفاتہم
واضحالہم عاریۃ وامانۃ وہو سبحانہ سمیع بسمعہ الذاتی وبصیر ببصرہ الذاتی فی مرتبۃ الالوہیۃ انتہی
عن کتاب معیار الموحدین و دیگر آیات ہم خواندہ شد چنانچہ سنریہم آیاتنا فی الآفاق وفی
انفسہم حتی یتبین لہم انہ الحق اولم یکف بربک انہ علی کل شیء شہید الا انہم فی مریۃ من لقاء
ربہم الا انہ بکل شیء محیط وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی وان الذین یبایعونک انما یبایعون
اللہ ید اللہ فوق ایدیہم و دیگر احادیث لو انکم دلیتم بحبل علی الارض السفلی لہبط علی اللہ ہمہ
دلالت میکنند بر اثبات وحدت وجود و حقیقۃ الحقائق کہ مصطلح اہل حقائق صوفیہ اند
و ایشاں اہل اللہ کامل در شرایع و اکمل الایمان اند چنانچہ امام محمد غزالی شیخ الاسلام
در کیمیائے سعادت آوردہ و صاحب منقذ المنقذ ہم نوشتہ اعلم ان التوحید
علی اربع مراتب الاولی ان یقول لا الٰہ الا اللہ باللسان وقلبہ غافل عنہ او منکر لہ کتوحید
المنافق والثانیۃ ان یصدق بمعنی اللفظ قلبہ کما یصدق بہ عموم المسلمین وہو اعتقاد
والثالثۃ ان یشاہد ذالک بطریق الکشف بواسطۃ نور الحق وہو مقام المقربین وہو
ان یرے اشیاء کثیرۃ لیکن یراہا صادرۃ من الواحد والرابع ان لا یری فی الوجود الا واحداً
وہو مشاہدۃ الصدیقین۔

مولوی نور محمد چوں ایں کلام کہ منجی است از مشکوک و ظلمات اوہام شنید یکبارگی
بے قیل و قال و بے شبہ توبۃ النصوح کرد در محفل جمہور عوام و خواص از علماء
کرام و فضلاء عظام از انکار آوردن بر ہر بزرگان اہل اللہ اہل وحدۃ وجود و ہم از

بدگفتن اوشاں کہ سبب شقاوت ازلی است ونیز استغفر اللہ واتوب الیہ خواند ازدل و جان اقرار واعتراف نمود کہ اوشاں اولیاء اللہ اند وصاحب کرامات اند ودیگر انچہ درحق معتقدین اہل اللہ ناشایستہ گفتہ بودم ونماز روزہ وجماعت وحج ونکاح وجواب سلام وجواب عطسہ ودیگر امور شرعیہ ناجائز وبے درست پنداشتہ بودم توبہ کردم ودیگر کتاب بلبل باغ بنی بعض ابیات اورا کہ نور محمد حمل بر کفر کردہ محض غلط وخطا کردہ و ترجمہ اوشاں درست است اما بعض ازانہا متشابہت با بیات مثنوی مولوی جلال الدین رومی وتحفہ مولوی جامی وغیرہا کتاب فخر الدین عراقی دارند پس میاں نور محمد تائب شدہ وقصور فہمید خود نمودہ نصیحت نامہ برائے تابعین خود ودیگر جمیع مسلمانان نگارش کنانیدہ بردہ بمضمون آنکہ ہر یک مسلمان بر مسلمانی خود باشند ویکدیگر را تکفیر وبد نگویند ونماز پس یکدیگر خوانند واگر مولوی نور محمد بر توبۃ النصوح علی الدوام ماند بہتر و الا اگر باز انکار اہل اللہ موصوف بر طریق وجودی باشد یا شہودی ودیگر مردم مسلمانان را تکفیر وتفسیق وتذلیل وجواب سلام نہد واجب التعذیر دانند ہر کہ مسلمان را کافر گوید مستحق تعزیر است در فتاوے عالمگیری من قذف مسلماً بیا فاسق ہو لیس بفاسق یا ایں فاسق یا کافر یا یہودی یا نصرانی اے ان قال عزر قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلاث من اصل الایمان الکف عمن قال لا الہ الا اللہ لا نکفرہ بذنب ولا نخرجہ من الاسلام بعمل الی آخرہ رواہ ابوداؤد فقط حکماً تحکماً مرقی بتاریخ ہفتم ماہ ذی الحجہ ١٢٢٥ھ ہجری +

تشبیہا یا فاسق وہو لیس بفاسق

عبد اللہ ابن

عبد العزیز الرحیم

عبد العزیز ارحم

تمت فیصلہ میاں محمد رمضان شاہ کہ فیما بین میاں صاحب ممدوح ومولوی محمد نور میاں واحدث وجود بود بتاریخ دہم ذیقعد ١٢٢٥ھ ہجری +

اس خطبہ کے اخیر میں عربی زیادہ تھی جسکو عام مسلمان نہیں سمجھ سکتے بنظر سہولت عام مسلمین ہم نے اپنے محترم مولوی مشتاق احمد صاحب جوانبیٹہ کے رہنے والے صاحب دل صاحب انسبت صوفی صافی مشرب اور عالم متبحر ہیں درخواست کی کہ اس فتوے کی عربی عبارات کی شرح عام فہم الفاظ میں آپ فرمادیویں تاکہ ہر خاص وعام اسکو سمجھ سکے۔ حضرت ممدوح نے ہماری درخواست کو شرف قبول بخشا اور ایک رسالہ کی صورت معہ حواشی ضروری شرح لکھی جسکو ہم حضرت شاہ عبد العزیز قدس سرہٗ کے فتوے کے ذیل میں لکھتے ہیں وہو ہذا +

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی لا الہ الا ھو والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہٗ وعلی آلہ وصحبہ وعلی من تابعہ

اما بعد عاجز **مشتاق احمد** حنفی چشتی انبیٹھوی عرض کرتا ہے کہ میرے مکرم عقل مجسم ماہر فنون نظم ونثر سرآمد سخنوران اہل ہنر **پیرزادہ ڈپٹی مظفر احمد مہمی صدیقی** نے راقم الحروف سے فرمایا کہ بقیۃ السلف حجۃ الخلف شیخ مشایخنا حضرت مولانا اوداوڈا **شاہ عبد العزیز** رحمۃ اللہ علیہ نے مسئلہ **وحدت الوجود** کے ثبوت میں جو فیصلہ مابین قطب دوران حضرت مولانا **شاہ محمد رمضان** رحمۃ اللہ علیہ اور مابین مولوی نور محمد جو منکر توحید کے فرمایا ہے اور جس میں توحید وجودی کو ثابت کیا ہے اوسکی شرح کی ضرورت ہے۔ کیونکہ علاوہ مشکل ہونے کے عربی زبان میں ہے اگر زبان اردو

میں شرح لکھی جائیگی تو معمولی استعداد والے بھی اسکو سمجھ سکیں گے اور ایسے مستند فاضل کے فتوے سے فائدہ اُٹھاکر عقیدہ درست رکھیں گے فاقول وباللہ التوفیق ۔

اصل قصہ یوں ہے کہ جب علاقہ حصار میں مولوی نور محمد نے قائلین وحدت وجود پر فتویٰ دیا اور تحریر وتقریر کے ذریعہ اولیا وسلف اہل توحید کی حد سے زیادہ توہین کرنی شروع کردی تو جب سنہ ۱۲۳۵ھ ہجری میں حضرت مولانا شاہ محمد رمضان قدس سرہٗ نے مولوی نور محمد مذکور کو ہمراہ لیکر اور دہلی پہونچکر حضرت شاہ عبد العزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اس اختلاف کے متعلق اپنا سرپنچ اور حکم قرار دیا چنانچہ حضرت شاہ صاحب ممدوح نے طرفین کے خیالات معلوم فرماکر ایک فیصلہ تحریر فرمایا جس میں مولانا شاہ محمد رمضان صاحب قائل وحدت وجود کو عالم حقانی اور اس مسئلہ توحید وجودی کو صحیح تسلیم کیا اور مولوی نور محمد کے خیالات فاسدہ کی تردید کرکے انکار توحید وجودی سے اور بزرگان دین کو برا کہنے سے توبہ کرائی اور اس مشکل مسئلہ کو اچھی طرح سمجھادیا۔ اور تسلیم کرادیا کہ یہ حق ہے لہذا حسب ارشاد ڈپٹی صاحب موصوف اس فیصلہ کی عربی عبارت کو قولہ سے نقل کرکے اقول میں اسکی شرح لکھتا ہوں

قولہ۔ قالوا ان اللہ سبحانہ واحدٌ بسیطٌ انبسط علےٰ ھیاکل الموجودات بمعیتہ الذاتیۃ یمثلُ بالبحر وظہورہ فی صورۃ الامواج المتکثرۃ مع انہ لیس ھناک الاحقیقۃ البحر فالایجاد للحق عبارت عن ظہور الحقیقۃ المطلقۃ بالصور المختلفۃ المتعددۃ المتشاھدۃ قال اللہ تعالےٰ اللہ نور السموات والارض وھوالذی فی السماءِ الٰہ وفی الارض الٰہ وقال اللہ تعالےٰ اینما تولوا فثم وجہ اللہ وقال اللہ تعالےٰ جعت فلم تطعمنی الحدیث ۔

اقول۔ مراد یہ ہے کہ صوفیہ قدس اللہ اسرارہم نے یہ کہا ہے کہ اللہ پاک اپنی ذات

صفات میں یکتا وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے بسیط یعنی ترکیب اور اجزاء سے پاک ہے موجودات میں اسکا ظہور ایسا ہے جیسا مثلاً دریا۔ کہ وہ ایک چیز ہے مگر بے تعداد موجوں میں اسکا ظہور پایا جاتا ہے باوجود بے تعداد کثرت امواج کے دریا بدستور ایک ہی چیز ہے۔ اس تعداد امواج سے دریا کی توحید میں فرق نہیں آیا اگر دریا میں موجیں بلا تعداد پیدا ہوں یا حباب (بلبلے) بکثرت آشکارا ہوں یا برف کے ٹکڑے ہزارہا جم جائیں تو ہر چند موج یا حباب۔ یا برف نام دوسرا ہے مگر فی الواقع وہی دریا اور دریا کا پانی ہے۔ موجیں۔ بلبلے۔ اور برف کے ٹکڑے دریا میں پیدا ہوتے ہیں پھر اسمیں مل جاتے ہیں۔ اور فنا ہوجاتے ہیں۔ دریا کو امواج کے ساتھ معیت ذاتیہ ہے۔ پس اللہ کریم کا مخلوقات کو پیدا کرنا اپنی حقیقت مطلقہ کا مختلف اور متعدد صورتوں میں ظاہر کرنا ہے اسی واسطے قرآن پاک میں فرمایا اللہ نور السماوات والارض یعنے اللہ آسمان اور تمام زمین کا نور ہے۔ نور وہ ہے کہ بذات خود ظاہر ہو۔ ظہور اس کا مستقل ہو۔ دوسری شے کا محتاج نہو۔ اور دیگر اشیا اس کے سبب ظاہر ہوں اگر نور نہو تو وہ عدم کی ظلمات میں معدوم ہوں لہذا فی الواقع موجود بوجود حقیقی بجز ذات واجب الوجود کے اور کوئی چیز نہیں وہی آسمان میں معبود ہے وہی زمین میں معبود ہے جیساکہ اُسنے فرمایا۔

وھوالذی فی السماءِ الٰہ وفی الارض الٰہ

دوسرے مقام پر اپنے کلام قدیم میں فرماتا ہے اینما تولوا فثم وجہ اللہ یعنی جسطرف مُنہ پھیرو وہی معبود برحق اور وجود مطلق موجود ہے۔

حدیث قدسی میں یہاں تک آشکارا بتلایا۔ جعت فلم تطعمنی (یعنی اے

طالب نادان میں بھوکا تیرے سامنے آیا) یعنی مظہر اتم انسان خلیفۃ الرحمن میں ظہور کھانا
مگر تم نے کھانا نہ دیا غرض معبود برحق ہی موجود حقیقی ہے اور تمام مخلوقات کا وجود انتزاعی
اور اعتباری ہے۔ مثلاً سیاہی سے نقوش و حروف قسم قسم کے لکھے جاتے ہیں۔ اور
نقوش و حروف کے نام جدا جدا بھی ہیں مگر غور کرنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ حقیقت
ان تمام نقوش اور حروف کی سیاہی ہی ہے۔ سیاہی ان کے غیر نہیں اور یہ سیاہی سے
جدا نہیں۔ کیا اچھا فرمایا کسی عارف نے رباعی

ہر نقش کہ بر تختۂ ہستی پیداست	آں صورت آں کس است کاں نقش آراست
دریائے کہن چو برزند موجے نو	موجش خوانند۔ و در حقیقت دریاست

قولہ:۔ وقال فی جامع الاصول فی آخر حرف الصاد فی الکتاب العاشر فی
الصفات عن ابی ھریرہ رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم یقرء ھذہ الآیۃ ان اللہ یامرکم ان تودوا الامانات الی
اھلھا۔ قولہ تعالیٰ ان اللہ کان سمیعاً بصیراً و رایت رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم یضع ابھامہ علی اذنہ والتی یلیھا علی عینہ اخرجہ ابوداؤد
وفیہ اشعار بانہ السمیع بالاذن والبصیر بالعین فی تجلیہ المظاہر فذات
الممکنات وصفاتھم وافعالھم عاریہ وامانۃ وھو سبحانہ یسمع
بسمعہ الذاتی ویبصر ببصرہ الذاتی فی مرتبۃ الالوھیۃ انتھیٰ عن کتاب
معیار الموحدین"

اقول۔ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ بحوالہ جامع الاصول
حدیث نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں

کہ میں نے سنا حضور رسول اکرم صلعم یہ آیۃ قرآن شریف پڑھتے ہوئے۔ ان اللہ یامرکم
ان تودوا الامانات الی اھلھا واذا حکمتم بین الناس ان تحقیق اللہ تمکو
حکم دیتا ہے کہ امانتیں امانت والوں کے پاس پہونچاؤ۔ اور جب لوگوں میں کسی کی
بات تحکموا بالعدل ان اللہ نعما یعظکم بہ ان اللہ کان سمیعاً بصیراً"
حکم دو تم عدل کے ساتھ حکم دو یہ خدا کی طرف سے نصیحت ہے اللہ سننے والا دیکھنے والا ہے"
جب سمیعاً بصیراً کے الفاظ پر پہونچے تو انگوٹھا شریف کان پر رکھ لیا اور انگشت شہادت
حضور نے اپنی آنکھ مبارک پر رکھ لی۔ اس پر حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں۔
حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عمل شریف سے اشارہ ہو گیا اس طرف
کہ اللہ کریم اپنی تجلی میں کان سے سنتا ہے اور آنکھ سے دیکھتا ہے یعنی وہ خود کان
اور آنکھ جسمانی سے پاک ہے مگر انسان جو مظہر رحمان ہے اور اس نے اس مظہر خاص
میں تجلی فرمائی ہے اس مظہر کا سننا اور دیکھنا ہے مثلاً جب حضرت رسول اکرم صلعم
نے کفار پر کنکریاں پھینکیں سب کی آنکھوں میں پڑیں اور صحابہ کے مقابلہ سے بھاگ
نکلے تو اس قصہ کی نسبت اللہ کریم قرآن پاک میں فرماتا ہے۔

(وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی)

اے حبیب کفار پر جب آپ نے کنکریاں پھینکیں وہ آپ نے نہیں پھینکیں بلکہ فی الواقع اللہ
یعنی ہم نے خود پھینکیں۔ پس ممکنات کی ذوات اور انکی صفات اور افعال مستعار
اور امانت ہیں اصلی اور حقیقی وجود ذوات صفات و افعال میں اسی کا ہے وہ اللہ
پاک اپنی سمع ذاتی سے سنتا ہے اور اپنی ذاتی بینائی سے دیکھتا ہے وہ اپنے مرتبہ
میں معبود برحق ہے کسی بزرگ نے کیا خوب کہا ہے ؎

آفتابی در ہزاراں آبگینہ تافتہ — پس بہ رنگے ہر یکے تابے عیاں انداختہ
اختلافے نیست لیکن رنگہائے مختلف — اختلافے درمیان این و آں انداختہ

قولہ:۔ دیگر آیات ہم خواندہ شد چنانچہ۔

(۱) سنریھم آیاتنا فی الآفاق وفی انفسھم حتی یتبین لھم انہ الحق اولم یکف بربک انہ علیٰ کل شیئٍ شھید۔

(۲) الا انھم فی مریۃ من لقاء ربھم الا انہ بکل شیئٍ محیط۔

(۳) ومارمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمٰی۔

(۴) وان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم۔

اقول حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مولوی نور محمد منکر توحید کو دیگر آیات سے بھی **توحید وجودی** کا ثبوت بتلایا گیا مثلاً آیت سنریھم آیاتنا فی الآفاق الخ۔

یعنی اللہ کریم فرماتا ہے۔ **ہم دکھلائیں گے انکو اپنی نشانیاں جہان میں اور اُن کے اندر یہانتک کہ اونکو معلوم ہو جائیگا۔ کہ وہ حق ہے۔**

کیا تیرے رب کیواسطے یہ کافی نہیں کہ وہ ہر شے پر حاضر ہے۔

یعنی کوئی شے اوسکے علم سے باہر نہیں خبردار! وہ تو اپنے رب کی ملاقات میں شک رکھتے ہیں خبردار! اللہ تو ہر شے پر محیط ہے۔

واضح ہو کہ اللہ کریم کے احاطۂ اشیاء کو علماء احاطۂ علمی اور احاطۂ قدرتی کہتے ہیں

اللہ کریم اپنے علم اور قدرت سے تمام اشیاء ماسوی اللہ کو محیط ہے کوئی چیز اوس کے علم اوس کی قدرت سے باہر نہیں مگر محققین صوفیائے کرام کی تحقیق میں یہ احاطہ ذاتی بھی ہے

احاطہ بالذات اُسے کہتے ہیں کہ جس میں محاط کی ہر جُزو کو محیط کی ذات سے تعلق ہو اور یہاں اسیطرح ہے کہ تمام اشیاء کو (یعنی تمام مخلوقات کو) خالق کی ذات سے تعلق ہے ورنہ استغنا لازم آجاسے یعنی اگر محاط (مخلوق) کی کسی جزو کو محیط (خالق) کیساتھ تعلق نہ ہو تو لازم آئے کہ وہ محتاج اور ممکن نہ رہے حالانکہ یقیناً ماسوا اللہ تمام مخلوقات و ممکنات خلق میں خالق کے محتاج ہیں۔ پس جب محاط کے کسی جزو کو ذات محیط سے استغنا نہیں بلکہ ہر جزو کو تعلق ہے تو محیط کا احاطہ ذاتی ثابت ہے۔ وہو المطلوب

ہاں! یہہ شبہ واقع ہوتا ہے کہ اگر احاطہ ذاتی تسلیم کیا جاسے تو اس سے محیط کی تجزّی لازم آئیگی کیونکہ محاط تمام مخلوقات ہیں ہر ایک کے ساتھ احاطہ ذاتی سے محیط میں اجزاء بے نہایت تسلیم کرنے پڑیں گے اور یہہ ناجائز ہے۔

جواب اس شُبہ کا یہہ ہے کہ:۔

(۱) جب محققین صوفیہ کرام کے نزدیک وجود محاط مخلوقات کا وہمی اور اعتباری ہے حقیقی اور نفس الامری نہیں تو موجود اعتباری کو احاطہ کرنے سے تجزی لازم نہیں آئیگی۔

(۲) علماء کے نزدیک بھی اللہ کریم اپنے علم اور قدرت سے محیط ہے اور علم و قدرت اس کی صفات ہیں اور صفات باری تعالےٰ کسی کے نزدیک بھی اُسکی ذات سے جُدا نہیں خواہ اونکو عین ذات کہیں یا لاعین و لاغیر کہیں۔ جب صفات ذات سے جُدا نہیں تو صفات کا احاطہ کرنا ذات ہی کا احاطہ کرنا ہے جب ذات ہی محیط ہے اور غیر کا وجود نہیں تو نتیجہ نکلا کہ واقعی اور حقیقی وجود اللہ ہی کا ہے۔ وہی ہر جگہ موجود ہے

دوسری موجودات جو محسوس بحس ظاہر ہیں اور محاط ہی انکا وجود وہمی اور غیر حقیقی ہے
آیت وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ کا بیان پہلے گذر چکا ہے کہ اسمیں اللہ کریم
حضور رسولؐ اکرم صلعم کی کنکریاں پھینکنے کو اپنا پھینکنا بتلاتا ہے اور آیت ان الذین یبایعونک
انما یبایعون اللہ - میں یوں فرماتا ہے - کہ اے حبیب جو آپسے بیعت کرتے ہیں
وہ اللہ سے بیعت کرتے ہیں - یعنی آپکے ہاتھ میں ہاتھ دینا اللہ ہی کے ہاتھ میں ہاتھ
دینا ہے وجہ ان سب کی یہی وجہ ہے کہ وجود مطلق تمام موجودات کو محیط یا احاطہ ذاتی
ہے دریا اور حباب کا فرق ہے - کہ نام تو حباب کا دوسرا ہے مگر حقیقت اسکی وہی دریا ہے
مولانا جامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں -

در کون ومکان نیست عیاں جز یک نور		ظاہر شدہ آں نور بانواع ظہور
حق نور وتنوع ظہورش - عالم		توحید ہمیں است - دگر وہم وغرور

قولہ - دیگر احادیث لو انکم ولیتم بحبل علی الارض السفلی لہبط علی اللہ
ایں ہمہ دلالت میکند باثبات وحدت وجود وحقیقت الحقائق کہ مصطلح اہل حقایق
صوفیا اند والیشاں اہل اللہ کامل در شرایع واکمل الایمان اند -
اقول - اس حدیث کا مطلب یہ ہے - اگر تم نیچے کی زمین پر رسی لٹکاؤ تو وہ اللہ پر ٹکیگی
یعنی وہ ہر جگہ موجود ہے - آسمان اور زمین میں وجود حقیقی اس کے سوا اور کسی کا نہیں ہی
وجود واحد ہے جس کے ظلال اور عکوس کا نام عالم ہے

"عالم کہتے ہیں اوس چیز کو جس سے دوسری شے معلوم ہو"

پس عالم - بوجہ ظل اور سایہ ہونے کے جس کا سایہ ہے اُس پر دلالت کرتا ہے
اور بوجہ عکس ہونے کے جس کا عکس ہے اس کی ذات کو بتلاتا ہے - آفتاب کی روشنی

ذرہ کو ذرات عالم سے روشن بنا دیتی ہے اوسیطرح وجود مطلق کے پرتو نے تمام
موجودات کو وجود کا فیض پونہچایا ہے - زمین - آسمان - حیوان - انسان سب نے وجود
مطلق کے پرتو سے وجود پایا - مگر خود ان سب کا وجود اعتباری ہے - اسی واسطے
ان پر تغیرات گوناگوں واقع ہوتے ہیں وجود مطلق یعنی واجب الوجود ازل سے
ابد تک ایک ہی حالت میں ہے کل یوم ھو فی شان - ہر روز اور ہر لحظہ ظلال
اور عکوس کا ظہور ہوتا ہے اور وہ اپنے وحدت صرف پر قائم ہے مثلاً آفتاب ہے
کہ مختلف اجسام پر اور متعدد اشیا پر اپنا نور ڈالتا ہے اور تمام اجسام منور بنور
آفتاب ہوجاتے ہیں - ہر قسم کے خواص جدا جدا ہیں مگر اس اختلاف ظاہر سے
اُس کی ذات میں تغیر نہیں آیا - کیا اچھا کہا ہے -

این ہمہ رنگ ہائے پر نیرنگ	×	خم وحدت کند ہمہ یک رنگ

قولہ - چنانچہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ در کیمیائے سعادت آوردہ وصاحب منتقط در منتقط
ہم نوشتہ اعلم ان التوحید علی اربع مراتب الاولی ان یقول لا الہ
الا اللہ باللسان وقلبہ غافل عنہ او منکر لہ کتوحید المنافق والثانی
ان یصدق بمعنی اللفظ قلبہ کما یصدق بہ عموم المسلمین وھو اعتقاد
والثالثہ ان یشاھد ذالک بطریق الکشف بواسطہ نور الحق وھو مقام
المقربین وھو ان یرے اشیا کثیرۃ لکن یراھا صادرۃ عن الوحدۃ
والرابع ان لا یری فی الوجود الواحدۃ وھو مشاھدۃ الصدیقین -
اقول - حضرت مولانا شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ بحوالہ کیمیائے سعادت و منتقط
تحریر فرماتے ہیں کہ توحید کے چار درجے ہیں -

(۱) صرف زبان سے لاالٰہ الا اللہ کہنے میں تو منافق بھی شریک ہیں اس قسم کی زبانی توحید قابل التفات نہیں۔

(۲) جس میں زبان سے اقرار کے سوا دل سے بھی توحید کی تصدیق اور اس پر یقین ہو شرع شریف میں اس پر اعتبار ہے اور عام اہل اسلام دل سے اس پر اعتقاد رکھتے ہیں کہ اللہ وحدہ لاشریک لہ یکتا ہے۔

(۳) اعتقاد کے علاوہ مکاشفہ سے بھی توحید کا مقام کھلگیا ہو۔ اگرچہ ظاہر میں بہت اشیاء نظر آتی ہیں مگر سب میں نور حق کی سرایت نظر آتی ہے الوحدۃ فی الکثرۃ کا مضمون دکھائی دیتا ہے یہ مقام مقربین کا ہے۔

(۴) یہ اعلےٰ درجہ ہے۔ وہ یہ ہے کہ بجز ایک ذات کے جسکا وجود حقیقی ہو۔ اور واجب الوجود ہے دوسری اشیاء ماسوی اللہ کے وجود ہی نظر نہ آویں کیونکہ وہ ظلال اور عکوس میں موجود بوجود حقیقی کے ہوتے عکسی اور ظلی وجود ایسے شخص کو جسکی بصیر بصیرت حق بیں ہو نظر میں نہیں آیگا۔

قال العارف الربانی مولانا عبدالرحمٰن الجامی۔ رباعی

مجموعہ کون را بہ قانون سبق	کردیم تصفح ورقاً بعد ورق
حقا کہ ندیدیم و نخواندیم درو	جز ذات حق و شیون ذات مطلق

اگر یہ شبہ پیدا ہو کہ تمام ممکنات کے موجود بوجود حسی ہونے پر عقلاً اور علماً کا اجماع ہے۔ تکلف شرعی اس پر مرتب ہے۔ ثواب و عذاب حساب و کتاب جنت و دوزخ اسی وجود کے مسلم کرنے پر موقوف ہیں۔ پس صوفیہ کسطرح اسکا انکار کرتے ہیں۔

جواب :۔ اسکا یہ ہے۔
صوفیائے کرام موجودات اور ممکنات کے موجود بوجود حسی کے منکر نہیں۔ ثواب عقاب کے مترتب ہونے اور جنت و دوزخ میں جانے پر ایمان رکھتے ہیں۔ ہاں! یہ کہتے ہیں کہ واجب الوجود کے سوا اور کوئی نفس الامر میں موجود بوجود حقیقی نہیں۔ کیونکہ کلام الہٰی میں فیصلہ فرمادیا گیا ہے اللہ کریم کی ذات پاک کے سوا اور تمام اشیاء فی الواقع معدوم ہیں۔ چنانچہ فرمایا کل شیٔ ھالک الا وجہہ الآیۃ
بیضاوی شریف میں ہے الا ذاتہ فان ما عداہ ممکن ھالک ہالک کے معنی کئی ہیں فی حد ذاتہ معدوم (یعنی ہر شئے نفس الامر میں معدوم ہے) صرف اللہ کریم کی ذات پاک موجود بوجود حقیقی ہے پس صوفیائے موافق اس آیت کے یہہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ جیسا اللہ کریم اپنی ذات اور صفات میں یکتا ہے اور وحدہٗ لاشریک لہٗ ایسا ہی اپنے وجود میں لاشریک لہٗ ہے کیونکہ اُسکا وجود حقیقی اور نفس لامری ہے اور اسپر کبھی عدم نہیں آتا ماسوے اللہ اور تمام عالم کا وجود اُسکے وجود کا عکس اور ظل ہو۔

قال مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ۔

وصافی خود بزعم حاسد تاکے	توحید بہ پیچ چنیں متاع کاسد تاکے
توحید ز خیال ہستی۔ از تو	فاسد باشد۔ خیال فاسد تاکے

اگر یہ شبہ پیدا ہوا کہ صوفیہ کرام کے نزدیک وجود حقیقی اور نفس الامری یکتا ہے کوئی شریک نہیں مگر اس آیت کل شیٔ ھالک الا وجہہ سے حسب تصریح علماء معلوم ہوتا ہے کہ اشیاء کا وجود تھا۔ وجود کے بعد عدم عارض ہوا پس یہ آیت توحید

وجودی کی مثبت نہیں بلکہ منافی ہے۔

جواب:۔ معنی ھالک کے یہ نہیں کہ موجود چیز معدوم ہوگئی۔ بلکہ ہالک کا معنیٰ جیسا کہ بیضاوی شریف سے نقل ہوا ہیہ ہیں کہ ابتداے کسی چیز نے وجود حاصل نہیں کیا اور جو کچھ ماسوے اللہ کا وجود محسوس اور دکھائی دیتا ہے وہ وہمی ہے اور اعتباری ہے مثلاً جیسے اشیاء انسان کو خواب میں نظر آتے ہیں اور آثار تک مترتب ہو جاتے ہیں مگر فی الواقع اور نفس الامر میں انکا وجود نہیں ہوتا قال مولانا جامی۔

ہستی کہ بود ذات خداوند عزیز
اشیا ہمہ در وے اند وے در ہمہ چیز
ایں است بیاں آنکہ عارف گوید
باشد ہمہ چیز مندرج در ہمہ چیز

سوال:۔ ہم نے تسلیم کیا کہ وجود حقیقی ایک ہی ہے اور وہی واجب الوجود ہے مگر بداہتاً جو تمام عالم اور بنی آدم۔ حیوانات وجمادات نظر آتے ہیں وہ سب نظر کے سامنے موجود ہیں کوئی عاقل ان کے وجود سے انکار نہیں کرسکتا ہے پس وحدت الوجود کے کیا معنی ہوئے۔؟

جواب:۔ جو کچھ عالم نظر آتا ہے یہ اُس وجود حقیقی کے کمالات اور مظاہر ہیں پس ان مظاہر کثیرہ کا وجود اعتباری اُس وجود حقیقی کی وحدت کے منافی نہیں۔ اس مضمون کو حضرت شیخ مشائخان قطب العالم شیخ عبد القدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ رسالہ غرائب الفوائد میں اس طرح فرماتے ہیں۔

فائدہ چوں وجود نزدیک محققاں واحد است وما عدا او محض عدم است پس خیر وشر وثواب وعقاب۔ نعیم وجحیم۔ مُعذِّب ومُعذَّب کیست۔

جواب من حیث الذات وحدت صرف است۔ اما من حیث الصفات

تعدد دیگرے نماید کہ در ظاہر میان اسما تقابل ومیان صفات تضاد ست۔ سلطنت اسم الہادی موجب ثمرات آن شد وسلطنت اسم المضل موجب ضلالت وثمرات آں شد پس در حقیقت وجود واحد است اما بنظر اعتبارات اسمار تقابلات وحیثیات صفات متضادہ بصور مختلفہ واشکال متعددہ نمودہ واین قادح نیست وطرقت وحدت صرف را پس مظاہر اسمار جلالیہ با جلال وعذاب وشر وجحیم مناسبت وملازمت دارند وآنجا کہ ذات صرف است جمال وجلال ہر دو محو ومستہلک اند ۔

خواجہ عطاؒر فرماتے ہیں

غیر حق اندر جہاں نیست اے پسر!
باز داں اسرار حق شو صاحب نظر
غیر حق۔ اندر دو عالم تو مبیں
شک بسوزانی بگفتہ کن از یقیں
غیر حق اندر دو عالم نیست کس
اندریں راہ است ایں ارشاد وبس
گر تو بینی غیر حق اندر جہاں
باز مانی از جمال جاوداں

سوال:۔ تمام موجودات وممکنات جب اسی وجود واجب الوجود کے مظاہر ہیں تو موجودات میں نیک وبد پاک وناپاک۔ خیر وشر۔ دونوں ہی پائے جاتے ہیں کیا بد شر اور ناپاک کو واجب الوجود کا مظہر کہیں گے۔؟

جواب:۔ موجودات اور ممکنات میں بحیثیت مظہر واجب الوجود ہونے کے نقصان کسی قسم کا نہیں ہے مگر دوسری حیثیت ہے کہ انکو عام سے تعلق ہے معدوم تھے اور معدوم ہو جائیں گے۔ ان میں نقصان پایا جاتا ہے پس شر۔ بد اور ناپاک ہونا عدم کے ساتھ نسبت ہونے سے پایا گیا ہے وجود کے مظہر ہونے سے نہیں پایا گیا کیونکہ وجود خیر محض ہے اس کے ہمراہ نسبت ہونے سے نقصان نہیں پایا جاسکتا

مولانا جامی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں

ہر لفت کہ از قبیل خیریت و کمال ... باشد ز نعوت ذات پاک متعال

ہر وصف کہ در حجاب شر است و وبال ... وارد ز قصور قابلیات مثال

حضرت قطب الوقت خواجہ محمد معصوم سر حلقہ سلسلہ عالیہ مجددیہ اپنے مکتوب بنام نغیران میں فرماتے ہیں

باید دانست ہر چہ بجناب مقدس منسوب است ہمہ خیر و کمال است خیر و کمال را ہر آئینہ باید تا ظہور خیریت آن باں شود۔ آئینہ نمی باشد الا در مقابل شے۔ و مقابل خیر و کمال شر و نقص است اذ تبین الاشیاء باضدادھا و ظاہر است کہ مرأت ہر چند در مرآتیت خود قابل بود ظہور صورت منعکسہ دراں اتم باشد۔ ہر چند دید شریت عارف بیشتر بود ظہور خیریت در وے زیادہ تر باشد زیرا کہ مکن فی نفسہٖ منشاء ہر شر و نقص است چہ ذات او عدم است۔ انتہیٰ۔

القصہ بضرورت غرض موجودات اور ممکنات میں مظہر وجود کی حیثیت سے کوئی نقص نہیں ہاں! دوسری حیثیت سے کہ وہ فی ذاتہ معدوم ہیں۔ ہر ایک نقصان کے مستوجب سزاوار ہیں۔

فرمایا مولانا جامی نے

اے بردہ گماں کہ صاحب تحقیقی ... واندر صف صدق و صفا صدیقی

ہر مرتبہ از وجود حکمے دارد ... گر حفظ مراتب نکنی زندیقی

سوال:۔ وجود اصلی حقیقی اور وجود ظلی اعتباری میں کیا فرق ہے۔؟

جواب:۔ کئی وجہ سے فرق ہے۔

(۱) وجود اصلی حقیقی واجب الوجود ہے۔ اور وجود ظلی اعتباری ممکن اور محتاج ہے۔

(۲) وجود اصلی قدیم اور ازلاً و ابداً باقی ہے اور وجود ظلی حادث۔ فانی اور زوال پذیر ہے۔

(۳) وجود اصلی بیحد اور غیر متناہی ہے اور وجود ظلی محدود اور متناہی ہے۔

(۴) وجود اصلی کھانے پینے پھرنے سونے وغیرہ حاجات انسانی اور حیوانی سے پاک ہے۔ اور وجود ظلی ان تمام کا محتاج ہے۔

(۵) وجود اصلی بغیر کان کے سنتا ہے اور بے آنکھ کے دیکھتا ہے اور بغیر زبان کے متکلم ہے اور وجود اصل کا ظہور انہیں عوارض جسمانیہ و امکانیہ سے پاک ہے اور وجود ظلی کا ظہور ان ہی عوارض جسمانیہ اور اشکال میں ہے۔

مغربی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

چو آدم را فرستادیم بیروں ... جمال خویش در صحرا نہادیم

جمالِ ما ببیں زیں راز پنہاں ... کہ بر چشم تو آں پیدا نہادیم

اگر چشمت نباشد آنچناں داں ... کہ گوہر پیش نابینا نہادیم

سوال:۔ اس تمام تحقیق سے یہہ معلوم ہو گیا کہ وجود حقیقی اور ہستی مطلق وہی ذات ذات یکتا وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے اور تمام اشیاء کا وجود ظلی ہے کہ وجود حقیقی کے مظاہر اور ظلال ہیں لیکن اگر کوئی یہہ دریافت کرے کہ عالم کو خداوند جل علاہ سے کیا نسبت ہے تو اوسکا جواب کیا ہے؟

جواب:۔ خالق مخلوق کی نسبت ہے یعنی اللہ خالق ہے اور ماسوے اللہ مخلوق ہے مگر علمائے کرام اور صوفیائے عظام کے مابین اس مضمون کے ادا کرنے اور بیان کرنے میں عنوان کا اختلاف ہے اور معنوی ایک ہے حضرت شیخ المشائخ شیخ عبد القدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ وحدت وجود کے آخر میں اس سوال کا جواب دیا ہے اوس سے نقل کیا جاتا ہے۔ فقال رضی اللہ عنہ

نزدیک اہل شریعت عالم را با خداوند تعالے ہمچوں نسبت حروف و کلمات است باکاتب ۔ و نزدیک اہل حکمت ہمچوں نسبت درخت است با تخم ۔ و نزدیک اہل توحید ہمچوں نسبت حروف است با سیاہی ۔ و معلوم است کہ حروف از سیاہی است بلکہ عین سیاہی ست فاما حروف را سیاہی نگویند تا کہ اگر کسے گوید خطا گفتہ باشد ۔ مقید و متشکل بصور دیگر اند اما دیدن و دانستن آنکہ حروف بحقیقت عین سیاہی ست درست باشد پس زبان کہ مملوک شرع است جز وقف شرع بزبان نراند و دل کہ مملوک حق است آنچہ حقیقت است نہ باید دانست و نباید گفت و ہرچہ دانستنی و دیدنی است گفتنی نیست ۔ اگر گوید ۔ کفر ورزیدہ باشد کہ مقتضی بافشار سر ربوبیت گردد وافشار سر ربوبیت کفر است و آنکہ افشائے سر ربوبیت کفر است سر وحدت است کہ سالک صفا باید و در مقام فنا رسد ۔ خود را و کل کائنات را نبیند ۔ و جز حق در مشاہدہ او نباشد تا اگر خود باز آید و ایں سر آشکار اکند نزدیک ہمہ کفر بود ۔ اما در غلبہ حال و سطوت نور شہود مغلوب گردد از خود رود ۔ آنگاہ معذور بود ۔ ہرچہ گوید آنرا نگیرند ۔

خواجہ عطار فرمایند

چوں زند دیوانہ زیں شیوہ لاف	تو زسر کوری مکن با او مصاف
تو زبان از شیوۂ او دور دار	عاشق دیوانہ را معذور دار
عاقلاں را شرع تکلیف آمدہ ست	بے دلاں را عشق تشریف آمدہ ست
لا جرم دیوانہ را گرچہ خطاست	ہرچہ سے گوید بگستاخی رواست

فائدہ جلیلہ ۔ جمہور حضرات صوفیہ کرام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین وحدت الوجود کے اس وجہ سے قائل ہوے ہیں کہ چشم باطنی اور نظر کشفی سے ان کو تحقیق ہو گیا

کہ وجود حقیقی ایک ہی ہے اور وہی واجب الوجود ہے ماسوائے اسکے جو کچھ دنیا میں ہے وہ اسکے ظلال و عکوس ہیں اور اس کشف وجود حقیقی کے واحد ہونے میں کسی بزرگ کو اولیاء میں سے خواہ کسی خاندان میں سے ہوں اختلاف نہیں چنانچہ قائلین وحدت شہود میں سے حضرت قطب الوقت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ و فرزند و جانشین حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ اپنے مکتوب اسمی میر محمد نعمان میں اول صوفیہ وجودیہ کی نسبت یہ تحریر فرماتے ہیں ۔

وطائفہ دیگر کہ اہل سلوک دریافت اند و بصفائی باطن بلکہ بمحض موہبت خصوصیت وجود و سائر کمالات را بحضرت واجب الوجود تعالے فہمیدہ اند بلکہ ہر کمال را عین او دانستہ و اورا سبحانہ وجود مطلق لا تعین بنمودہ اند و صفحہ کائنات ظہورات و تعینات آں مطلق تصور فرمودہ و چوں مقید عین مطلق است بتوحید وجودی و اتحاد ذاتی قائل گشتہ اند صفات و ذوات ممکنات را با صفات و ذوات واجب متحد مید انند ۔ و فرق باطلاق و تقید مینمایند ۔

اس کے بعد آپ فریق قائل توحید شہودی کی نسبت فرماتے ہیں :۔

و فرقہ دیگر بسابقہ عنایت و بمحض فضل در اختصاص وجود و سائر کمالات با طائفہ ثانیہ شرکت دارند لیکن آنرا عین ذات نگویند و ذات را تعالے ورای آں اثبات می نمایند و محتاج ایں وجود میدانند و تحقیق آں بتفصیل نمودہ اند و وجود و صفات ممکن را اظلال آں وجود آں کمالات میفرمایند کہ در مرآت عدم کہ بمنزلہ ذات ممکن است منعکس گشتہ نمود پیدا کردہ ہست ایں قال پس فرقہ ثالثہ با طائفہ ثانیہ در قول بوحدت الوجود شرکت دارند لیکن انہا .

بہ اتحاد رفتہ اند و اینہا بہ وحدت۔ وحدت الوجود بطور البیان بایں معنی ست کہ وجود خاصہ حضرت معبودست ممکن فی نفسہ از وجود حقی ست عدمی ست کہ بسبب انعکاس کمالات نمودے پیدا کردہ ست لیکن چوں بصنع خداوندیت جل سلطانہ از خلل محفوظ ست و معاملہ ابدی باآں مربوط۔ پس وحدت وجود باشد و ہیچ کدام باکدیگر از واجب تعالےٰ متحد نگردد۔ انتہے۔

الحاصل وجود ایک ہی ہے ماورائے اس کے جو کچھ ہے وہ عدمی امر ہے اور تمام ممکنات فی نفس الامر نظر کشفی جمہور اولیاء کرام میں اعدام محض ہیں مگر بوجہ کمال صنعت حضرت رب العزت یہ اعدام گویا شیشے ہیں جن میں آفتاب وجود حضرت رب المعبود کا عکس نمایاں ہے جو شیشہ صاف پاک درسیدھا ہے عکس صحیح نظر آتا ہے اور اگر شیشہ میلا ہے ٹیڑھا یا بالکل ناریک اوسی کے موافق وجود کے عکس کا ظہور اس میں ہے۔ اور اس عکس کا صحیح نظر آنا تین امر پر موقوف ہے۔

(۱) تصفیہ قلب پر کہ ماسوے اللہ سے تعلق نہ ہے اور طالب عاشق اللہ کے ذکر میں ایسا مصروف ہو کہ اپنے آپکو بھول جائے +

(۲) تزکیہ نفس پر یعنی اخلاق رذیلہ اور عادات قبیحہ سے نفس پاک صاف ہو جائے اور ترقی کرکے مقامات فنا اور مراتب بقا کو طے کرے +

(۳) تجلیہ روح کہ انوار تجلیات وارد ہونے لگیں +

اور یہہ تینوں امر تصفیہ۔ تزکیہ۔ اور تجلیہ موقوف ہیں ریاضت شاقہ اور کامل مجاہدہ پر فرمایا اللہ کریم نے والذین جاھدو افینا لنھدینھم سبلنا (یعنی جو اشخاص ہمارے راستہ میں مجاہدہ کرتے ہیں ہم اُنپر اپنے راستے کھولدیتے ہیں۔) ریاضت اور مجاہدہ

سورث مشاہدہ اور موجب بجاء سرمدیہ اور باعث حصول حیات ابدیہ اُسی وقت ہو سکتا ہے کہ شرع شریف کے اتباع کے موافق کیا جائے اور اگر معاذ اللہ! اتباع ظاہری و باطنی شرع شریف میں لاپروائی ہے تو پھر دھوکہ ہے لہذا طالب خدا کو ریاضت موافق اتباع شرع شریف و طریقت کشود کار کا امیدوار رہنا چاہیئے:۔ ؎

تو مگو مارا بداں شہ بار نیست × باکریماں کارہا دشوار نیست

طالب کو ابتدا میں نام خدا کے لینے سے ذوق اور حلاوت دل میں پیدا ہونی شروع ہوتی ہے پھر اگر توفیق ایزدی رفیق حال ہو سکے ہو اور مرشد کامل کا سایہ اوسکے سر پر ہے تو ذوق کے بعد شوق اور شوق کے پیچھے محبت اور محبت کمال پر پہونچنے سے عشق کا درجہ حاصل ہو جاتا ہے۔

عشق کی تعریف میں لکھا ہے ھو نارٌ یحرق ماسوی المحبوب (عشق ایک آگ ہی کہ مطلوب کے سوا اور تمام اشیاء کو جلادیتی ہے) اسی آگ کے شعلہ زن ہونے پر توحید کا مقام کھلجاتا ہے اور مطلوب ہی مطلوب نظر آتا ہے کیا اچھا فرمایا کسی بزرگ نے:۔ ؎

سر بسر طاعت عبادت را بسوز	×	آتشِ عشق از درونِ خود فروز
عشق آں شعلہ ست کآں چوں بر فروخت	×	ہر چہ جز معشوق باشد پاک سوخت

وآخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین۔ والصلوٰۃ والسلام علےٰ سید الانبیاء والمرسلین وعلیٰ الہ وصحبہ وخواص امتہ اجمعین

تقریظ عالیجناب شاہ عبد بیدل میر کرامت اللہ صاحب متخلص بہ میر رئیس امرتسر پنجاب

حمد بے حد مر خدائے پاک را		نعت بے عد صاحب لولاک را

امابعد فقیر حقیر سر سراپا تقصیر کاغذ۔ قلم اور دوات کی تثلیث مقدس لیکے تقریظ کے بہانے کچھ لکھنے بیٹھا ہی تھا کہ دل نے کہا ابھی لکھو گے تو کیا لکھو گے۔ دنیا و مافیہا سے بیخبر بیٹھے بیٹھے باتیں بنانا اور بات ہے اور تحقیق حقیقت سے کچھ اور مطلب۔ دیکھو! اسوقت فلسفہ مغربی نے خوب رنگ پکڑا ہے۔ نوجوان ناواقفیت سے کیا اور کم علمی سے کیا اکثر ایسی باتیں مونہہ سے نکال دیتے ہیں جو کفر کی حد سے بھی بڑھ جاتی ہیں۔ ان جھوٹی سچی۔ کھوٹی کچی بحث کرنے والوں کو کتنا ہی سمجھایا جاتا ہے۔ کہ ؎

شمع میں ماہ میں خورشید میں لو اوسکی ہے × پھول میں غنچہ میں گلزار میں بو اوسکی ہے

مگر ایک نہیں مانتے۔ لاکھ کہو "در کون و مکاں نیست جز یک نور" جیسے کاغذ پر سیاہی سے جو کچھ بھی حروف کی ٹیڑھی سیدھی شکلیں بنائی جاتی ہیں وہ سیاہی ہی سیاہی ہوتی ہیں مگر یہ توحید وجودی کے ثبوت سے انکار کرکے اپنی ہی کج بحثی کو لئے جاتے ہیں ایسے میں اگر کوئی شخص علمائے کرام میں سے اس جماعت کیساتھ شامل ہو جاتا ہے تو اور بھی غضب ڈھاتا ہے۔ قائلین اہل توحید پر آوازے کستا ہے۔ کفر کے فتوے لگاتا ہے اور پھر تحریر سے کیا اور تقریر سے کیا اولیاء اللہ کی نسبت وہ کچھ تو وہ طوفان تولتا ہے کہ معاذ اللہ فاکش بدہن۔ ایسا کچھ کہہ گذرتا ہے جو دوسرے دنی

ممکن نہیں۔ ایسے میں ایک ایسی کتاب کی ضرورت محسوس ہوئی جو ہر طرح مفید ثابت ہوتی خدا تعالٰی بھلا کرے اور جزائے خیر دے مخدوم مکرم معظم حقائق و معارف دستگاہ عرفاں پناہ بحر العلوم بے شمار ڈپٹی شعبہ اخبار جناب حافظ مولوی پیرزادہ مظفر احمد سلمہ اللہ الصمد کا جنھوں نے زمانہ کا رنگ بدلت دیکھکر بڑی کوشش اور جستجو کے بعد آج سے سو برس ادھر کا وہ مسئلہ حاصل کیا جو سند الوقت شاہ عبد العزیز صاحب قدس سرہٗ نے مولوی نور محمد سوتری کے منکرانہ خیالات اور شاہ محمد رمضان صاحب مہمی کی وجوہات منکر فیصلہ کے طور پر لکھا جس میں جابجا آیت قرآنی سے خاص طور پر استدلال کیا گیا۔ تھی تو یہ بڑی کام کی چیز۔ مگر عربی میں ہونے کی وجہ سے ہر ایک اس سے مستفید نہیں ہو سکتا تھا اس لئے جناب موصوف کے اشارہ سے مولوی مشتاق احمد صاحب حنفی چشتی۔ امیٹھوی نے نہایت ہی سلیس عام فہم اور دلکش پیرایہ میں اُردو کا لباس پہنا کر چشمۂ فیض کا وہ دریا بہا دیا ہے جس سے بہوتوں کے سوکھے کھیت ہرے بھرے ہو کر لہلہانے لگیں گے۔ اور منکران توحید وجودی اپنی بہبودی اسی میں دیکھیں گے اور اپنے خیالات فاسدہ سے مولوی سوتری کی طرح تائب ہو کر علیٰ رؤس الاشہاد کہیں گے "

جو موجودات محسوس بحس ظاہری ہیں اور محاط میں انکا وجود وہمی اور اور غیر حقیقی ہے مگر اصلی اور حقیقی وجود اُس پاک معبود کا ہے جو

جو لکل شیٔ محیط ہے

تاریخ طبع

سیدم از مژدۂ راحت فزا تازہ نوید — بشنوید از گوش دل بشر لکم یا مومنین
شد اثبات توحید وجودی اس زماں — از تصانیف عزیز خلق فخر المسلمین
ترجمہ کردہ بتازی۔ خوب در اردو سلیس — مولوی مشتاق احمد حنفی و دہلی مکیں
حسب الایمائے مظفر احمد و الاہم — چشمۂ فیض عمیم و حامیٔ دین متیں
ڈپٹی انہار و عرفاں دستگاہ و بحر علم — عاشق حق۔ والہ نام رئیس المرسلین

بہر سال انطباع عشق چوں بنمودم فکر۔ میر!
گفت ہاتف۔ شاہد غیبی سراج الواعظین
١٣٣٢ — ١٣٣٢

ولہ

حسب الارشاد مظفر احمد عرفاں پناہ — چھپ گیا ہے مسئلہ کیا جانفزائے
میر ہاتف نے کہا یہ سال طبع — بحث توحید وجودی دلکشا کے
١٣ ٣٢

ختم ہوا فیصلہ و فتوے حضرت شاہ عبد العزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا معہ شرح عبارت عربی فتوے مستورہ کے جو فقیر مولف نقیب الاولیاء کی درخواست پر فتوے بارگاہ صمد عارف باللہ عالم باعمل مولوی مشتاق احمد صاحب انبیٹوی نے لکھی تھی اور جس کا نام مولانا نے ازراہ محبت دلی فقیر مولف نقیب الاولیاء کے نام ہدیہ مظفریہ لکھا ہے۔